علامہ محمد بن محمود آملی کی عظیم الشان شرح قانون شیخ کے حصہ

بول و براز

کا

سلیس ترجمہ، جو گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ کے انتہائی نصابمیں داخل ہے

از

حکیم سید مظاہر احمد مولوی فاضل ممتاز الافاضل

سینئیر پروفیسر و وائس پرنسپل گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ

زیر اہتمام

انجمن خدام الطب گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ

سنہ ۱۹۶۵ء

مجلد: ــ ۳ــ

علامہ محمد بن محمود آملی کی عظیم الشان شرح قانون شیخ کے حصہ

بول و براز

کا

سلیس ترجمہ جو گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ کے انتہائی نصاب تعلیم میں داخل ہے

از

حکیم سید مظاہر احمد مولوی فاضل ممتاز الافاضل

سینیر پروفیسر و وائس پرنسپل گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ

زیر اہتمام :- انجمن خدام الطب گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ

۱۹۶۵ء

مطبوعہ لیبل لیتھو پریس آرمنٹہ روڈ پٹنہ

طبع دوم :- ۱۰۰۰ قیمت غیر مجلد :-

تہدیہ

میں نہایت فخر و مباہات کے ساتھ اپنی اس طبی خدمت

کو عالی جناب **فخر ملک و ملت سر سید محمد فخر الدین صاحب**

بالقابہ وزیر تعلیمات صوبہ بہار و اڑیسہ کے نام نامی

و اسم گرامی کے ساتھ معنون کر کے اس ناچیز ہدیہ کو

خدمت والا میں پیش کرنے کی غیر معمولی مسرت حاصل

کرتا ہوں۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سید مظاہر احمد

پیش لفظ

دنیائے طب خصوصًا ریاست بہار کے طبی حلقوں میں "شفاء الملک" حکیم سید مظاہر احمد صاحب سنیئر پروفیسر (وائس پرنسپل) گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ کی ذات خصوصی اہمیتوں کی حامل رہی ہے۔

گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ کا قیام ۲۶ جولائی ۱۹۲۶ء کو عمل میں آیا۔

حکیم صاحب کالج کے سنیئر پروفیسر کے ممتاز عہدہ پر ابتداء قیام کالج سے فائز رہے اور کالج میں ۲۵ سال طبی و علمی خدمات بحسن و خوبی انجام دینے کے بعد اپنے عہدہ سے ۳۰ جون ۱۹۵۰ء کو قانونی طور پر سبکدوش (ریٹائر) ہوئے۔

جناب حکیم صاحب موصوف یکم جنوری ۱۹۴۳ء کو حکومت بہار کی جانب سے "شفاء الملک" کے معزز خطاب سے نوازے گئے۔ ۱۹۵۰ء میں انجمن اطباء صوبہ بہار کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۵۷ء میں اسٹیٹ فیکلٹی آف آیورویدک اینڈ یونانی میڈیسنس بہار پٹنہ کے چیئرمین متفقہ طور پر چنے گئے۔

حکیم صاحب موصوف عرصہ سے ضغط دموی کے شکار تھے، سدہ قلبی کے کئی دورے پہلے پڑ چکے تھے۔ آخری دورہ میں جو بے ہوش ہوئے تو جانبر نہ ہو سکے اور ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اس حادثہ سے اطباء بہار میں صف ماتم بچھ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے ــ آمین

شفاء الملک مرحوم کے علمی اور فنی کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ قانون شیخ کی شرح آملی کے حصہ بول و براز کا اردو میں سلیس و بامحاورہ ترجمہ کر کے ۱۹۳۱ء میں شائع

کیا۔ یہ طبی کالج کے نصاب میں داخل ہے۔

شفاء الملک کے انتقال کے بعد دوبارہ طباعت کی کوئی امید باقی نہ رہی تو انجمن خدام الطب گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ نے طلباء کی دشواریوں کا احساس کرتے ہوئے شفاء الملک مرحوم کے صاحبزادہ جناب ڈاکٹر سید محمد مہدی صاحب آم۔ بی۔ بی۔ اس، ایم۔ اس (بیٹ) سے مذکورہ ترجمہ رسالہ بول و براز کا حق طباعت حاصل کرنے کے لئے رابطہ پیدا کیا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے حسن فراخ دلی کے ساتھ اپنے خط مورخہ ۲۴ رجون ۱۹۶۵ء کے ذریعہ رسالہ مذکور کا حق طباعت بلا معاوضہ انجمن خدام الطب گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ کو عطا کرکے اپنی علم دوستی اور طلباء سے گہری ہمدردی کا عملی ثبوت پیش کیا ہے۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

اس سلسلہ میں انجمن کے سابق سکریٹری جناب حکیم خواجہ سید زین العابدین صاحب جی۔ یو۔ ام۔ اس۔ اور جناب حکیم سید محمد کاظم صاحب کاظمی جی۔ یو۔ ام۔ اس۔ کی خدمات لائق تحسین ہیں۔

انجمن کے سرپرست کالج کے پرنسپل عالی جناب حکیم عبدالاحد صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ انجمن کو اگر آپ کی ہدایات اور تعاون حاصل نہ ہوتا تو آج یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوکر طلباء کے ہاتھوں میں نہ پہنچتی۔ فقط

(پروفیسر حکیم) محمد اشرف کریم
یکم دسمبر ۱۹۶۵ء
صدر انجمن خدام الطب
گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

بول کا عام بیان

اس عام بیان کا یہ مطلب ہے کہ وہ شرطیں بیان کی جائیں جن کے پائے جانے پر بول سے استدلال وغیرہ صحیح و درست ہو سکتا ہے اور ان چیزوں کو بیان کیا جائے جن پر وہ براہ راست یا بتوسط دلالت کرتا ہے۔ نیز وہ چیزیں بھی بیان کی جائیں جو فروعات دلالت بول سے ہیں۔

لیکن قبل اس کے کہ ان بیانات کی ابتدا کی جائے۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ بول ہضم کبدی و عروقی کے ان فضلات میں سے ہے جو ایک مخصوص راستے سے خارج ہوتے ہیں۔ جو اعضائے غذا پر براہ راست اور بعض دوسرے اعضاء پر بواسطہ اعضائے غذا دال ہے۔

رہا یہ کہ بول فضلات ہضم کبدی و عروقی سے ہے تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ مائیت کی حاجت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ غذا خوب سیال بن کر جگر میں جانے والی نالیوں میں قابل نفوذ ہو سکے۔ لہذا جب تک

غذا جگر میں نہیں پہنچتی اس وقت تک مائیت اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی لیکن جب غذا جگر تک پہنچ جاتی ہے اور نضج پاکر اخلاط کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو جس طرح خون جگر سے نکل کر عروق میں چلا جاتا ہے اسی طرح مائیت کا اکثر حصہ عدم احتیاج کی وجہ سے اس نالی میں اتر جاتا ہے، جو گردوں کی طرف جاتی ہے اور اس کا بقیہ حصہ خون کے ساتھ عروق میں روانہ ہو جاتا ہے۔ تاکہ خون کو رقیق کرکے قابل نفوذ بنائے رہے پھر پلٹ کر مثانہ کی طرف چلا جاتا ہے۔ ہمارے اس بیان پر چند دلیلیں ہیں۔

(۱) مہندی سے خضاب کرنے والوں کا قارورہ رنگین ہوتا ہے۔

(۲) جس شخص کو پسینہ بکثرت آتا ہے اس کا قارورہ مقدار میں کم ہو جاتا ہے۔

(۳) پسینہ اپنے رنگ۔ قوام۔ مزہ اور بو میں بالکل پیشاب کے مشابہ ہوتا ہے۔

مسیحی کا قول ہے کہ "بول ہضم ثانی اور ہضم رابع کا فضلہ ہے" گو یہ قول باوجود اس کے کہ جمہور اطبا کے خلاف ہے۔ پھر بھی اس کی تائید مذکورہ بالا دلیلوں سے ہوتی ہے۔

شیخ بوعلی سینا نے فصول میں لکھا ہے کہ "بول طعام و شراب کی مائیت کا نام ہے۔ اس بنا پر پسینہ بھی تعریف بول میں داخل ہو جاتا ہے۔ مگر پانی کی مائیت تعریف بول سے خارج ہو جاتی ہے۔

جب اتنا معلوم ہو گیا تو اب ہم ان شرائط کو بیان کرتے ہیں جن سے استدلال صحیح و درست ہو سکتا ہے۔

واضح رہے کہ جب تک مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ نہ کیا جائیگا اس وقت تک قارورہ کے حالات پر وثوق کے ساتھ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(۱) صبح کے اٹھنے کے بعد کا پہلا قارورہ ہو۔ کیونکہ یقینی طور پر یہی وہ مائیت ہے جو غذا کے ساتھ طبخ ہو کر خارج ہوئی ہے۔ لیکن جو قارورہ اس کے قبل یا اس اثنا میں ہو وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ اس میں وہ پانی ہو جو بوقت صبح نوش کیا گیا ہو۔

(۲) زمانہ دراز تک پیشاب مثانہ میں نہ روکا گیا ہو۔ اس لئے کہ عرصہ تک رکنے کی وجہ سے قارورہ متغیر ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ رقیق حصہ مسامات سے مترشح ہو جاتا ہے اور صرف غلیظ حصہ باقی رہ جاتا ہے نیز رطوبات مثانہ بھی مخلوط ہو کر متغیر کر دیتی ہیں۔

(۳) پیشاب رات بھر مثانہ میں جمع رہا ہو تاکہ حرارت عزیزیہ نے اس میں تصرف کرکے کامل انضج کر دیا ہو۔

(۴) مریض نے قارورہ کے کچھ قبل نہ کوئی غذا کھائی ہو نہ کچھ پیا ہو۔ اس لئے کہ اس وقت کا قارورہ چونکہ اس مائیت کا ہوگا جو جگر تک نفوذ کرکے پہنچی ہے اور جس میں طبیعت نے پورا تصرف نہیں کیا ہے۔ لہذا یہ ویسا ہی ہوگا جیسا کہ ضعف ہضم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہذا اکل و شرب اور قابل اعتبار

قارورہ میں کم از کم بارہ گھنٹوں کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

(۵) مریض نے کوئی ایسی چیز نہ کھائی نہ پی ہو جس سے قارورہ میں رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً زعفران وخیار شنبر کہ ان دونوں سے قارورے میں زردی اور سرخی آجاتی ہے۔ اور لبقولات سے سبزی اور شونیز سے سیاہی آجاتی ہے اور شراب نشہ آور پیشاب کو اپنے ہم رنگ بنا دیتی ہے۔

(۶) بشرہ پر کوئی رنگ پیدا کرنے والی چیز نہ لگائی گئی ہو۔ مثلاً مہندی کیونکہ اکثر اس سے خضاب کرنے والوں کا قارورہ رنگین ہو جاتا ہے اس لئے کہ مہندی میں ایسی لطیف قوت ہے جو بدن میں نافذ ہو کر عضو میں پائی جانے والی مائیت دمویہ کو رنگین کر دیتی ہے۔ پھر پلٹ کر قارورے کو رنگین بنا دیتی ہے۔

(۷) مریض نے کوئی ایسی چیز استعمال نہ کی ہو جو کسی خلط کا ادرار کرتی ہے جیسے مدر صفرا اور بلغم اس لئے کہ ایسی صورت میں قارورہ کے رنگ پر اسی خلط کا رنگ غالب ہو گا جس کو دوائے مدر حرکت میں لائی ہے لہذا اس قارورہ سے بدن کی حالت پر حکم لگانا صحیح و درست نہیں ہو گا۔

(۸) مریض نے کوئی حرکت۔ ریاضت اور ایسا غیر طبعی کام نہ کیا ہو جو عموماً قارورہ کے رنگ میں تغیر پیدا کر دیا کرتا ہے۔ مثلاً روزہ، بیداری، تعب، گرسنگی، اور غیظ و غضب۔ کیونکہ یہ سب چیزیں قارورے میں زردی اور سرخی پیدا کر دیتی ہیں۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ لیکن ان چیزوں سے جس طرح قارورہ کے رنگ میں تغیر ہوتا ہے

اسی طرح دوسری صفات میں بھی تغیر ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ رنگ کا تغیر بہت زیادہ ظاہر ہوتا ہے اس لئے اس کے تذکرہ میں خصوصیت برتی گئی۔

اسی طرح جماع بھی قارورے میں بہت زیادہ چکنائی پیدا کر دیتا ہے کیونکہ شدت حرکت جماع کی وجہ سے اعضا کی دسومت تحلیل ہوتی ہے اور قارورہ کے رنگ۔ بو۔ قوام اور مزہ میں تغیر پیدا کر دیتی ہے۔ تیز حرکت جماع مواد کو جذب کر کے آلات بول کی طرف پھینک دیتی ہے۔

اسی طرح قے استفراغ بھی قارورے کے اصل رنگ و قوام کو متغیر کر دیتی ہے۔

اسی طرح قارورہ پر چند گھنٹوں کا وقت گزر جانا بھی رنگ و قوام میں تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے اطبا کی ہدایت ہے کہ چھ گھنٹے کے بعد قارورہ نہ دیکھا جائے اور بقول بعض چار گھنٹے کے بعد نہ دیکھا جائے کیونکہ اس مدت میں قارورہ کی کل دلیلیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ یا اس لئے ضعیف ہو جاتی ہے کہ حرارۃ منجرہ ساکن ہو جاتی ہے اور کف (زبد) ہوا کے تحلیل ہو جانے سے ختم ہو جاتا ہے۔ اور رنگ اس لئے متغیر ہو جاتا ہے کہ اس کا مادہ ملونہ اور رسوب جو خلط کے چھوٹے چھوٹے اجزا ہوتے ہیں اور مائیت میں مخلوط رہتے ہیں جس میں بذریعہ حس تمیز نہیں ہو سکتی ہے امتداد زمانہ کی وجہ سے یہ اجزا عموماً تہ نشیں ہو جاتے ہیں اور مائیت بغیر رنگ کے باقی رہ جاتی ہے۔ اگر زمانہ گرما ہو گا تو رسوب گھل کر متغیر ہو جائیں گے۔

اور زمانہ سرما ہوگا تو رسوب میں کثافت زیادہ پیدا ہو جائے گی۔
وقت کی یہ تعیین دوسروں کے نزدیک تھی۔ مگر میرے نزدیک
ایک گھنٹہ کے بعد بھی قارورہ قابل اعتبار نہیں رہتا ہے کیونکہ اس عرصہ
میں بھی یقیناً سب علامتیں ضعیف ہو جاتی ہیں۔

(۹) پورا پیشاب کسی وسیع قارورہ (شیشہ) میں لیا جائے۔ اور
کوئی حصہ ضائع نہ ہونے پائے "پورا پیشاب لینے" کی شرط اس لئے ہے کہ
اس سے نضج اور رسوب کی حالت پر زیادہ رہنمائی ہوتی ہے اور عموماً رسوب
ہی سے بہتر استدلال ہوتا ہے۔ بصورت دیگر اسی کے چھوٹ جانے کا
خوف ہے۔ اور شیشہ میں رکھنے کی شرط کی وجہ آئندہ ظاہر ہوگی
"وسعت ظرف" اس لئے ضروری ہے کہ تنگ ظرف میں رسوب کی حرکت
سست ہوگی لیکن یہ شرط کہ "پیشاب کا کچھ حصہ ضائع نہ ہونے پائے"۔ تو یہ
اس لئے ہے کہ ممکن ہے کہ گر جانے والے پیشاب میں کچھ ایسی علامتیں موجود
ہوں جو باقی ماندہ قارورہ میں نہ پائی جاتی ہوں۔ نیز اس لئے بھی کہ پیشاب
کی مقدار سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ اور گر جانے کی صورت میں یہ
نہ ہو سکے گا۔

(۱۰) پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد فوراً ہی قارورہ نہ دیکھا
جائے بلکہ جب شیشہ میں ٹھہر کر ساکن ہو جائے تب ملاحظہ کیا جائے۔ کیونکہ
رسوب کا ظہور قدرے توقف و سکون سے ہوتا ہے۔

(۱۱) شیشہ میں پیشاب کے سکون کا زمانہ اس طرح گزرے کہ نہ تو

دھوپ کی حرارت اس میں جوش و غلیان پیدا کر سکے اور نہ ہوا کی سردی
اسے منجمد کر سکے تاکہ رسوب متمیز ہو اور استدلال صحیح ہو سکے اس لئے کہ
پیشاب خواہ پورے نضج کا ہو یا ناقص نضج کا اس میں رسوب فوراً نمایاں
نہیں ہوتا۔ کیونکہ شدت آمیزش کی وجہ سے اجزائے ارضیہ۔ مائیت سے
جلد جدا نہیں ہوتے جس کا مشاہدہ یوں ہو سکتا ہے کہ پانی میں مٹی ملا دی جائے
تو جب تک کچھ زمانہ گذر نہ جائے گا پانی سے مٹی کے اجزا متمیز نہیں ہوں گے۔

(۱۲) کسی ایسے شیشہ میں جس میں پہلے پیشاب رکھا جا چکا ہے اور
اب تک وہ صاف نہیں کیا گیا ہے پیشاب نہیں رکھنا چاہئے اس لئے کہ ممکن ہے
کہ پہلے قارورہ کا رسوب یا رنگ اس شیشہ میں اب تک باقی ہو اور دیکھنے
والے کو یہ گمان ہو کہ یہ موجودہ قارورہ کا ہے۔

(۱۳) قارورہ ایک ظرف سے دوسرے ظرف میں تبدیل نہ کیا
جائے۔ کیونکہ اکثر رسوب کے بعض اجزا پہلے ظرف میں باقی رہ جاتے ہیں۔

(۱۴) قارورہ کسی دور و دراز مقام سے نہ آیا ہو کیونکہ اگر دوسری
جگہ کی ہوا مزاج میں پہلی جگہ کے موافق ہوگی تو حرکت سے متغیر ہو جائے گا
اور دوسری جگہ حرارت یا برودت زیادہ ہوگی تو بغیر حرکت کے صرف تغیر
مزاج سے متغیر ہو جائے گا۔

(۱۵) سرد ہو جانے کے بعد قارورہ گرم نہ کیا جائے۔ وجہ ظاہر ہے۔

(۱۶) مریض کو پہلے تخمہ یا بدہضمی نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ ان سے بھی رنگ
اور قوام میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۷) اگر عورت کا قارورہ ہو تو زمانہ حیض کا نہ ہو۔ کیونکہ اس حالت میں قارورہ کا رنگ اصلی حالت پر قائم نہیں رہ سکتا۔

چونکہ بچوں کے پیشاب میں علامتیں کم نمایاں ہوتی ہیں اس لئے ان کے بول سے کسی حالت پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے بدن میں رطوبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ لہذا نہ تو باعتبار رنگ اور نہ باعتبار قوام وہ قابل استدلال ہو سکتا ہے۔ خصوصاً شیر خوار بچوں کا پیشاب۔ کیونکہ ان کے قارورہ میں دودھ کا بھی اثر ہوتا ہے۔ نیز بسبب کثرت رطوبت یہ ضعیف ہوتے ہیں۔ لہذا پیشاب کو رنگین بنانے والا مادہ اندر پوشیدہ و ساکن رہتا ہے۔ قارورہ میں خارج نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ان کے کثرت نوم کی وجہ سے بھی نضج کے دلائل مفقود ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی طرح بھی ان کے بول سے کوئی حکم نہیں کیا جا سکتا۔

قارورہ (ظرف) پیشاب کا ظرف صاف و شفاف و بے جرم ہونا چاہئے مثلاً صاف شیشہ یا بلور۔ تاکہ پیشاب کے تمام اجزا نمایاں رہیں۔ صاف سے یہ مطلب ہے کہ وہ نہ کسی رنگ سے رنگین ہو اور نہ اس کا کوئی حصہ غیر شفاف ہو۔ بعض اطباء نے سفید ہونے کی شرط بڑھائی ہے لیکن لفظ صاف کے بعد اس کے اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

قارورہ کا معائنہ قارورہ جس قدر نزدیک سے دیکھا جائے گا اسی قدر غلیظ معلوم ہوگا۔ اور جتنا دور سے

دیکھا جائے گا صاف نظر آئے گا۔ یہی وہ مخصوص راز ہے جس سے اطباء بوقت امتحان قارورہ کو دوسری مغشوش و پرفریب چیزوں سے ممتاز کر کے شناخت کر لیتے ہیں۔

اس موقع پر مسیحی نے خوب انصاف کیا ہے کہ "بات تو یہی ہے مگر ہمیں اس کی وجہ نہیں معلوم ہے"۔ اور علامہ قرشی نے فرمایا ہے کہ ہم اس کا سبب بعد میں بیان کریں گے۔ مگر یہ وعدہ کہیں وفا نہیں ہوا۔ ہاں ممکن ہے کہ اس سے اپنے اس قول کی طرف اشارہ کیا ہو جس کا بارہویں فصل کے آخر میں ان اشیاء سیالہ کے تذکرہ میں جو پیشاب اور پسینہ سے مشابہ ہیں ذکر کیا ہے کہ "بہترین شئے جس سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے استقرار ہے" مگر یہ ایسی کمزور دلیل ہے جو خود عیاں ہے۔

اس مسئلہ میں تقریباً قابل قبول عقل دو وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔

وجہ اول جو سامری نے بیان کی ہے یہ ہے۔ غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ آب انجیر وغیرہ (مغشوش) میں اجزائے غلیظہ کی آمیزش زیادہ مستحکم و قوی نہیں ہوتی ہے۔ لہذا اجزاء غلیظہ بہت جلد جدا ہو کر تہ نشیں ہو جاتے ہیں اور پانی کے شفاف ہو جانے کی وجہ سے اس میں شعاع نفوذ کر جاتی ہے۔ اس لئے وہ لطیف محسوس ہوتا ہے۔ اور پیشاب میں کافی نضج و طبخ کی وجہ سے اجزاء غلیظہ کی آمیزش بہت مستحکم و قوی ہوتی ہے اس لئے شعاع کا نفوذ نہیں ہوتا ہے۔

اور وہ غلیظ محسوس ہوتا ہے۔"

لیکن یہ وجہ صرف یہ ثابت کرتی ہے کہ پیشاب نزدیک ہو یا دور ہو ہر حالت میں غلیظ محسوس ہوگا اور دوسری مغشوش چیزیں لطیف محسوس ہوں گی حالانکہ دعویٰ کچھ اور تھا۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے "چونکہ بول نام ہے شفاف مائیت اور اُن خلطی اجزاء کا جس میں طبیعت نے اپنے فعل سے زبردست اختلاط پیدا کر دیا ہے۔ لہٰذا جس قدر دور ہوتا جائے گا جس کو ان اجزاء کا پتہ نہیں معلوم ہوگا۔ اس لئے وہ صاف نظر آئے گا اور جس قدر نزدیک ہوتا جائیگا اجزاء کا احساس زیادہ ہوتا جائے گا۔ اور بول غلیظ محسوس ہوگا۔"

اُستاد فرماتے ہیں کہ یہ بھی قابل نظر و اعتراض ہے۔ "کیونکہ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ دوسری مغشوش چیزیں دور ہوں یا نزدیک ہمیشہ صاف نظر آئیں گی۔ حالانکہ دعویٰ یہ تھا کہ وہ نزدیک سے صاف اور دور سے غلیظ نظر آتی ہیں۔

مگر میرے نزدیک استاد کا یہ اعتراض ضعیف ہے۔ اس لئے کہ اس دلیل سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ مغشوش چیزیں نزدیک ہو یا دور ہمیشہ غلیظ نظر آئیں گی۔ صاف نہیں نظر آئے گی۔ علاوہ بریں دعویٰ یہ کب تھا کہ مغشوش کا حال بول کے خلاف ہوگا جس کی تین صورتیں ہیں۔ نزدیک و دور دونوں سے غلیظ نظر آنا۔ دونوں سے صاف نظر آنا۔ نزدیک سے صاف اور دور سے غلیظ دکھائی دینا۔

وجہ دوم یہ ہے کہ غلیظ سے مکدّر (گدلا) مراد ہے کیونکہ وہ صاف کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور صاف سے شفاف مقصود ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ قارورہ میں اجزائے خلطیہ اور مائیت کی آمیزش انجیر و اصل السوس وغیرہ کے جوشاندہ و خیساندہ سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں موثر طبیعت و حرارۃ غریزیہ ہے۔ بخلاف دوسری صورت کے۔ ایسی حالت میں حق تو یہی تھا کہ شدت آمیزش کی وجہ سے اجزائے بول میں نزدیک و دور کسی حالت میں بھی حس تمیز و تفرقہ نہ کر سکے۔ مگر ہوا کے باعث حالت تبدیل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دور ہونے کی صورت میں چونکہ روشنی بخش ہوا دیکھنے والے اور قارورہ کے درمیان بکثرت رہتی ہے اس لئے تمیز و تفرقہ سے مانع ہوتی ہے اور قارورہ صاف و شفاف نظر آتا ہے اور نزدیک ہونے کی صورت میں ہوائے مذکور کم ہوتی ہے۔ اس لئے غلیظ و مکدر محسوس ہوتا ہے۔

اُستاد نے اس پر بھی اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "یہ کہنا کہ قارورہ جس قدر دور ہوگا شفاف ہوگا۔ اور جس قدر نزدیک ہوگا مکدر رہیگا" درست نہیں ہے۔ کیونکہ جس وقت قارورہ میں چھوٹے چھوٹے اجزائے ارضیہ ہوں گے تو نزدیک سے صاف نظر آئیں گے۔ مگر دور سے نہیں دکھائی دیں گے۔ مگر یہ اعتراض پہلے سے بھی زیادہ لغو ہے۔ کیونکہ مستدل کا تو یہی مطلب ہے جو بالکل ظاہر ہے۔

اُستاد کی توجیہ

پھر اس کے بعد استاد نے یہ فرمایا ہے کہ میرے نزدیک قریب قریب صحیح وجہ یہ ہے کہ رقیق یعنی شفاف اور غلیظ یعنی کثیف یہ دونوں چیزیں بصارت سے قیاسی طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ عقل ہی ان دونوں کے صاف حصوں کو دوسرے اجزا سے متمیز کرتی ہے۔ دیکھنے والوں کی نظر جب کسی جسم کو توڑ کر اس کے عقب والی چیز کو دیکھ لیتی ہے تو اس جسم کو وہ شفاف سمجھتا ہے اور اگر عقب میں رہنے والی چیز نظر نہیں آتی ہے تو وہ اس جسم کو غیر شفاف سمجھتا ہے۔ حالانکہ جس قدر بھی شفاف اجسام دکھائی دیتے ہیں ان میں کچھ نہ کچھ کثافت ضرور ہوتی ہے۔ جیسا کہ علم المناظر میں ثابت ہے۔

لہٰذا جسم شفاف یا تو ایسا ہوگا کہ اس کا جوہر یکساں ہوگا۔ اس میں اجزائے کثیفہ کی آمیزش نہیں ہوگی۔ مثلاً بہت صاف پانی۔ یا اس میں کچھ تھوڑی سی چیزیں مخلوط ہوں گی جیسے صحیح اشخاص کا قارورہ یا بہت سی چیزیں مخلوط ہوں گی جیسے بعض مریضوں اور جملہ حیوانات کا قارورہ اور آب انجیر و عسل اسوس وغیرہ۔

پہلا جسم جب بہت قریب ہوگا تو اس سے کچھ کثافت ضرور ظاہر ہوگی۔ کیونکہ اس میں کچھ نہ کچھ رنگ و روشنی ضرور ہوگی لہٰذا اس کے عقب والی چیز نہیں دکھائی دے گی اور جب نظر سے دور ہوگا تو رنگ و روشنی مخفی ہو جانے کی وجہ سے عقب والی چیز بخوبی نمایاں ہوگی۔

اور دوسرا جسم قریب قریب پہلے کی طرح ہوگا لیکن تیسرے جسم میں

چونکہ اجزائے کثیفہ بکثرت مخلوط ہیں اس لئے نزدیک سے ان اجزا کا رنگ بہت نمایاں ہوگا اور اس سے عقب کی چیزیں مخفی رہ جائیں گی لیکن ان اجزا کے درمیان جو چیز شفاف و محلول ہے اس کا ظہور ضرور ہوگا اور اس کے نمایاں ہونے کی وجہ سے جسم مخلوط بھی کچھ نہ کچھ شفاف نظر آئے گا۔ مگر بصورت دوری چونکہ جوہر شفاف محلول مخفی ہو جائے گا اس لئے پوری مخلوط چیز کثیف نظر آئے گی اور چونکہ انسان کی حرارت غریزیہ دوسرے حیوانات کی حرارت غریزیہ سے فعل میں قوی تر ہے اس لئے انسان کے قارورہ میں شفافیت زیادہ ہوتی ہے اور اجزائے رسوبی کی کمی ہوتی ہے اس لئے وہ صورت پیش آتی ہے جس کا شیخ صاحب نے تذکرہ کیا ہے۔ یہاں تک کے استاد کے کلام کا خلاصہ تھا۔

مگر یہ بھی قابل اعتراض ہے اس لئے کہ اگر تمام مقدمات تسلیم بھی کر لئے جائیں تو اس سے صرف انسان کے بعض قارورے کی توجیہ ہو سکتی ہے مگر بعض دوسرے قارورے اور حیوانات کے پیشاب اور مغشوش چیزوں میں فرق نہیں نظر آتا۔

پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ حار غریزی انسان کے تذکرہ سے کیا فائدہ ہے۔ اگر اس سے تیسری قسم میں بیان کئے ہوئے انسان اور غیر انسان کے بول میں تفرقہ کرنا مقصود ہے تاکہ قول شیخ کی توجیہ ہو سکے تو پھر اس کو پہلی قسم سے علیحدہ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجزائے شفاف کا بصورت نزدیکی ظہور ہوگا۔ اور بصورت

۱۴

اُستاد کی توجیہ

پھر اس کے بعد استاد نے یہ فرمایا ہے کہ میرے نزدیک قریب قریب صحیح وجہ یہ ہے کہ رقیق یعنی شفاف اور غلیظ یعنی کثیف یہ دونوں چیزیں بصارت سے قیاسی طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ عقل ہی ان دونوں کے صاف حصوں کو دوسرے اجزا سے متمیز کرتی ہے۔ دیکھنے والوں کی نظر جب کسی جسم کو توڑ کر اس کے عقب والی چیز کو دیکھ لیتی ہے تو اس جسم کو وہ شفاف سمجھتا ہے اور اگر عقب میں رہنے والی چیز نظر نہیں آتی ہے تو وہ اس جسم کو غیر شفاف سمجھتا ہے۔ حالانکہ جس قدر بھی شفاف اجسام دکھائی دیتے ہیں ان میں کچھ نہ کچھ کثافت ضرور ہوتی ہے۔ جیسا کہ علم المناظر میں ثابت ہے۔

لہٰذا جسم شفاف یا تو ایسا ہوگا کہ اس کا جوہر یکساں ہوگا۔ اس میں اجزائے کثیفہ کی آمیزش نہیں ہوگی۔ مثلاً بہت صاف پانی۔ یا اس میں کچھ تھوڑی سی چیزیں مخلوط ہوں گی جیسے صحیح اشخاص کا قارورہ یا بہت سی چیزیں مخلوط ہوں گی جیسے بعض مریضوں اور جملہ حیوانات کا قارورہ اور آب انجیر و عسل اسوس وغیرہ۔

پہلا جسم جب بہت قریب ہوگا تو اس سے کچھ کثافت ضرور ظاہر ہوگی۔ کیونکہ اس میں کچھ نہ کچھ رنگ و روشنی ضرور ہوگی لہٰذا اس کے عقب والی چیز نہیں دکھائی دے گی اور جب نظر سے دور ہوگا تو رنگ و روشنی مخفی ہو جانے کی وجہ سے عقب والی چیز بخوبی نمایاں ہوگی۔

اور دوسرا جسم قریب قریب پہلے کی طرح ہوگا لیکن تیسرے جسم میں

۱۵

چونکہ اجزائے کثیفہ بکثرت مخلوط ہیں اس لئے نزدیک سے ان اجزا کا رنگ بہت نمایاں ہوگا اور اس سے عقب کی چیزیں مخفی رہ جائیں گی لیکن ان اجزا کے درمیان جو چیز شفاف و محلول ہے اس کا ظہور ضرور ہوگا اور اس کے نمایاں ہونے کی وجہ سے جسم مخلوط بھی کچھ نہ کچھ شفاف نظر آئے گا۔ مگر بصورت دوری چونکہ جوہر شفاف محلول مخفی ہو جائے گا اس لئے پوری مخلوط چیز کثیف نظر آئے گی اور چونکہ انسان کی حرارت غریزیہ دوسرے حیوانات کی حرارت غریزیہ سے فعل میں قوی تر ہے اس لئے انسان کے قارورہ میں شفافیت زیادہ ہوتی ہے اور اجزائے رسوبی کی کمی ہوتی ہے اس لئے وہ صورت پیش آتی ہے جس کا شیخ صاحب نے تذکرہ کیا ہے۔ یہاں تک کے استاد کے کلام کا خلاصہ تھا۔

مگر یہ بھی قابل اعتراض ہے اس لئے کہ اگر تمام مقدمات تسلیم بھی کر لئے جائیں تو اس سے صرف انسان کے بعض قارورے کی توجیہ ہو سکتی ہے مگر بعض دوسرے قارورے اور حیوانات کے پیشاب اور مغشوش چیزوں میں فرق نہیں نظر آتا۔

پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ حار غریزی انسان کے تذکرہ سے کیا فائدہ ہے۔ اگر اس سے تیسری قسم میں بیان کئے ہوئے انسان اور غیر انسان کے بول میں تفرقہ کرنا مقصود ہے تاکہ قول شیخ کی توجیہ ہو سکے تو پھر اس کو پہلی قسم سے علیحدہ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجزائے شفاف کا بصورت نزدیکی ظہور ہوگا۔ اور بصورت

دوری ظہور نہیں ہوگا۔ اور انسان کے قارورہ میں اجزائے شفاف بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا مطلب ثابت ہو جاتا ہے۔

قارورہ کی حفاظت

جب شیشہ میں پیشاب رکھا جائے تو ضروری ہے کہ اسے گرمی۔ سردی اور ہوا سے محفوظ رکھا جائے۔ گو یہ شرط پہلے گذر چکی ہے۔ مگر دوبارہ اس کا تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے کہ کہیں یہ خیال نہ ہو کہ یہ شرط مخصوص قارورہ کے زمانۂ سکون کی ہے۔

قارورہ کو کافی روشنی میں معائنہ کرنا چاہیئے تاکہ اس کے اجزا کی تمیز ہو سکے لیکن شرط یہ ہے کہ آفتاب کی شعاع براہ راست قارورہ پر نہ پڑے ورنہ آنکھوں میں خیرگی پیدا ہو جائے گی اور قارورہ اچھی طرح دکھائی نہ دیگا۔ بلکہ شعاع آفتاب سے قارورہ کو چھپانا چاہیئے اور اگر بضرورت شمع یا آفتاب کی روشنی میں دیکھنے کا اتفاق ہو تو قارورہ کو شمع و آفتاب اور اپنے درمیان رکھنا چاہیئے۔

اب مذکورہ بالا شرائط کے لحاظ کے بعد قارورہ سے جن علامات کا ظہور ہو ان پر قطعی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

قارورہ کے ذاتی و عرضی دلائل

واضح رہے کہ قارورہ براہ راست صرف جگر۔ اعضائے بول اور عروق کے حالات بتاتا ہے۔ اس لئے کہ سابقاً بتایا جا چکا ہے کہ وہ ہضم کبدی و عروقی کا فضلہ ہے۔ اور طبیعت کا فعل مقام طبخ میں بمقابلہ دوسرے مقامات کے لامحالہ قوی تر ہوگا اور مائیت کی گذرگاہیں چونکہ

ظرف ہیں اس لئے ان کے حالات بھی معلوم ہوں گے۔ ان اعضاء کے توسط سے دوسرے اعضاء کے احوال و امراض کا پتہ چلتا ہے۔ خواہ تمام بدن کے عام حالات ہوں یا بعض بعض اعضاء کے خاص خاص حالات کیونکہ جب مقام طبخ اور عروق کے اندر طبیعت کا فعل ضعیف ہوگا تو دوسرے مقامات میں بھی ضعیف ہوگا۔

مگر بعض اطباء کا خیال ہے کہ قارورہ جملہ اعضائے بدن کے حالات براہ راست بتاتا ہے کیونکہ مائیت خون کے ساتھ تمام بدن میں چکر لگاتی ہے۔ اس لئے اس کے ذریعہ سے تمام بدن کے حالات براہ راست معلوم ہوں گے لیکن یہ خیال ضعیف ہے کیونکہ وہ مائیت جو صرف بغیر تغیر خارج ہوتی ہے۔ اور وہ مائیت جو طبخ کے بعد خارج ہوتی ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔

اور بعض دوسرے اطباء کہتے ہیں کہ قارورہ جو کچھ بتاتا ہے وہ صرف جگر اور اعضائے بول کے حالات ہوتے ہیں۔ دوسرے اعضاء کے حالات نہ تو براہ راست اس سے معلوم ہوتے ہیں نہ بتوسط۔ مگر یہ قول بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ ہر ایک عضو کی غذا سے کچھ نہ کچھ فضلہ بچ جاتا ہے جس کا اکثر حصہ پسینہ اور دوسری آلائش کے ذریعہ نکلتا ہے۔ اور باقی حصہ کو وہ عروق جن کے اندر یہ موجود ہوتا ہے پلٹا کر جگر کی طرف دفع کر دیتی ہیں۔ اب جو حصہ مقعر جگر تک پہنچتا ہے وہ براہ امعاء براز کے ساتھ مخلوط ہو کر خارج ہوتا ہے۔ اور جو حصہ محدب جگر تک پہنچتا ہے

وہ بول کے ساتھ خارج ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر عضو کا فضلہ اس عضو کے حالات کی خبر دیتا ہے۔ لہذا قارورہ جمیع اعضاء کے حالات کی خبر دے گا۔ خصوصاً دماغ کے حالات۔ کیونکہ اس کو اپنی غذا کے ترقیق و تنفیذ کے لئے بمقابلہ دوسرے اعضاء کے مائیت کی زیادہ احتیاج ہے اس لئے کہ اس کی غذا جیسا کہ اکثر اطباء کی رائے ہے بلغم سے ہوا کرتی ہے اور بلغم میں تمام اخلاط سے زیادہ برودت اور رطوبت ہے اور یہ جملہ اعضاء کی غذا سے غلیظ القوام ہے۔ لہذا اس کو مائیت کی زیادہ احتیاج ہے۔ جو نفوذ کرنے میں معاون ہو۔ یہی مائیت تنفیذ کے بعد جب مثانہ کی طرف چلتی ہے تو اپنے ہمراہ دماغ کے فضلات کو بھی لیتی آتی ہے۔ یہ اس امر کی کافی دلیل ہے کہ قارورہ جملہ اعضاء کے حالات کی خبر دیتا ہے۔

اور بعض اطباء نے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ آب مشروب میں جب معدہ و جگر کی حرارت اپنا فعل کرتی ہے تو وہ بخار بن کر دماغ کی طرف صعود کرتا ہے اور دماغ اپنی برودت مزاج کی وجہ سے اس کو باردہ و کثیف بنا کر پھر آب مقطر بنا دیتا ہے۔ یہ پانی دماغ کی عروق میں بہتا ہوا مثانہ تک پہنچ جاتا ہے اور وہاں تک پہنچنے میں بدن کی اکثر رگوں میں چکر لگا کر راستہ طے کرتا ہے۔ اس لئے جملہ اعضاء کے حالات کی خبر دیتا ہے۔

مگر یہ خیال بہت ضعیف ہے۔ کیونکہ اس حالت میں چاہئے تھا کہ قارورہ بمقابلہ جگر۔ دماغ کے حالات زیادہ بتاتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ جگر ہی کی حالت پر زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ قارورہ کے

صحیح ترین دلائل و علامات وہ ہیں جو جگر کا حال بتاتے ہیں۔ کیونکہ اس کی پیدائش جگر ہی میں ہوتی ہے۔ علی الخصوص محدب جگر کے حالات اس لئے کہ یہیں اس کا نضج کامل ہوتا ہے۔

دلائل بول

جو چیزیں قارورہ میں بطور دلیل اختیار کی جاتی ہیں ان کی سات جنسیں ہیں۔ اول لون (رنگ) دوم قوام سوم صفائی و کدورت چہارم رسوب پنجم قلت و کثرت مقدار ششم رائحہ (بو) ہفتم زبد (کف جھاگ)

اور بعضوں نے دو جنس کا اور بھی اضافہ کیا ہے۔ اول بذریعہ لمس دریافت کرنا۔ دوم ذائقہ سے دریافت کرنا لیکن ہم نے ان دونوں کو حذف کر دیا۔ پہلی صورت تو اس لئے کہ قارورہ میں چھونے سے بہت کم اختلاف محسوس ہوتا ہے اور دوسری صورت اس لئے کہ مزہ عموماً خلط غالب کے تابع ہوتا ہے اور اس کی واقفیت لون سے بخوبی ہو جاتی ہے لہذا ذائقہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ذائقہ کو شیخ نے اس لئے ترک کر دیا ہے کہ رائحہ (بو) اس کی قائم مقام موجود ہے کیونکہ قوت شامہ سرکہ، پیاز، لہسن وغیرہ کو قوۃ ذائقہ سے کسی طرح کم نہیں دریافت کرتی لیکن یہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ اکثر رائحہ ذائقہ کے مخالف ہوتی ہے جیسا کہ گلاب وغیرہ میں ہوتا ہے۔

اور بعض اطباء نے دلائل کی دس جنسیں بیان کی ہیں۔ دسویں جنس قارورہ کا بآسانی یا بمشکل خارج ہونا لیکن شیخ نے اس کا تذکرہ بھی نہیں

کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ چیز قارورہ کے حالات میں سے نہیں ہے بلکہ مجری بول کے حالات کے تابع ہے۔

توضیح جنس لون سے ہماری مراد وہ چیز ہے جو قارورہ میں باصرہ سے نظر آئے۔ جیسے سفیدی و سیاہی اور ان کے درمیان رنگ اور جنس قوام سے مقصود قارورہ کا رقیق و غلیظ ہونا ہے۔ یعنی اگر ایسا ہو کہ کوئی جسم سیال اسے شگافتہ کر کے گزر نہ سکے تو وہ غلیظ ہے۔ اور اگر بآسانی گزر جائے تو رقیق ہے جنس صفائی و کدورت سے وہ حالت مراد ہے کہ جس میں نور بصر بآسانی یا بدقت نفوذ کر سکے اگر نور بصر قارورہ میں بآسانی نفوذ کر جاتا ہو تو وہ صاف ہے اور اگر دشوار ہو تو مکدر (گدلا) ہے۔ اس جنس اور جنس قوام میں فرق یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی چیز باوجود غلیظ القوام ہونے کے صاف ہوتی ہے۔ مثلاً انڈے کی سفیدی، پگھلا ہوا سریشم ماہی، روغن زیتون۔ یہ سب چیزیں غلیظ القوام ہیں مگر صاف ہوتی ہیں اور بعض چیزیں باوجود رقیق القوام ہونے کے مکدر (گدلی) ہوتی ہیں جیسے گدلا پانی کہ یہ انڈے کی سفیدی سے رقت میں بڑھا ہوا ہے۔ مگر صاف نہیں ہے۔ کدورت کا سبب یہ ہے کہ کچھ غیر معمولی اجزاء سیاہی مائل یا کسی دوسرے رنگ کی مائیت میں اس طرح مخلوط ہو جاتے ہیں کہ تمیز باقی نہیں رہتی۔ ان اجزاء کی آمیزش کی وجہ سے نور بصر بآسانی قارورہ میں نفوذ نہیں کر سکتا اور چونکہ یہ اجزاء خود بھی ممتاز نہیں ہوتے۔ لہذا یہ بھی تنہا محسوس نہیں ہوتے۔ کدورت اور رسوب میں فرق یہ ہے کہ رسوب کی

بذریعہ حس تمیز ہوتی ہے۔ مگر کدورت پیدا کرنے والے اجزاء محسوس نہیں ہوتے اور کدورت اور لون میں یہ فرق ہے کہ لون جوہر رطوبت میں پھیلا ہوا ہوتا ہے بخلاف کدورت کے۔ دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ رنگ کی آمیزش بمقابلہ کدورت کے زیادہ قوی ہوتی ہے اسی لئے کدورت جلد اور بآسانی دفع ہو جاتی ہے مگر رنگ نہیں دفع ہوتا ہے۔

دلائل الوان بول

رنگ قارورہ کے بارہ میں اقوال اطباء مختلف ہیں۔ جالینوس کا خیال یہ ہے کہ قارورہ کے اٹھارہ رنگ ہیں:۔ اترجی جو اعتدال پر دلالت کرتا ہے۔ ابیض۔ احمر قانی۔ احمر اقتم۔ اصہب۔ وردی۔ اشقر۔ ناری۔ ارجوانی زعفرانی۔ اسود۔ کمد۔ نیلجی۔ رصاصی۔ اخضر۔ فستقی۔ رمادی بنفشی (بادام تلخ کے پھول سے مشابہ)

اور شیخ نے فصول میں چھ رنگ بیان کئے ہیں:۔ ارجوانی۔ زعفرانی ابیض۔ اسود۔ کراثی۔ اترجی۔

اور اس کتاب میں اصول الوان پانچ قرار دیئے گئے ہیں۔ اصفر احمر اخضر۔ ابیض۔ اسود اور ان میں سے ہر ایک کے چند طبقات بیان کئے ہیں۔

قارورہ کی زردی اور اس کے طبقات و اقسام

بول اصفر سے ابتدا کرنے کی دو وجہیں ہوئیں۔ اولاً یہ کہ قارورہ کا طبعی رنگ

اترجی۔ اصفری کے اقسام سے ہے۔ دوسرے یہ کہ قارورہ اکثر و بیشتر زرد ہی رنگ کا ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ صفرا تمام خلطوں سے زیادہ رقیق و لطیف ہے۔ اس لئے مائیت میں اس کی آمیزش زیادہ ہوتی ہے تاکہ اپنی حدت سے قوت دافعہ کو پیشاب خارج کرنے کے لئے متنبہ کر دے۔ اس کے علاوہ تمام اخلاط میں سرخی کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور سرخی میں مائیت مل جانے کے بعد زردی آجاتی ہے۔ بہرحال لون اصفر کے چھ طبقات ہیں۔

۱۔ تبنی یہ رنگ قدرے زردی اور شفاف مائیت کے ملنے سے بنتا ہے۔ جو گھاس کے پانی سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کو پہلے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کمی کی جانب میں معتدل سے زیادہ قریب ہے۔

یہ قارورہ یا تو قلت صفراء کی علامت ہوتا ہے۔ یا کثرت مائیت کی صفرا کی کمی کبھی تو اس لئے ہوتی ہے کہ وہ حقیقتاً کم ہوتا ہے اور کبھی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ حقیقتاً کم نہیں ہوتا ہے۔ مگر دوسری طرف مائل ہونے کی وجہ سے قارورہ میں زیادہ نہیں آتا۔

اور کثرت مائیت یا تو زیادہ پانی پینے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یا پھلوں کے کھانے سے یا مجرائے بول کی طرف بلغم رقیق گرنے سے یا اعضاء میں ذوبان ہونے سے۔

۲۔ اترجی یہ پوست اترج کے ہم رنگ ہوتا ہے۔ یہ حالت صحت کا رنگ ہے۔ جو نضج پر دلالت کرتا ہے۔ مائیت میں صفرا بمقدار معتدل مخلوط ہوتا ہے۔ قدیم اطباء کی ایک جماعت کے

نزدیک حالت صحت کا رنگ وہ ہے۔ جو تیز زردی اور شوخ سرخی کے درمیان ہو۔ ہم انشاء اللہ آئندہ اس سے بحث کریں گے۔

۳۔ اشقر یہ وہ زرد رنگ ہے جو قدرے سرخی مائل ہو۔ یہ بجانب زیادتی معتدل سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اور غلبہ حرارت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں صفرا بکثرت موجود ہوتا ہے۔

۴۔ صفرنارنجی یہ رنگ بہ نسبت اشقر کے سرخی اور چمک کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور زیادتی غلبہ حرارت پر دلالت کرتا ہے۔

۵۔ ناری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں آگ کی طرح شعاع ہوتی ہے۔ یہ رنگ زعفران کے رنگ سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا نام اصفر مشبع بھی ہے۔ اس میں نارنجی سے زیادہ سرخی پائی جاتی ہے۔ لہذا یہ اس سے بھی زیادہ غلبہ حرارت پر دلالت کرتا ہے۔

۶۔ زعفرانی یہ رنگ خود زعفران کی پتیوں کے رنگ سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا نام احمر ناصع ہے۔ اس میں مذکورہ بالا تمام پیشابوں سے زیادہ سرخی پائی جاتی ہے اور سب سے زیادہ غلبہ حرارت کو بتاتا ہے۔

اترجی کے بعد والی سب قسمیں حرارت کی علامتیں ہیں۔ مگر تبنی حرارت کی علامت نہیں ہے۔ بلکہ قدرے برودت کی علامت ہے۔ اور اترجی نہ تو حرارت پر دلالت کرتا ہے نہ برودت پر بلکہ وہ دلیل اعتدال ہے۔ ہاں

اترجی کے بعد والی قسمیں حرارت کی دلیلیں ہیں۔ اور جس قدر ان طبقات میں زردی بڑھتی جاتی ہے۔ حرارت کی دلالت بھی بڑھتی جاتی ہے مثلاً زعفرانی جو زردی کا آخری مرتبہ ہے۔ اس سے حرارت کا زیادہ پتہ چلتا ہے۔ مگر یہ رائے شیخ بوعلی سینا۔ حسین ابن اسحاق صاحب کامل، اور ابوسہل مسیحی کی ہے۔ لیکن ابن ابی صادق کے نزدیک ناری باعتبار زعفرانی کے حرارت کی زیادہ دلیل ہے۔ اور مسیحی نے یہ کہا ہے کہ یہ رائے زیادہ صائب و درست ہے۔ کیونکہ ناری میں صفائی زیادہ ہوتی ہے اور زعفرانی گہرا ہوتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں خون کی آمیزش ہے اور خون بہ نسبت صفرا کے کم حرارت رکھتا ہے۔ یہی رائے محمد ابن ذکریا کی بھی ہے۔ کیونکہ اس نے کہا ہے کہ میں نے سرخ قارورہ میں اس قدر حرارت کبھی نہیں پائی جس قدر زرد قارورہ میں ہوتی ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ جس قدر زردی بڑھتی جاتی ہے، حرارت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جب قارورہ ناریت کے حد تک پہنچ جاتا ہے۔ جو زردی کی آخری منزل ہے۔ تو امراض بھی انتہائی حرارت تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ مذکورہ بالا زرد رنگوں کا سبب جس طرح صفرا ہوتا ہے اسی طرح حرکات شدیدہ، درد، بھوک، پانی کا نہ ملنا بھی کبھی کبھی ان کے اسباب بن جاتے ہیں کیونکہ یہ اسباب بھی حرارت مفرطہ کا سبب ہوتے ہیں۔

سرخی کے طبقات

دوسری قسم سرخی کے طبقات وہ چار ہیں:۔
پہلا طبقہ اصہب۔ یہ وہ رنگ ہے جو بھورا اور سرخی کی جانب مائل ہو۔

دوسرا طبقہ وردی۔ یہ وہ رنگ ہے جو باعتبار رون گل سرخ کے مشابہ ہوتا ہے۔
تیسرا طبقہ احمر قانی۔ جو بہت سرخ ہو۔
چوتھا احمر اقتم۔ یہ وہ سرخ رنگ ہے جس میں غبار آلودہ سرخی پائی جاتی ہے یہ عموماً گدلا ہوا کرتا ہے۔ یہ چاروں رنگ اکثر غلبۂ دم پر دلالت کرتے ہیں ہم نے اکثر کی قید اس لئے لگائی ہے کہ کبھی کبھی ان سے کسی دوسرے خلط کا بھی پتہ چلتا ہے چنانچہ احمر قانی کا سبب کبھی وہ سودائے لطیفہ ہوتا ہے جس کے ساتھ صفرا ملا ہوا ہو۔ اور اقتم کا سبب بلغم متعفن ہوا کرتا ہے بغیر اس کے کہ اس میں خون کی آمیزش ہو۔ شیخ نے جس طرح زردی کے طبقات کو درجہ بدرجہ بتایا ہے۔ اسی طرح سرخی کے طبقات کو درجہ بدرجہ نہیں بتایا۔ کیونکہ وہاں جس قدر زردی بڑھتی جاتی ہے۔ حرارت بھی بڑھتی جاتی ہے لیکن یہاں خون کی زیادتی کی وجہ سے سرخی نہیں بڑھتی ہے۔

اور مسیحی نے کہا ہے کہ درجہ بدرجہ ذکر نہ کرنے کی وجہ تو خود شیخ نے آگے چل کر بتا دی ہے جو یہ ہے کہ جس قدر رنگ زعفرانی ہوتا جائے گا۔ اسی قدر صفرا کی علامت بڑھتی جائے گی اور جب قارورہ اقتم ہو جائیگا تو وہ دمویت کی دلیل ہے۔

اور استاد نے فرمایا ہے کہ سرخی کے طبقات کو درجہ بدرجہ ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سرخی ہمیشہ غلبۂ دم پر دلالت نہیں کرتی۔ ہاں اکثر ضرور دلالت کیا کرتی ہے۔ اس لئے کہ احمر قانی کبھی کبھی اس سودائے لطیفہ کی وجہ سے ہوا کرتا ہے جس کے ساتھ صفرا کی آمیزش ہو۔ یوں ہی

اقسم بلغم متعفن کے وجہ سے ہوا کرتا ہے جس میں خون کی آمیزش نہیں ہوتی۔
لیکن استاد کا کہنا اگر مان لیا جائے تو یہ لازم آتا ہے کہ درجہ بدرجہ
ہی ذکر کیا جاتا۔ کیونکہ شیخ کا مطلب اگر یہ ہے کہ اکثر یہ سب رنگ غلبۂ دم پر
دلالت کرتے ہیں تو یقیناً اکثر یہی ترتیب ہوتی ہے لیکن اگر اس کا مطلب یہ
نہیں ہے۔ تو پھر بعدۃ الا کلام درست نہیں ہے۔
ناری رنگ احمر واقتم سے بھی زیادہ حرارت کو بتاتا ہے کیونکہ صفرار
میں خون سے زیادہ حرارت ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب ناری زعفرانی
سے کم درجہ میں ہے۔ اقتم سے زیادہ حرارت کو بتاتا ہے۔ تو زعفرانی جس کا
درجہ اس سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ وہ اقتم سے بھی زیادہ دلیل حرارت ہوگا۔
امراض حادہ محرقہ میں قارورہ کا رنگ زعفرانیت اور ناریت کے طرف
مائل ہوتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ قوام میں رقت ہو۔ تو اس سے نضج کی حالت
کا پتہ چلتا ہے۔" اور کتاب کے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ نضج کا خیال ہوتا
ہے لیکن پہلا نسخہ درست ہے۔ کیونکہ رقت قوام حقیقتاً نضج کو بتاتی ہے
صرف خیالی بات نہیں ہے۔ نیز اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ابھی نضج کی ابتدا
رنگ میں ہوئی ہے لیکن قوام میں نضج ظاہر نہیں ہوا ہے۔ اور جس وقت زردی
اتنی تیز ہو جائے کہ ناریت کی آخری حد تک پہنچ جائے۔ تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ
حرارت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس وقت یہ رنگ احمر ناصع کہا جاتا ہے
اب اس کے بعد اگر زردی میں صفائی بڑھ جائے تو یہ اس بات کی علامت
ہے کہ حرارت گھٹ رہی ہے۔ اور کبھی امراض حادہ دمویہ میں کسی رنگ کے

پھٹنے کے بغیر بعینہ خون کی طرح پیشاب ہوتا ہے۔ اس وقت یہ قارورہ شدید
امتلاء دموی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر ایسا قارورہ تھوڑا تھوڑا ہو اور اس کے
ساتھ ہی اس میں بدبو بھی ہو تو یہ ایک خطرناک علامت ہے خطرہ اس بات
کا ہے کہ کہیں قلب و دماغ میں خون زیادہ مقدار میں جمع ہو کر باعث اختناق
نہ ہو جائے۔ یہ خطرہ اس لئے ہوتا ہے کہ بدبودار قارورہ امراض دمویہ میں اس
بات کی علامت ہے کہ خون کا امتلاء شدید ہے اور وہ متعفن ہو چکا ہے۔
لہذا جب قارورہ تھوڑا تھوڑا ہوگا تو یہ اس بات کی دلیل ہوگا کہ قوت
بہت گھٹ گئی کیونکہ اگر قوت بہت قوی ہوتی تو یقیناً کثرت مادہ کی وجہ
سے بمقدار کثیر دفع کرتی اور جب خون بکثرت متعفن ہوگا تو لازمی طور پر غالبے
دماغ کی طرف اس کے انصباب کا خوف رہتا ہے۔ اس لئے کہ عفونت
کی حرارت اس خون کے حجم میں اور بھی زیادتی پیدا کر دیتی ہے اور شدت
امتلاء کی وجہ سے عروق میں گنجائش باقی نہیں ہے۔ پس خواہ مخواہ خون کا
ان اعضاء کی طرف انصباب ہوگا اور اگر ان باتوں کے ساتھ ساتھ قارورہ
کا قوام رقیق ہو اور رنگ و تعفن میں مثل سابق کے ہو تو یہ اور زیادہ
ردی ہے اس لئے کہ رقت قوام قلت مادہ کی وجہ سے نہیں ہوگی بلکہ اس کا
سبب یا تو سدہ ہوگا یا گردہ کا ضعف ہوگا جس کی وجہ سے وہ صرف
رقیق مادہ کو جذب کرتا ہے۔ یا غلیظ مادہ کو بھی جذب کرتا ہے لیکن اتنی
طاقت نہیں کہ وہ سوائے رقیق کے غلیظ کو بھی دفع کر سکے۔ اور اس میں
شبہ نہیں کہ جو صورت بھی ہو اس صورت میں قارورہ کا مثل خون سرخ

ہونا، تھوڑا تھوڑا ہونا، متعفن ہونا، بہت ردی ہے۔ ہاں! اس قسم کا پیشاب مقدار میں کثیر ہو تو بسا اوقات حمیات حادہ میں اور حمیات مختلطہ میں ایک اچھی علامت سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کا قارورہ وقوع بحران اور زوال مرض کی علامت ہوتا ہے۔

ہم نے حمیات حادہ اور مختلطہ کی قید اس لئے لگادی کہ ان دونوں بخاروں میں قارورہ کا خون کی طرح ہونا ممکن ہے۔ حمیات حادہ میں تو بالکل ظاہر ہے اس لئے کہ یہاں صفراء اور خون کا غلبہ ہوتا ہے لیکن حمیات مختلطہ میں اس وجہ سے ممکن ہے کہ مجموعہ اخلاط کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس قسم کا قارورہ باوجود زائد المقدار ہونے کے غلیظ نہ ہو بلکہ بحران کے وقت سے پہلے دفعتاً رقیق ہو جائے اس وقت یہ اچھی علامت نہیں ہے بلکہ اعادہ مرض کی علامت ہے بشرطیکہ اس کے قبل مرض میں افاقہ ہو چکا ہو۔ کیونکہ افاقہ مرض کے قبل اعادہ مرض ایک بے معنی بات ہے۔ اعادۂ مرض پر اس قارورہ کی دلالت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادہ میں لزوجت ہے اور مادہ عروق کے اندر چپکا ہوا ہے۔ یا ان کے اندر ستدہ پڑا ہوا ہے اور ان میں سے ہر ایک چیز سبب اعادہ حمی ہے۔

علامہ قرشی نے اس جگہ فرمایا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بحران کے قبل قارورہ کا رقیق ہونا کیونکر اعادہ مرض کی علامت ہو سکتا ہے اس لئے کہ اعادۂ مرض ہمیشہ افاقہ کے بعد ہوتا ہے اور افاقہ بحران کے بعد ہوا کرتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ افاقہ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ

بحران کامل کے بعد ہوا کرے۔ بلکہ ممکن ہے کہ بحران ناقص کے بعد مرض میں خفت آجانے کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔ لہٰذا اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ خون کے مشابہ قارورہ جو کثیر المقدار ہو کبھی بحران کامل اور افاقۂ مرض کی علامت ہوتا ہے۔ گویا افاقہ بحران ناقص کے ذریعہ ہوا ہو۔

ہاں اگر یہ افاقہ ایسے ناقص بحران کے ذریعہ ہوا ہو۔ جو بحران کامل کیلئے منذر ہوا کرتا ہے اور ابھی تک وہ بحران کامل نہ ہونے پایا تھا جس سے مرض بالکل دفع ہو جایا کرتا ہے اور اس افاقہ کے آغاز ہی میں قارورہ رقیق ہو گیا۔ تو بیشک یہ قارورہ اعادۂ مرض کی علامت ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں مرض اس بحرانِ ناقص کی وجہ سے گھٹ چکا ہے جس کی وجہ سے قارورہ کثیر مقدار میں آرہا ہے مگر اس کا دفعتاً رقیق ہو جانا یہ خبر دے رہا ہے کہ مادہ قارورہ کے ذریعہ سے نہیں خارج ہوتا ہے بلکہ کسی دوسری جگہ پلیٹ گیا۔ پس وہ دوسری جگہ ایسی ہو کہ جہاں سے اس مادہ کے نکلنے کی صورت ممکن ہو جیسے آنتیں کہ وہاں سے مادہ بذریعہ اسہال نکل سکتا ہے۔ یا معدہ کہ وہاں سے بذریعہ قے خارج ہو سکتا ہے تو اس حالت میں یہ قارورہ اعادۂ مرض کی علامت نہیں ہوگا۔ لیکن اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ وہ جگہ ایسی ہو کہ جہاں سے مادہ کا خروج ناممکن ہو۔ تو اس وقت اعادہ مرض کی علامت ہوگا۔ عموماً اعادۂ مرض اس لئے ہو جاتا ہے کہ جس عضو میں مادہ دفع ہوا ہے اس میں ورم پیدا ہو جاتا ہے" یہاں تک علامہ قرشی کا کلام تھا۔ لیکن مجھے اس کلام میں تامل ہے اس لئے کہ علامہ صاحب نے فرمایا ہے کہ بحران ناقص بحران کامل کے لئے منذر ہوتا ہے۔

حالانکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس کا طبیبوں میں سے کوئی قائل نہیں ہے
دوسرے ان کا یہ فرمانا کہ "مادہ جس وقت کسی ایسے عضو میں پلٹ جائے
جس سے خارج ہونے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ تو اعادۂ مرض ہوتا ہے" اور یہ
فرمانا کہ "عموماً اعادہ مرض اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ عضو جس میں مادہ
پلٹ کر گیا ہے۔ اس میں ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ ان دونوں اقوال میں
تناقض ہے کیونکہ مادہ جب کسی عضو میں پہنچکر ورم پیدا کر دیتا ہے۔ تو عموماً
اعادہ مرض نہیں ہوا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے مرض میں افاقہ ہو جاتا ہے۔ اور
عضو کا مادہ سے متورم ہو جانا اعادہ مرض نہیں ہے۔ بلکہ اعادۂ مرض یہ
ہے کہ سابق والا مرض پلٹ آئے۔

اسی طرح بحران اور افاقۂ مرض کے بعد اگر قارورہ تدریجاً رقیق نہ ہوا ہو
بلکہ دفعتاً رقیق ہو جائے تو یہ بھی اعادۂ مرض پر دلالت کرتا ہے اس لئے
کہ بحران کی وجہ سے جس وقت مادۂ مرض قارورہ کی طرف رخ کرتا ہے
اس وقت مناسب یہ ہے کہ جس قدر مادہ کم ہوتا جائے۔ تدریجاً پیشاب بھی
رقیق ہوتا جائے۔ لہذا پیشاب کا دفعتاً رقیق ہو جانا یہ بتا رہا ہے کہ مادہ کا
رخ پیشاب کی طرف سے ہٹ گیا اور کسی دوسری طرف پلٹ گیا اس لئے
اعادۂ مرض کا منذر ہوگا۔

اور مرض یرقان میں قارورہ کا یہ حکم ہے کہ پیشاب جس قدر زیادہ سرخ
ہوگا۔ یہاں تک کہ سرخی کی زیادتی سے سیاہی مائل ہو جائے۔ اور کپڑے
کو اس قدر رنگین کر دے جو چھوٹانے سے بھی نہ چھوٹ سکے۔ اور جس قدر کثیر المقدار

ہوگا اسی قدر اس مرض سے سلامتی کی امید زیادہ ہوگی۔

قارورہ کا کثیر المقدار اور مادہ یرقان سے رنگین ہونا اس لئے دلیل
سلامتی ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مادہ یرقان کا رخ مجاری بول کی طرف
ہے۔ لہذا وہ خارج ہو کر موجب صحت ہوگا۔ لیکن یرقان میں قارورہ کی اتنی
شدید سرخی جو مائل بہ سیاہی ہو۔ بلاشبہ دلیل سلامتی نہیں ہے کیونکہ اگر صفراء
محترق ہو کر سودائے محترق ہو جائے اور اس وجہ سے قارورہ کا رنگ شدید
سرخ مائل بہ سیاہی ہو جائے۔ تو یہ علامت بہتری نہیں ہے۔ ہاں اگر زیادہ
خارج ہونے کی وجہ سے صفراء میں تکاثف پیدا ہو گیا ہو اور اس وجہ سے
قارورہ میں رنگ مذکور پیدا ہو گیا ہو تو البتہ دلیل سلامتی ہوگی۔ ان دونوں
باتوں میں فرق یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر قارورہ کثیر المقدار ہو تو یہ سمجھا جائیگا
کہ احتراق کی وجہ سے نہیں ہے۔ اب اگر یہ خیال پیدا ہو کہ یرقان میں قارورہ
بغیر احتراق صفرا کے سیاہی مائل کیونکر ہوگا۔ تو اس کو اس طرح سمجھنا چاہیئے
کہ چونکہ مجاری بول تنگ ہوتے ہیں۔ اس لئے قارورہ جب کثیر المقدار
ہوگا۔ اور اس میں صفراء کی مقدار زیادہ ہوگی تو تنگی مجاری کی وجہ سے صفراء
میں تکاثف واقع ہوگا۔ اس لئے قارورہ مائل بہ سیاہی محسوس ہوگا جیسے کہ
دریا میں کثیر المقدار پانی نیلا محسوس ہوتا ہے۔ اور مرض یرقان میں سفید یا ہلکا
سرخ قارورہ جبکہ اس کے ساتھ یرقان اپنی حالت پر باقی رہے مرض استسقاء
کا منذر ہے کیونکہ جب صفراء محتبس ہو جائے گا۔ تو جگر کو سوء مزاج کی وجہ
سے ضرر پہنچائے گا۔ اگر جگر قوی بھی ہو تب بھی اس ضرر سے ضعیف ہو جائے گا۔

لہٰذا صفراء کو متمیز کر کے بذریعہ اسہال دفع کرنے پر قدرت نہیں رکھے گا جس کا
نتیجہ یہ ہوگا کہ استسقا پیدا ہو جائے گا۔
بھوک چونکہ حرارت پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا عموماً قارورہ میں گہرا رنگ
اور حدت پیدا کر دیتی ہے۔

سبزی کے طبقات

تیسری قسم سبزی کے طبقات وہ پانچ ہیں
۱. فستقی ۲. زنجاری ۳. آسمانجونی
۴. نیلجی ۵. کراثی۔

فستقی (وہ زرد رنگ جس میں سیاہی مخلوط ہو) برودت کی علامت
ہے۔ اسی طرح ہر وہ قارورہ جس میں سبزی ہو برودت پر دلالت کرتا ہے۔
کیونکہ سبزی سیاہی کے سبب سے پائی جاتی ہے جو برودت پر دلالت کرتی
ہے۔ لیکن ہر سبزی علامت برودت نہیں ہے۔ بلکہ وہ سبزی جو تیرہ و غیر شفاف
ہو وہی علامت برودت ہے اور صاف و شفاف سبزی غلبۂ صفراء کو
ظاہر کرتی ہے۔ اس لئے دلیل حرارت ہے۔ مگر زنجاری (سبزی مائل بہ سفیدی)
اور کراثی (گندنے کے رنگ کا) قارورہ باوجود سبز ہونے کے احتراق
شدید پر دلالت کرتا ہے۔ پھر بھی کراثی باعتبار زنگاری کے بہتر ہے
کیونکہ زنگاری میں احتراق بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ زنگاری
میں خلط محترق کی رطوبت اس قدر فنا ہو جاتی ہے کہ اس کا رنگ سفیدی
کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔
تعب و تکان کے بعد قارورہ کا زنگاری ہونا تشنج کی علامت ہے

اس لئے کہ وہ احتراق جو قارورہ کے زنگاری ہونے کا سبب ہے۔ تکان کے
وقت اعصاب میں بہت زیادہ ہوگا۔ کیونکہ اعصاب آلات حرکات ہیں۔
جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں جفاف و یبوست زیادہ پیدا ہو جائے گی اور تشنج
یبسی پیدا ہوگا۔ یونہی بچوں میں بھی زنگاری قارورہ کا ہونا دلیل تشنج ہے۔
اس لئے کہ بچوں کے اعصاب ضعیف ہوتے ہیں اور بآسانی تشنج کی قابلیت
رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کے قارورہ میں اگر احتراق کی وجہ سے سبزی پیدا ہوگی
تو تشنج یبسی عارض ہوگا۔ اور اگر سبزی کا سبب برودت ہوگی تو ان کے
اعصاب کی رطوبتوں میں جمود پیدا ہو کر تشنج امتلائی عارض ہوگا۔
۳. اور آسمانجونی (آسمانی) قارورہ" وہ رنگ جو فضا کے رنگ کے
مشابہ ہوتا ہے۔ جیسے آسمان کا رنگ سمجھا جاتا ہے یعنی سیاہ قدرے سفیدی
کے ساتھ (صاف نیلا) اکثر حالتوں میں شدید برودت کی علامت ہے۔
برودت پر اس لئے دلالت کرتا ہے کہ اس رنگ کا سبب یا تو یہ ہوتا ہے
کہ مائیت سے مخلوط ہونے والے اخلاط میں جمود پیدا ہو کر سیاہی آجاتی ہے
یا مائیت کے ساتھ سودا مخلوط ہو جاتا ہے۔ مگر یہ سودا احتراقی نہیں ہوتا
کیونکہ اس میں زردی بالکل نہیں ہوتی۔
اکثر کی قید اس لئے کی گئی ہے کہ اگر سودا کے مخلوط ہونے سے
سیاہی پیدا ہو گئی ہے تو اس حالت میں شدید برودت پر دلالت نہیں
کرے گا۔ کیونکہ سودا میں شدید برودت نہیں ہوتی۔ ہاں اگر جمود کی وجہ
سے سیاہی پیدا ہوئی ہے۔ تو بیشک شدید برودت کی علامت ہوگا۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ آسمانی رنگ کا قارورہ اس قسم کے زہر کھانے کی علامت ہے جو حرارت عزیزیہ کو بجھا دیتا ہے۔ جس سے رطوبتوں میں انجماد واقع ہوتا ہے ایسی صورت میں اگر قارورہ کے اندر رسوب موجود ہو۔ تو مریض کے زندہ رہنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ رسوب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طبیعت فی الجملہ تصرف کر رہی ہے۔ اگر قارورہ میں رسوب نہ ہو تو موت کا خطرہ ہے۔ اس لئے کہ رسوب کا نہ ہونا بتاتا ہے کہ قوت ساقط ہو چکی۔

ملا اور زنگاری قارورہ موت کی بہت بڑی علامت ہے کیونکہ یہ بتاتا ہے کہ احتراق بہت شدید ہے۔ شیخ صاحب نے نیلگوں قارورہ کا کوئی حکم نہیں بیان کیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ نیلے اور آسمانی دونوں رنگوں کا ایک ہی سبب ہے یعنی مائیت میں مخلوط ہونے والے اجزاء کا زیادہ منجمد ہو جانا یا کثیر مقدار میں سودا کی آمیزش۔ لہذا جب دونوں کا سبب ایک ہے تو حکم بھی ایک ہوگا۔ یعنی یہ بھی مثل آسمانی قارورہ کے برودت کی علامت ہوگا۔

نیلے اور آسمانی میں فرق یہ ہے کہ نیلے میں بہ نسبت آسمانی کے سیاہی زیادہ اور سفیدی کم ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے سبزی کے طبقات میں بول زیتی کو بھی داخل کیا ہے۔ جو بدن کی دسومت (چکنائی) پگھلنے سے حاصل ہوتا ہے اگر ذوبان کا ابتدائی زمانہ ہوتا ہے تو اس قارورہ کو رنگ میں زیتی کہتے ہیں اور اگر تزید کا زمانہ ہو تو قوام میں زیتی کہتے ہیں اور اگر ذوبان کا انتہائی

زمانہ ہو تو رنگ اور قوام دونوں میں زیتی کہتے ہیں۔

سیاہی کے طبقات

چوتھی قسم سیاہی کے طبقات۔ واضح رہے کہ سیاہ رنگ میں کبھی تو یوں اختلاف ہوا کرتا ہے کہ ملنے والی چیزیں مختلف ہوا کرتی ہیں۔ اس کا حکم بھی ظاہر ہے اور کبھی رنگ سابق منتقل ہو کر سیاہی کی طرف آجاتا ہے۔ شیخ صاحب نے اسی دوسری صورت کے تین درجات بتائے ہیں۔

پہلا درجہ:۔ وہ سیاہ رنگ کا قارورہ جس میں زعفرانی رنگ کے بعد سیاہی پیدا ہوئی ہو جیسا کہ یرقان میں ہوتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے۔ کہ صفرا میں احتراق پیدا ہو کر تکاثف ہو گیا ہے۔ بلکہ صفرا محترق ہو کر سودا بن گیا ہے۔ یعنی قارورہ جس وقت زعفرانی ہو کر سیاہ ہو گیا ہو۔ تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ صفرا میں تکاثف اور احتراق واقع ہو گیا ہے۔ کیونکہ یہ حالت بتاتی ہے کہ بے شبہ بدن میں سودا پیدا ہو رہا ہے۔ اور اگر یرقان کے پیدا ہونے سے قبل ایسا قارورہ ہو تو یرقان کے لاحق ہونے کی خبر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ:۔ وہ قارورہ ہے جس میں اقتم ہونے کے بعد سیاہی پیدا ہوئی ہو۔ یہ سودائے دموی کی خبر دیتا ہے۔ کیونکہ جب خون میں احتراق پیدا ہوتا ہے تو وہ سیاہ ہو جاتا ہے۔

تیسرا درجہ:۔ وہ قارورہ ہے جس میں سبزی اور نیلگونی کے بعد سیاہی پیدا ہوئی ہو۔ یہ خالص سودا کی علامت ہے جس کا نتیجہ برودت ہے۔

بہرحال سیاہ قارورہ یا تو سخت (۱) احتراق کی علامت ہے یا
سخت (۲) برودت کی علامت یا حرارت (۳) غریزیہ کے ختم ہو جانے کی علامت
یا اس (۴) بات کی علامت ہے کہ بحران واقع ہوا اور طبیعت نے فضلات
سوداویہ کو دفع کر دیا ہے۔ یا اس بات کی علامت ہے کہ کوئی ایسی
چیز استعمال کی گئی ہے جو رنگ میں سیاہی پیدا کرتی ہے۔
اگر سیاہ قارورہ احتراق مواد کی وجہ سے ہوگا، تو اس کی علامتیں
حسب ذیل ہیں:۔
۱۔ بدن میں شدید احتراق اور حرارت کی نشانیاں پائی
جائیں گی۔
۲۔ اس سے پہلے زرد یا سرخ رنگ کا قارورہ ہوگا۔
۳۔ قارورہ کے اجزا رسوبیہ مجتمع اور اکٹھے نہیں ہوں گے
بلکہ غیر مستوی اور پراگندہ ہوں گے۔
۴۔ قارورہ زیادہ سیاہ نہ ہوگا۔ بلکہ زعفرانیت، زردی، اور
سرخی کی طرف مائل ہوگا۔ اس صورت میں اگر زردی کی طرف مائل ہو تو
عموماً یرقان پر دلالت کرے گا۔
اور اگر قارورہ میں سیاہی برودت کی وجہ سے ہوگی تو اسکی
علامتیں حسب ذیل ہیں:۔
۱۔ اس سے پہلے قارورہ میں سبزی اور نیلاہٹ ہوگی۔
۲۔ اجزا رسوبیہ تھوڑے اور اس طرح مجتمع ہوں گے گویا خشک ہیں

۳۔ اس میں سیاہی بہت خالص ہوگی یعنی کسی دوسرے رنگ کی
طرف مائل نہیں ہوگی۔
اس کے علاوہ ان دونوں حار اور بارد مزاجوں میں یہ بھی فرق ہے کہ
اگر سیاہ قارورہ میں تیز بو بھی موجود ہو تو حرارت کی نشانی ہے۔ اور اگر کسی قسم
کی بو نہ ہو تو برودت کی علامت ہے۔ کیونکہ طبیعت جس وقت غلبۂ برودت
سے مغلوب ہو جاتی ہے تو قارورہ میں کسی قسم کی بو نہیں ہوا کرتی اس لئے
کہ وہ حرارت جو بو کو برانگیختہ کرنے والی تھی موجود نہیں ہے۔
اور اگر قارورہ میں سیاہی حرارت غریزیہ کے ساقط ہونے سے
پیدا ہوئی ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ اس قارورہ کے بعد قوت ساقط
اور طبیعت نڈھال ہو جائے گی۔
اور اگر قارورہ میں سیاہی بحران اور اس وجہ سے پیدا ہوئی
ہے کہ طبیعت بدن کو پاک کر کے سیاہ مواد کو بذریعہ قارورہ خارج
کر رہی ہے تو اس کی علامتیں حسب ذیل ہیں:۔
۱۔ اس سے پہلے قارورہ بغیر نضج کے پانی ایسا ہوگا۔ جیسا کہ حمی ربع
کے آخر میں ہوتا ہے۔ نیز امراض طحال و درد پشت و درد رحم کے آخر
زمانہ میں ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام بیماریاں مادۂ غلیظہ سودا سے ہوتی
ہیں۔ نیز اس قسم کا قارورہ حمیات سوداویہ لیلیہ و نہاریہ کے آخر زمانہ
میں ہوتا ہے۔ کتاب کے اکثر نسخوں میں یوں ہی لکھا ہوا ہے۔ لیکن میرے
خیال میں یہ غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ حمیات لیلیہ و نہاریہ بلغمیہ ہوتی ہیں

لہٰذا ان پتوں میں قارورہ سیاہ نہیں ہوگا۔ اور بعض نسخوں میں حمیات
لیلیہ و نہاریہ ہے۔ لیکن یہ اور زیادہ غلط ہے۔ اور بعض نسخوں میں صرف
حمیات سوداویہ ہے لیلیہ و نہاریہ کا ذکر نہیں ہے یہی صحیح ہے اور ان
سوداوی پتوں سے مراد وہ پتیں ہیں جو پانچویں، چھٹیں اور ساتویں دن آتی
ہیں۔ کیونکہ یہ سب سوداوی ہیں اور بعض نسخوں میں اس طرح ہے۔
حمیات سوداویہ پانچویں دن والی اور چھٹے دن والی اور ساتویں دن
والی یہ نسخہ بالکل صحیح ہے۔

اسی طرح قارورہ اس وقت بھی سیاہ ہوتا ہے جبکہ امراض احتباس
طمث و احتباس دم بواسیر زائل ہونے لگتے ہیں۔ احتباس طمث کے زائل
ہونے پر اس وجہ سے سیاہ ہوتا ہے کہ بوقت احتباس خون حیض کا لطیف حصہ
تحلیل ہو جاتا ہے اور بقیہ میں تکاثف پیدا ہوتا ہے جس پر سودا کا غلبہ ہو جاتا ہے
اور دوسری صورت میں اس لئے قارورہ سیاہ ہو جاتا ہے کہ وہ خون جس کی مقعد
سے خارج ہو جانے کی عادت ہو جاتی ہے۔ خواہ شقاق المقعد کی وجہ سے ہو یا
بواسیر کے سبب سے سوداوی ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مرض زیادہ تر
سوداوی المزاج کو عارض ہوتا ہے۔ لہٰذا جب یہ خون حبس ہو جائے گا تو
اکثر مثانہ کی طرف رخ کرکے قارورہ میں سیاہی پیدا کر دے گا علی الخصوص
اگر طبیعت یا پیشاب ادرار کے لئے معین و مددگار واقع ہو۔

اسی طرح ان عورتوں کا پیشاب بھی سیاہ ہوتا ہے جن کو احتباس
طمث عارض ہوا ہو اور طبیعت ان فضلات خون کو جو بصورت حیض

خارج ہوتے تھے۔ قبول نہ کرکے مثانہ کی طرف پھینک دیا کرتی ہے
۲۔ اس پیشاب کے بعد مریض کو اپنے بدن میں خفت محسوس ہوتی ہے۔
۳۔ پیشاب مقدار میں بہت زیادہ ہوگا۔ کیونکہ بحران کی وجہ سے حبس
شدہ مادہ خارج ہو جائے گا۔ لہٰذا مقدار میں زیادہ ہوگا۔ لیکن اگر سیاہ قارورہ
نہ تو تنقیہ کی وجہ سے ہو اور نہ بحران کی وجہ سے اور نہ مادۂ ملونہ کے باعث
تو یہ ردی علامت ہے۔ کیونکہ ان کے علاوہ سیاہی یا تو احتراق کی وجہ سے
ہوگی یا جمود کی وجہ سے اور یہ دونوں باتیں ردی ہیں۔ علی الخصوص امراض
حارہ میں۔ کیونکہ ان امراض میں مواد رقیق ہوتے ہیں۔ لہٰذا قارورہ میں
سیاہی اسی وقت آئے گی جبکہ احتراق شدید ہو اور یہ نہایت ردی علامت
ہے بخصوصیت کے ساتھ اس وقت اور زیادہ ردی ہے جبکہ قارورہ
تھوڑی تھوڑی مقدار میں خارج ہوتا ہو۔ چونکہ اس وقت یہ معلوم ہوتا
ہے کہ شدت احتراق نے رطوبت کو اس طرح فنا کر دیا ہے کہ پیشاب
کی مقدار بھی گھٹ گئی ہے۔

اس قارورہ میں جس قدر غلظت بڑھتی جائے گی۔ اسی قدر ردارت
بھی بڑھتی جائے گی کیونکہ زیادہ غلیظ ہونا بتا رہا ہے کہ اجزائے ارضیہ
کی زیادتی اور رطوبت کی کمی ہے قارورہ بخلاف جس قدر رقیق ہوتا جائے گا
اسی قدر ردارت بھی گھٹتی جائے گی۔ کیونکہ رقت اس بات کی علامت
ہے کہ احتراق اس حد تک نہیں پہنچا ہے۔ جو رطوبتوں کو فنا کر دے۔
اور کبھی سیاہ رنگ یا گہرے سرخ رنگ کی شراب پینے سے

بھی قارورہ سیاہ یا گہرے سرخ رنگ کا ہوجاتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ پی ہوئی شراب بغیر تغیر و تبدل جسم سے اپنی سابق حالت پر خارج ہوجاتی ہے۔ مگر یہ قارورہ خطرناک نہیں ہے یعنی بمقابلہ اس سیاہ قارورہ کے جو احتراق یا جمود سے پیدا ہوتا ہے۔ اس میں خطرہ کم ہے۔ لیکن فی الحقیقت یہ بھی پرخطر ہے۔ کیونکہ اگر شراب اعتدال سے پی گئی ہو۔ اور طبیعت نے اس میں بالکل تصرف نہ کیا ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ قوت ساقط ہوچکی ہے۔

اور اکثر سیاہ قارورہ امراض حادہ میں بحران صالح کی علامت ہوتا ہے جیسے کہ مرض یرقان اصفر میں کیونکہ کبھی کبھی بغیر احتراق صفرا کے صرف اس وجہ سے کہ صفرا میں تکاثف پیدا ہوگیا ہے۔ قارورہ سیاہ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جب اس صفرا میں تکاثف پیدا ہوگا جو یرقان ایسے مرض حاد کا سبب ہے تو یقیناً بصورت بحران سیاہ قارورہ خارج ہوگا اور اس کی سیاہی بحران کی علامت ہوگی۔

کتاب کے اکثر نسخوں میں بجائے یرقان کی مثال کے یوں مثال پیش کی گئی ہے "جیسے کوئی مریض (اس رنگ کا) رقیق القوام پیشاب کرے اور اس میں رسوبی اجزا متفرق طور پر معلق و منتشر ہوں تو یہ قارورہ اکثر دردسر، بیداری، ثقل سماعت اور اختلاط عقل پر دلالت کرتا ہے لیکن میرے خیال میں یہ نسخہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اس میں جو دلیل بیان کی گئی ہے وہ بحران صالح پر دلالت نہیں کرتی۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ سیاہ قارورہ تغلیظ ہونے کے بعد اگر رقیق ہوجائے۔ تو اس بات کی

علامت ہے کہ بدن مادہ سے پاک ہوگیا۔ تو شاید درست ہوسکے۔
محمد ابن ذکریا نے کہا ہے کہ میں نے ایک کثیر جماعت کو دیکھا ہے کہ ان لوگوں نے ایک یا دو دن سیاہ رنگ کا پیشاب کیا اور پھر ان کے قارورہ میں رقت پیدا ہوگئی اور وہ لوگ بالکل اچھے ہوگئے۔

کتاب کے بعض نسخوں میں بجائے مثال کے یوں لکھا ہے جو صحیح ہے اور اگر مریض کا قارورہ رقیق القوام ہو اور اس میں رسوبی اجزا متفرق طور پر ہر جانب معلق و منتشر ہوں۔ تو یہ قارورہ دردسر، بےخوابی، ثقل سماعت اور اختلاط عقل پر دلالت کرتا ہے۔ دردسر کی علامت اس لئے ہے کہ مواد کا رخ دماغ کی جانب ہے اور بیداری کی علامت اس لئے ہے کہ مواد میں حدت ہے۔ لہٰذا جب اوپر کی طرف صعود کریں گے تو بیداری کے سبب ہوں گے، اور ثقل سماعت کی علامت اس لئے ہے کہ صفرا کان تک زیادہ پہنچ رہا ہے اور اختلاط عقل کی علامت اس لئے ہے کہ اوپر صعود کرنے والے مواد میں کثرت ہے۔

علی الخصوص اگر رقت بول کے ساتھ مقلد (تھوڑی تھوڑی) دفعہ زیادہ بو تیز اور مریض بخار میں مبتلا ہو تو یہ قارورہ دردسر اور اختلاط عقل کی بہت بڑی علامت ہے۔ کیونکہ بخار سے غلیان زیادہ پیدا ہوتا ہے جو موجب تبخیر ہے اور تبخیر دردسر کا سبب ہے اور بو کی تیزی یہ بتاتی ہے۔ کہ وہ حرارت غریبہ جو تبخیر پیدا کرنے والی ہے نہایت قوی ہے۔ اور عفونت اچھی طرح پیدا ہوچکی ہے۔

اگر اس قارورہ کے ساتھ بیداری، ثقل سماعت، اختلاط عقل
اور درد سر موجود ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ نکسیر پھوٹنے والی ہے۔ لیکن یہ
بات اسی وقت ہوگی جب ان مذکورہ بالا امراض کے ساتھ علامتیں
بھی اچھی ہوں۔ جیسے نبض وغیرہ کا قوی ہونا۔ کیونکہ قوت ہی مادہ کو اوپر
کی طرف لے جاتی ہے۔ تاکہ اس کو بدن سے دفع کردے۔ لہذا اکثر بذریعہ
رعاف خارج کر دیتی ہے۔

اور کہا ہے سیاہ رقیق قارورہ حصاۃ الکلیہ کا سبب ہوتا ہے
کیونکہ قارورہ کے اجزائے غلیظ گردہ میں محتبس ہو کر حصاۃ (پتھری) کی
صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

"روفس نے کہا ہے کہ سیاہ قارورہ امراض گردہ و مثانہ اور
ان امراض میں جو اخلاط غلیظ سے پیدا ہوتے ہیں اچھا سمجھا جاتا ہے لیکن
یہی قارورہ امراض حادہ میں ہلاکت کی دلیل ہے"

پہلے کی وجہ تو یہ ہے کہ ان امراض میں قارورہ کی سیاہی بحران کے
کے سبب ہوتی ہے کیونکہ گردوں میں حرارت یا برودت اس حد تک نہیں
حاصل ہوتی جو احتراق اور جمود پیدا کرے۔ لہذا بحرانی ہونے کی وجہ سے
سیاہ قارورہ اچھا سمجھا جاتا ہے اور دوسرے کی وجہ یہ ہے کہ امراض حادہ
کے مواد میں لطافت ہوتی ہے اس میں تکاثف اس حد تک پیدا نہیں
ہوتا کہ قارورہ سیاہ ہو جائے۔ سوائے شاذونادر صورتوں کے امراض
حادہ میں قارورہ کی سیاہی احتراق کی وجہ سے ہوتی ہے لہذا سیاہ قارورہ

علامت ردی ہوگا۔

گو کہ چونکہ روفس کے قول سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سیاہ قارورہ امراض
گردہ و مثانہ میں ہمیشہ علامت محمود ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں
ہے۔ اس واسطے شیخ صاحب فرماتے ہیں:-

میں کہتا ہوں کہ امراض گردہ و مثانہ میں بھی کبھی سیاہ قارورہ
علامت ردی ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وہاں شدید احتراق ہو۔ اس لئے
بغیر تمام علامات پر نظر کئے ہوئے اس کو اچھا نہ کہہ دینا چاہیئے۔ تاکہ
حکم لگانے میں غلطی نہ واقع ہو۔ یہ علامتیں جن پر نظر ڈالنے کی ضرورت
ہے وہ عوارض ہیں جو اس قارورہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں مثلاً اگر سیاہ
قارورہ کے بعد مریض کو آرام اور خفت محسوس ہو تو حکم دینا چاہیئے
کہ یہ قارورہ بحرانی ہے اور علامت محمود۔ لیکن اگر اس قارورہ کے بعد
مریض کو آرام اور خفت نہ محسوس ہو تو اس صورت میں علامت محمود نہ ہوگا۔

اور مشائخ (عمر رسیدہ) میں سیاہ قارورہ بالکل اچھا نہیں ہے
کیونکہ یہ معلوم ہے کہ سیاہ قارورہ عموماً احتراق شدید کی وجہ سے ہوتا
ہے۔ اور احتراق شدید ان کے مزاج کی برودت سے بہت دور ہے
لہذا جب تک ان کے مزاج میں فساد عظیم جو احتراق شدید کا باعث
ہو۔ پیدا نہ ہوا ہو۔ اس وقت تک سیاہ قارورہ ناممکن ہے اس وجہ
سے ان لوگوں میں یہ قارورہ سخت ردی ہے۔ اور یہی حال عورتوں
کا بھی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بوڑھوں اور عورتوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ ہر شخص کا سیاہ قارورہ بجز بحرانی قارورہ کے، ردی علامت ہے اور یہ کہنا کہ بوڑھوں اور عورتوں میں بمقابلہ دوسروں کے مزاج میں فساد عظیم ہونے کی وجہ سے ہوا کرتا ہے نا قابل تسلیم ہے اس لئے کہ یہ لوگ اپنے مواد کی غلظت و جمود کی وجہ سے بمقابلہ دوسرے لوگوں کے سیاہ قارورہ کے لئے زیادہ مستعد و آمادہ رہتے ہیں۔ لہٰذا قارورہ کا سیاہ ہونا مزاج کے فساد عظیم پر موقوف نہیں ہوا کرتا۔

"تو جواب یہ ہے کہ سیاہ قارورہ سے مقصود وہ سیاہ قارورہ ہے جو احتراق کی وجہ سے سیاہ ہوا ہو۔ اور چونکہ اکثر قارورہ کے اندر سیاہی احتراق ہی کے وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ اس لئے شیخ صاحب نے اکثریت پر نظر کرتے ہوئے مطلقاً سیاہ قارورہ کہہ دیا۔ اور یہ معلوم ہے کہ بوڑھوں اور عورتوں کا مزاج غلبۂ برودت کی وجہ سے احتراق سے بہت محفوظ رہتا ہے۔ اگر کسی وقت ان لوگوں میں احتراق پیدا ہوگا تو یقیناً اس کا سبب کوئی قوی محرق ہوگا۔ لہٰذا مزاج میں فساد عظیم پیدا ہوگا۔

تعب و تکان کے بعد سیاہ قارورہ تشنج کی علامت ہے کیونکہ شدت تعب کے سبب سے رطوبتیں فنا ہو جاتی ہیں اور جسم میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے خشکی و احتراق ہو جاتا ہے اور یہ اکثر اعصاب محرکہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا تشنج پیدا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قارورۂ سیاہ ابتدائے حمیات میں قتال و مہلک ہوتا ہے۔ کیونکہ ابتداء میں نہ تو بحران کی وجہ سے ہوگا۔ اور نہ بحران کا منذر ہوگا۔ لامحالہ اس کا سبب احتراق ہوگا۔ اور جب زمانہ ابتداء میں حرارت اتنی تیز ہے کہ اس نے احتراق پیدا کر دیا۔ تو زمانہ انتہا میں یقیناً اس قدر تیز ہو جائیگی کہ ہلاک کر دے گی۔ یوں ہی زمانہ انتہا میں بھی اگر سیاہ قارورہ ہو۔ اور اس کے بعد مرض میں کچھ خفت نہ محسوس ہو (جو دلیل بحران ہے) تب بھی موت کی علامت ہے۔

سفیدی کے طبقات

پانچویں قسم سفید قارورہ:۔
واضح رہے کہ سفید کے دو معنی لئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی چیز رقیق و شفاف ہو کہ جس میں شعاعیں نفوذ کر جائیں اور اس کے پیچھے کی چیزیں دکھائی دیں۔ جیسا کہ عوام صاف شیشہ صاف بلور کو جو شفاف ہوتا ہے سفید کہتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت یہ چیزیں سفید نہیں ہیں۔ بلکہ یہ چیزیں متکاثف ہونے کی وجہ سے سفید دکھائی دیتی ہیں جس طرح پانی منجمد ہو جانے کے بعد سفید نظر آتا ہے۔ دوسرا حقیقی سفید یعنی جس کا رنگ مفرق بصر ہو جیسے دودھ اور کاغذ کا رنگ۔ ان سفید چیزوں میں شفاف نہ ہونے کی وجہ سے شعاعیں نفوذ نہیں کرتیں۔ کیونکہ شفاف حقیقتاً وہ ہے جس میں کوئی رنگ نہ پایا جاتا ہو اس لئے حقیقی شفاف چیزوں میں کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ جیسے ہوا اور آسمان۔ لہٰذا وہ سفید شفاف قارورہ جیسے

رقت قوام کی وجہ سے شعاعیں نفوذ کر جاتی ہوں۔ برودت کی علامت ہے
اور نضج سے مایوسی کی خبر دیتا ہے۔ کیونکہ ایسا قارورہ صرف پانی ہوگا۔
اس لیے کہ اگر اس میں کوئی دوسری چیز مخلوط ہوتی تو ضرور کچھ رنگ آتا۔
اور کچھ قوام گاڑھا ہوتا۔ لہذا کسی دوسری چیز کا نہ مخلوط ہونا بتاتا ہے۔
کہ ہضم کبدی باطل ہو چکا ہے۔ نضج و طبخ سے مایوسی ہے۔
اگر شفاف قارورہ کچھ غلیظ ہو تو بلغم رقیق کی علامت ہے کیونکہ اگر
بلغم غلیظ ہوتا تو قارورہ شفاف مائی نہ ہوتا۔ اور حقیقی سفید قارورہ ہمیشہ
غلیظ ہوگا۔ کیونکہ یہ رنگ بغیر کسی قلیل البیاض غلیظ چیز کے ملے ہوئے نہیں
پیدا ہو سکتا اس حقیقی سفید قارورہ کی سات قسمیں ہیں:-

۱۔ وہ قارورہ جس کی سفیدی مخاطی (بلغمی) رنگ کی ہو۔ یہ کثرت
بلغم اور خامی کی علامت ہے۔ یعنی بلغم لزج غلیظ القوام پر دلالت کرتا ہے۔

۲۔ وہ قارورہ جس کی سفیدی دسومت (چکناہٹ) کی طرح سے
ہو یہ شحم و سمین کے پگھلنے کی علامت ہے۔

۳۔ وہ قارورہ جس کی سفیدی اہالی (مکھن کے گھی سے مشابہ) ہو یہ اس
بات کی علامت ہے کہ جسم میں بلغم موجود ہے اور ذوبان شروع ہو گیا یا عنقریب
شروع ہونے والا ہے۔ کیونکہ یہ قارورہ باوجود چکنا ہونے کے غلیظ ہوتا ہے
اور شحمی قارورہ زیادہ غلیظ نہیں ہوا کرتا۔ لہذا غلظت بلغم کے مخلوط ہونے کی
وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ عنقریب شروع ہونے سے مراد یہ ہے کہ ذوبان ظاہر
بظاہر شروع ہو جائے گا۔ ورنہ درحقیقت کچھ نہ کچھ ذوبان شروع ہو چکا ہے

کیونکہ جب تک فی الجملہ بھی ذوبان نہ ہوگا۔ قارورہ میں روغنیت نہیں آ سکتی
اور کتاب کے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ یہ قارورہ بلغم کی علامت ہے۔ اور
اس بات کی علامت ہے کہ ذوبان موجود ہے یا عنقریب ہونے والا ہے
اور منقح القانون نے کہا ہے کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ قارورہ روغنیت
میں گھی کے مشابہ ہوگا۔ اس لیے کہ جو قارورہ روغنیت میں گھی سے مشابہ ہوتا
ہے اسے بول زیتی کہتے ہیں۔ جس کا ذکر شیخ صاحب نے آخر میں کیا ہے
بلکہ مقصود یہ ہے کہ قلت مادہ و خامی اخلاط کی وجہ سے یہ قارورہ گھی
سے رنگ و قوام میں مشابہ ہوگا۔

۴۔ وہ قارورہ جس کی سفیدی مثل فقاع (جو کی شراب) کی
سفیدی کے ہو اور قوام رقیق اور پیپ بھی ہمراہ ہو۔ یہ قارورہ قرحہ آلات
بول کی علامت ہے۔ اور اگر اس قارورہ کے ہمراہ پیپ نہ ہو تو اس
بات کی علامت ہے کہ کچا اور خام مادہ کثیر المقدار موجود ہے۔
کبھی اس قسم کا قارورہ مرض سنگ مثانہ میں بھی ہوتا ہے مگر سنگ
گردہ میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُس کا رنگ سرخی مائل ہوتا ہے۔
خلاصہ یہ کہ قارورہ فقاعی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کے ہمراہ پیپ
ہوتی ہے جو قروح آلات بول میں ہوتا ہے اور دوسرے کے ساتھ پیپ
نہیں ہوتی۔ یہ دوسرا یا تو اس بات کی علامت ہے کہ مادہ کثیر المقدار خام
موجود ہے۔ یا اس بات کی علامت ہے کہ مثانہ میں پتھری موجود ہے جو
پگھل پگھل کر خارج ہو رہی ہے۔ لیکن حصاۃ الکلیہ کی علامت نہیں ہے۔

کیونکہ گردوں کی پتھری کا رنگ پگھلنے پر سرخ ہوتا ہے۔ بہرصورت اس قارورہ
کو رقیق کہنا مشکل ہے۔ کیونکہ جس قارورہ میں ریم ہو یا کثیر المقدار خام مادہ ہو
یا پگھلی ہوئی پتھری موجود ہو وہ رقیق نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر یہ کہا جائے
تو شاید درست ہو سکے کہ جس قارورہ میں صرف پیپ ہو وہی رقیق ہوگا
اور باقی یعنی جس میں مادہ کثیر خام ہو یا پگھلی ہوئی پتھری وہ بمقابلہ اس کے
بہت ہی غلیظ ہوگا۔

۵۷ وہ قارورہ جو منی کے مشابہ ہو۔ ایسا قارورہ عموماً اورام بلغمیہ
یا ترہل واستسقاء احشاء یا بلغم زجاجی سے پیدا شدہ امراض کے بحران
میں ہوا کرتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمیشہ بول منوی اس سفید مادہ سے
ہوا کرتا ہے جس میں حرارت کا غلبہ ہو۔ حرارت اس سفید مادہ کو رنگ و
قوام میں منی کے مشابہ بنا دیتی ہے۔ یہ صورت یا تو ان امراض کے بعد واقع
ہوتی ہے جو اس کے موجب ہوتے ہیں۔ یا امراض کے بعد نہیں ہوا کرتی ہے
اگر یہ صورت امراض کے بعد واقع ہو تو اس کا سبب یہ ہوگا۔ کہ مادہ بطور
بحران بول کی طرف دفع ہو رہا ہے جیسا کہ اورام بلغمیہ کے بحران میں ہوتا ہے
کیونکہ بحران مادہ کے نضج پانے کے بعد ہوتا ہے۔ اور یہ مادہ نضج پا جانے کے
بعد منی کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

اور کبھی اس قسم کا قارورہ بطور تنقیہ ہوا کرتا ہے جیسا کہ ترہل اور
استسقاء احشاء میں ہوتا ہے کیونکہ احشاء میں ترہل پیدا ہونے کا سبب یہ ہے
کہ ان کی غذا میں صرف ہونے والے خون کے ساتھ رطوبت و بلغم کی آمیزش

ہو جاتی ہے۔ اور جو ہر اعضاء سے مشابہت پیدا کرنے کے بعد منی کے
مشابہ ہو جاتی ہے۔ پھر جب ان مواد کو طبیعت قارورہ کی طرف
دفع کرتی ہے تو قارورہ بھی منی کے مشابہ ہوتا ہے۔

کبھی اس قسم کا قارورہ ان امراض میں ہوتا ہے جو بلغم زجاجی سے
ہوتے ہیں جیسے حمیات میں کیونکہ بخار اپنی حرارت کی وجہ سے بلغم کو مثل منی بنا دیتا
ہے۔ بلغم زجاجی کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ بلغم زجاجی بذریعہ حرارت
منی کا رنگ اختیار کر لینے کے لئے زیادہ تیار و مستعد ہوتا ہے۔ اور
دوسری صورت یعنی جبکہ اس قسم کے قارورہ امراض موجبہ کے بعد نہ ہو
تو اس کا شیخ صاحب اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

اور جب بول منوی اورام بلغمیہ کے بحران میں نہ ہو بلکہ ابتداءً شروع
ہو گیا ہو تو یہ قارورہ مرض سکتہ یا فالج کے لئے منذر ہے نیز صرع، تشنج
امتلائی، استرخاء اور لقوہ کا بھی منذر ہے کیونکہ جب اس قسم کے مادہ میں
حرارت اپنا فعل کرے گی تو اس کا بہت حصہ دماغ کی طرف صعود کر
جائے گا۔ لہٰذا اگر دماغ میں حبس ہو جائے گا تو سکتہ پیدا کر دے گا بشرطیکہ
سدہ تامہ ہو گیا ہو۔ ورنہ صرع اور دماغ اس قدر قوی ہو کہ صعود کرنے
والے مادے کو دفع کر دے۔ اس صورت میں اگر مادہ دفع ہو کر اعصاب کی
طرف صعود کرے اور مجاری اعصاب کو مسدود کر دے اور ان میں عرضاً
کھچاؤ پیدا کر دے تو تشنج پیدا ہوگا۔ ورنہ اگر بدن کے کسی ایک حصہ کی طرف
دفع ہوا ہے تو فالج و لقوہ پیدا کر دے گا۔

اور اگر بخار میں زمانۂ ابتدا سے زمانۂ انتہا تک پورے اوقات میں قارورہ سفید ہو تو زیادہ قرینہ ہے کہ بخار حمی ربع کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ قارورہ کا بخار کے تمام اوقات میں سفید ہونا غلظت مادہ کہ برودت مادہ اور نقصان حرارت کی وجہ سے ہوگا۔ اور بصورت بول مدت یہ مادہ سوداوی ہو کر موجب حمی ربع ہو جائے گا۔

۶۔ بول رصاصی۔ یہ وہ سفید قارورہ ہے جو مائل بہ سبزی ہو۔ اس کا دوسرا نام رمادی بھی ہے۔ اگر اس کے ساتھ رسوب نہ ہو تو یہ بہت ردی ہے۔ اس لئے کہ یہ قارورہ بلغم سے پیدا ہوتا ہے جو آمیزش سودا یا غلبۂ برودت کی وجہ سے نیلا ہو گیا ہو جب رسوب نہ ہوگا تو اس بات کی علامت ہوگا کہ مادہ میں خامی ہے اور برودت کا غلبہ ہے۔ لہٰذا ردی ہوگا۔ اور جب آمیزش سودا سے ہوگا تو قارورہ میں رسوب بھی ہوگا۔ اور یہ زیادہ ردی نہیں ہے۔

۷۔ بول لبنی یعنی وہ سفید قارورہ جس کے ساتھ غلظت بھی ہو۔ اس قسم کا قارورہ امراض حادہ میں ردی و مہلک ہے۔ کیونکہ اعضاء شحمیہ کے پگھلنے پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اگر اس قسم کا قارورہ بلغم غلیظ کی وجہ سے ہو تو ردی و مہلک نہیں ہے۔ ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ذوبانی قارورہ حرارت کے ساتھ ہوگا اور خارج ہونے کے بعد جم جائیگا۔

حمیات حادہ میں قارورہ کا رنگین ہونے کے بعد کسی قسم کا سفید ہو جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صفرا کا میلان کسی عضو کی طرف ہو گیا۔ جو

متورم ہو جائے گا۔ یا یہ کہ صفرا کا رخ امعاء کی طرف ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اسہال ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امراض حادہ میں صفرا کثرت سے ہوتا ہے لہٰذا اگر بذریعہ قارورہ خارج نہیں ہوگا تو اس کی دو ہی صورتیں ہوں گی۔ یا تو کسی عضو کی طرف رُخ کر کے ورم پیدا کرے گا۔ یا آنتوں کی طرف گر کر بذریعہ اسہال خارج ہو جائے گا۔

اکثر یہ قارورہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مادہ سر کی جانب متوجہ ہو گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امراض حادہ میں قارورہ کے سفید ہونے کا سبب یہ ہے کہ صفرا کا میلان کسی دوسری جانب ہو جاتا ہے۔ اب اگر اس کا رخ ظاہر بدن کی طرف ہو اور صفرا بھی رقیق اور نضج شدہ ہو تو پسینہ کے ذریعہ سے خارج ہو جائے گا۔ اور اگر غلیظ، قلیل الحدۃ ہو تو زیر جلد محتبس ہو کر موجب یرقان ہوگا ورنہ اگر حدت زیادہ ہوگی تو اورام و بثور کا سبب ہو جائیگا لیکن اگر صفرا کا رخ اندرونی جانب ہو۔ تو اگر تجویف معدہ کی طرف جائیگا تو بذریعہ قے خارج ہو جائے گا۔ اور اگر تجویف امعاء کی طرف جائے گا تو بذریعہ اسہال خارج ہو جائے گا۔ اور اگر کسی عضو میں محتبس ہو جائے گا تو لامحالہ ورم پیدا کر دے گا۔ عموماً اس قسم کا عضو دماغ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ صفرا کا خاصہ ہے کہ وہ اوپر کی طرف صعود کرتا ہے۔ اور دماغ اپنی رطوبت اور تخلخل کی وجہ سے صعود کرنے والی چیز کا استقبال کیا کرتا ہے۔

اسی طرح اگر بحالت تپ قارورہ رقیق ہونے کے بعد دفعتاً سفید ہوجائے۔ تو اس بات کی علامت ہے کہ عنقریب اختلاط عقل پیدا ہونے والا ہے۔ کیونکہ قارورہ رقیق اور سفید صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ صفرا کا رخ اعضاء بول کی طرف سے ہٹ کر کسی دوسری جانب ہوجاتا ہے۔ اور یہ معلوم ہوچکا ہے کہ وہ عموماً دماغ کی طرف صعود کرتا ہے۔ لہذا اختلاط عقل پیدا ہوجائے گا۔

لیکن واضح رہے کہ یہ بات عموماً نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ اسی وقت یہ حکم لگانا چاہیے جبکہ کسی دوسرے عضو کی طرف صفرا کے رُخ کرنے کی علامتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے۔ اور قارورہ میں ابتداءً رقیق ہونے کی شرط اس لئے ہے۔ کہ اگر سفید قارورہ غلیظ ہوگا تو ممکن ہے کہ اس کا سبب صفراء کی قلت اور بلغم کی آمیزش ہو تو اس صورت میں جب قارورہ میں نضج ہوجائے گا اور بحران کے ذریعہ دفع ہوگا۔ تو سفید ہی ہوگا۔ مگر اختلاط عقل کی علامت نہیں ہوگا۔

اور اگر صحت کی حالت میں برابر قارورہ سفید رنگ کا ہے تو یہ عدم نضج کی علامت ہے کیونکہ نضج کے لئے رنگین ہونا لازم ہے اور یہاں رنگ معدوم ہے لیکن حالت صحت کی قید غیر ضروری ہے۔ کیونکہ بحالت مرض بھی عدم لون عدم نضج پر دلالت کرتا ہے۔

اور حمیات حادہ میں وہ اہالی قارورہ جو روغن زیتون سے مشابہ ہوتا ہے موت یا دق کے لئے منذر ہے۔ اس لئے کہ اس قسم کا قارورہ

ذوبان کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور بصورت ذوبان اگر قوت قوی ہوگی تو نتیجہ دق ہے ورنہ اگر قوت میں ضعف ہے۔ تو موت کا زمانہ قریب ہے اور کتاب کے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ وہ اہالی قارورہ جو دہی سے مشابہ ہو" لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ دہی کی سفیدی خالص ہوتی ہے اور اہالی قارورہ کی سفیدی خالص نہیں ہوتی۔ مگر منقح القانون کا خیال ہے کہ یہی صحیح ہے۔ کیونکہ رازی نے کتاب منصوری میں کہا ہے کہ حمیات حادہ میں دہی کے مشابہ قارورہ یا تو جلد موت آنے کی خبر دیتا ہے یا دق کی موت کے لئے تو اس وقت منذر ہے جب تپ میں سکون وخفت حاصل نہ ہو۔ اور دق کے لئے اس وقت منذر ہے جب تپ میں سکون وخفت حاصل ہوجائے۔

رازی کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قارورہ اس قارورہ کے علاوہ ہے جس کی سفیدی اہالی (گھی کی طرح) ہوتی ہے۔ کیونکہ وہاں یہ کہا گیا ہے کہ وہ قارورہ بلغم اور ذوبان کی علامت ہے۔ اور یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ قارورہ حمیات حادہ میں موت یا دق کے لئے منذر ہے۔ یہ منقح القانون کا بیان تھا۔ اور ہمارے خیال میں یہ درست بھی معلوم ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اس بات کے قائل ہو جائیں کہ گھی کے مانند قارورہ بغیر ذوبان کے بھی ہوسکتا ہے اور رازی کی توجیہ کو عقل بھی قبول کرے۔

واضح رہے کہ بول ابیض (سفید) ہمیشہ برودت مزاج اور

بول احمر ہمیشہ حرارت مزاج پر نہیں دلالت کرتا ہے۔ بلکہ کبھی مزاج حار صفراوی میں قارورہ سفید ہوتا ہے اور مزاج بارد بلغمی میں قارورہ سرخ ہو جاتا ہے کیونکہ صفرا جس وقت مجرائے بول کی طرف سے ہٹ کر دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور قارورہ کے ساتھ مخلوط نہیں ہوتا، تو قارورہ سفید ہو جاتا ہے۔ باوجودیکہ مزاج حار ہوتا ہے۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ سفید قارورہ میں خوب غور و تامل سے کام لیا جائے۔ اگر اس قارورہ میں چمک موجود ہو اور ثفل کثرت سے ہو اور اس کے ساتھ قوام بھی غلیظ ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ سفیدی کا سبب برودت اور بلغم ہے کیونکہ یہ علامتیں بلغم ہی کی ہیں۔ لیکن اگر چمک نہ ہو۔ نہ ثفل بکثرت ہو، نہ ثفل کے اجزاء مجتمع ہوں، نہ سفیدی مائل بکمودت ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ اس سفید قارورہ کا سبب صفراء کا جسم میں پوشیدہ ہو جانا ہے۔
علامہ قرشی نے فرمایا ہے کہ شیخ کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ وہ سفید قارورہ جس کا سبب برودت اور بلغم ہے۔ اور وہ سفید قارورہ جس کا سبب صفراء کا مجرائی بول سے الگ ہو جانا ہے ان دونوں قاروروں میں مندرجہ ذیل فرق ہے۔
اول اگر قارورہ چمک دار یا کمودت کی طرف مائل ہو تو اس کا سبب برودت ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اس کا سبب انصراف صفراء ہے۔ مگر یہ وجہ فرق اسی وقت درست ہو سکتی ہے جبکہ سفیدی سے حقیقی سفیدی مراد لی جائے۔ کیونکہ حقیقی سفیدی جس کا سبب برودت ہو

کبھی چمک دار ہوتی ہے۔ جیسا کہ بول مخاطی اور رفقاعی میں اور کبھی کمودت کی طرف مائل ہوتی ہے جیسا کہ بول رصاصی میں اور اگر انصراف صفراء اور ذوبان اس کا سبب ہوگا تو اس کی سفیدی کبھی دسومی ہوگی اور کبھی اہالی (گھی کی طرح) جس میں نہ تو چمک ہوتی ہے اور نہ نیلا پن لیکن اگر سفیدی سے مقصود شفاف ہے تو یہ فرق صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قسم کا قارورہ عموماً انصراف صفراء کی وجہ سے ہوتا ہے بشرطیکہ صفراء رقیق القوام ہو۔ لہٰذا اس صورت میں چمک اور کمودت کے ذریعہ اختلاف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ قارورہ خالص پانی کی طرح ہوگا۔
دوم اگر قارورہ میں ثفل کثیر المقدار ہو اور اس کے اجزاء مجتمع ہوں تو اس کا سبب برودت ہوگی۔ لیکن اگر ثفل کثیر مقدار نہیں ہے اور نہ اجزاء مجتمع ہیں تو اس کا سبب انصراف صفراء ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ اس دوسرے قارورہ میں جو کچھ ثفل ہوگا وہ مخلوط ہونے والے اخلاط کا ثفل ہوگا۔ لہٰذا اس کے اجزاء مجتمع نہ ہوں گے۔ کیونکہ ثفل کے اجزائے مجتمعہ ذوبان سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور جب اجزاء مجتمع نہ ہوں گے تو متفرق اور پراگندہ ہوں گے۔ لیکن وہ قارورہ جس کا سبب برودت ہے اس کے اجزائے متشابہہ برودت کے سبب مجتمع ہوں گے۔
مگر واضح رہے کہ یہ وجہ فرق اسی قارورہ میں درست ہو سکتی ہے جس میں ثفل پایا جاتا ہو۔

سوم[۳] اگر اوصاف مذکورہ کے ساتھ قارورہ میں غلظت بھی ہے تو اس کا سبب برودت ہے۔ ورنہ اگر غلظت نہیں ہے۔ تو اس کا سبب انصراف صفراء ہے۔

میرے خیال میں یہ وجہ فرق بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ سفید قارورہ سے اگر حقیقی سفید مراد ہے تو کچھ ضروری نہیں ہے۔ کہ غلظت کا سبب برودت ہی ہو۔ اس لئے کہ کبھی غلظت کا سبب انصراف صفرا بھی ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ بکثرت ذوبان ہو رہا ہو خصوصاً اس وقت جبکہ قارورہ میں کچھ مدت گذر جانیکی وجہ سے انجماد ہو گیا ہو۔ ہاں اگر سفید قارورہ سے مراد شفاف ہے تو گو اس صورت میں غلیظ قارورہ کا سبب اکثر بلغم اور برودت ہی ہوتی ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ رقیق قارورہ کا سبب انصراف صفرا ہی ہو۔ علامہ قرشی کا کلام ختم ہوا۔

میرے نزدیک علامہ کا کلام قابل نظر و اعتراض ہے۔ اس لئے کہ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ سفید قارورہ میں جب یہ تینوں باتیں یعنی چمک کثرتِ ثقل اور غلظت ساتھ ساتھ پائی جائیں تو اس قارورہ کا سبب برودت ہوگی۔ اس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعض صفتیں پائی جائیں اور بعض صفتیں نہ پائی جائیں۔ تو وہ قارورہ صحیح طور پر قابل استدلال نہ ہوگا۔ اب اس حالت میں ہر ایک وجہ فرق پر علامہ نے جو اعتراضات کئے ہیں۔ وہ خود بخود مندفع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تفرقہ مجتمعاً تینوں

صفات سے کیا گیا ہے۔ ایک ایک صفت سے تفرقہ نہیں ہے۔

اور اگر مرض حاد میں قارورہ سفید ہو اور سلامتی کی دلیلیں موجود ہوں۔ جن کی وجہ سے سرسام وغیرہ امراض دماغیہ کا خوف نہ ہو تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ مادہ حارہ کسی دوسرے راستے کی طرف مائل ہو گیا ہے اور آنتوں میں سحج پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ مادہ حارہ ہے۔ اور یہ اکثر بذریعہ اسہال خارج ہوتا ہے۔ لہذا آنتوں میں کثرت آمد و شد سے سحج پیدا کر دے گا۔

ہم نے اکثر اس لئے کہا ہے تا کہ یہ اعتراض نہ ہو سکے "کہ ہمیشہ مادہ گر کر باعث سحج نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ کبھی مادہ کا رخ معدہ کی طرف ہو جاتا ہے تو بذریعہ قے خارج ہوتا ہے۔ اور کبھی دماغ کی طرف رخ ہوتا ہے۔ تو بذریعہ رعاف خارج ہوتا ہے۔ اور کبھی جلد کی طرف رخ ہوتا ہے تو بصورت احتباس یرقان پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ پسینہ کے ذریعہ خارج ہوتا ہے۔

کیونکہ اس کبھی کبھی والی صورت کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر چونکہ اکثر بذریعہ امعا خارج ہو کر سحج پیدا کر دیتا ہے اس لئے شیخ صاحب نے خصوصیت کے ساتھ اسی اکثر پائی جانے والی حالت کا تذکرہ کیا۔

مگر استاد نے اس اعتراض کو ذکر کر کے یہ فرمایا ہے "کہ شیخ صاحب پر یہ اعتراض ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے سرسام کے بعد وغیرہ کہا ہے اور اس لفظ سے انہیں کبھی کبھی ہونے والی صورتوں کی طرف

اشارہ ہے۔ شیخ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرض حاد میں قارورہ سفید ہو اور سلامتی کی دلیلیں موجود ہوں۔ اور سرسام وغیرہ یعنی رعاف، یرقان، قے اور پسینہ کا خوف نہ ہو۔ تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ مادہ حارہ کسی دوسرے راستہ کی طرف مڑ گیا ہے اور سبج پیدا کر دے گا۔

شیخ صاحب کا یہ مطلب بالکل صحیح و درست ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہاں صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ اور چیزوں کو چھوڑ کر صرف سبج کا ذکر کیوں کیا جبکہ کثرت کے علاوہ اس کے ذکر کے لئے کوئی دوسری وجہ ترجیح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ استاد کے اس بیان کا آخری نتیجہ یہی نکلا کہ سبج کی تخصیص صرف اسی لئے کی گئی ہے کہ اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ اور یہی ہم نے بھی کہا تھا۔ لیکن استاد کا باقی کلام ضعیف و کمزور ہے۔ کیونکہ شیخ صاحب سرسام کے بعد لفظ وغیرہ سے قے اور پسینہ بلکہ رعاف و یرقان مراد نہیں لے سکتے۔

اور امراض باردہ میں سرخ قارورہ کے چند اسباب ہیں۔ سخت درد کا ہونا۔ جس کی وجہ سے صفرا تحلیل ہو کر آلات بول کی طرف دفع ہوتا ہے۔ جیسا کہ قولنج بارد میں ہوا کرتا ہے۔ یعنی وہ قولنج جس کا سبب وہ مادہ بلغمی ہو جو آنتوں کے طبقات میں تہ بتہ جمع ہو گیا ہو۔ جس نے ثفل و براز کو برآمد ہونے سے روک دیا ہو۔ تو چونکہ اکثر شدت درد میں نفس، قوای بدنیہ کو درد کے مقابلہ کے لئے متحرک

کرتا ہے اور ہیجان میں لاتا ہے جس سے روحیں مضطرب ہوتی ہیں اور جسم میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اور حرارت صفرا کو تحلیل کرتی ہے۔ لہٰذا قارورہ سرخ رنگ کا ہو جاتا ہے۔

۲۔ آنتوں اور مرارہ کے درمیانی نالی میں غلبۂ بلغم کی وجہ سے سدّہ پڑ جانا جس کی باعث صفرا اپنے مقررہ طبعی مقدار میں مرارہ سے آنتوں کی طرف نہیں آ سکتا۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ صفرا معدہ پر گر کر غثیان اور شدید قے صفراوی پیدا کر دے۔ اور ممکن ہے کہ معدہ پر نہ گرے بلکہ رجعت قہقری کر کے جگر میں پہنچ جائے اور محدب جگر میں چڑھ کر براہ بول خارج ہو جائے جیسا کہ اس سابق مرض قولنج بارد میں ہوا کرتا ہے۔

۳۔ ضعف جگر اور اس کی قوت کا اس قدر کمزور ہو جانا کہ مائیت اور خون کے درمیان تمیز نہ کر سکے۔ جیسا کہ مرض استسقائے بارد میں ہوا کرتا ہے۔ بشرطیکہ ساتھ ساتھ تپ موجود نہ ہو۔ کیونکہ اگر تپ موجود ہو گی تو قارورہ کی سرخی کا سبب اس تپ کو قرار دیا جائے گا۔ ہاں بغیر تپ اگر قارورہ سرخ ہو تو اس کا سبب جگر کی قوت ممیزہ ضعیف ہوتا ہے جس کی وجہ سے خون مائیت کے ساتھ مخلوط ہو کر بذریعہ بول خارج ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ عموماً امراض ضعف جگر میں قارورہ کا رنگ تازہ گوشت کے دھوون کی طرح ہوتا ہے۔

۴۔ سدّہ کی وجہ سے بلغم کا کسی جگہ بند ہو جانا جس سے عروق

کے اندر بلغم متعفن ہو کر رنگ بدل دیتا ہے اور سُرخ ہو جاتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ قارورہ کی مائیت غلظت کی طرف مائل اور اس کا ثقل کثیر المقدار اور غلیظ ہوگا۔ کیونکہ بلغم خود غلیظ ہوتا ہے اور جب سدّہ کی وجہ سے کسی مقام پر بند ہوگا۔ تو اجزائے لطیفہ کے تحلیل ہو جانے کے سبب سے اور بھی زیادہ غلیظ ہو جائے گا۔ اور دوسری علامت یہ ہے کہ اس کا رنگ ہلکا اور بغیر چمک کے ہوگا۔ بخلاف اس قارورہ کے جس کا سبب صفراء ہو کیونکہ اس کا رنگ چمکدار ہوگا اور مائیت میں نہ تو غلظت ہوگی نہ ثقل کثیر المقدار ہوگا۔

جب اس قارورہ اور صفراوی قارورہ میں فرق معلوم ہو چکا۔ تو اس سے قارورہ مذکورہ اور قارورہ دموی میں بھی فرق معلوم ہو جاتا ہے جو یہ ہے کہ قارورہ دموی کا رنگ بمقابلہ قارورہ مذکورہ کے چمکدار ہوگا۔

اب ایک بحث یہ باقی رہی کہ بلغم متعفن ہو کر کیونکر قارورہ کا رنگ سرخ کر دیتا ہے۔ حالانکہ بلغم کا رنگ سفید ہے۔ اور صفراء متعفن ہو کر قارورہ میں سرخی نہیں پیدا کرتا ہے۔ بلکہ سیاہی پیدا کرتا ہے اس کا کیا سبب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل راز یہ ہے کہ عفونت کی وجہ سے بلغم میں زردی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایسی زردی جب کسی کثیف مادہ میں ہوتی ہے تو وہ دیکھنے میں سرخ معلوم ہوتی ہے اور چونکہ صفراء میں لطافت کی وجہ سے چمکدار سرخی پائی جاتی ہے

لہٰذا جب اس میں تکاثف پیدا ہو جاتا ہے تو چمک زائل ہو جاتی ہے اور رنگ سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خون میں غلظت کی وجہ سے مشاہدہ ہوتا ہے

اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ابتدائے مرض میں قارورہ سفید ہوتا ہے پھر سیاہ و بدبودار ہو جاتا ہے۔ مثلاً مرض یرقان کا قارورہ۔ کیونکہ ابتدا میں بلغم کی کثرت اور صفراء کے ظاہر بدن کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے قارورہ سفید ہو جاتا ہے۔ نیز اس میں کسی قسم کی بدبو نہیں ہوتی کیونکہ برودت کا غلبہ ہوتا ہے اور قارورہ اس صفراء سے خالی ہوتا ہے۔ جس کے محتبس ہونے کی وجہ سے تیز بو پیدا ہوا کرتی ہے۔ پھر جب سدّہ واقع ہو جاتا ہے جس سے صفراء آنتوں کی طرف نہیں جا سکتا بلکہ پیشاب میں بکثرت خارج ہونے لگتا ہے تو قارورہ سیاہ و بدبودار بھی ہو جاتا ہے کیونکہ حرارت بہت قوی ہوتی ہے۔ یہ صورت کبھی کبھی ایک ہی دن میں پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کھانے کے بعد قارورہ سفید ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ حرارت جو رنگ پیدا کرنے والی ہے اب تک اس کا فعل معدوم ہوتا ہے۔ اور یہ سفیدی اس وقت تک برابر رہتی ہے جب تک کہ غذا ہضم ہو کر جگر کی طرف نہ پہنچ جائے۔ ہاں ہضم و جذب کے بعد قارورہ رنگین ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صاحبان بیداری کا قارورہ سفید ہوتا ہے اور ان کے قارورہ کی سفیدی کی امداد حرارت عزیزیہ کی تحلیل

سے بھی ہوتی ہے ۔ کیونکہ حرارت غریزیہ کے تحلیل سے ضعف ہضم اور رنگ کی کمی پیدا ہو جاتی ہے ۔ مگر اس صورت میں قارورہ کی سفیدی میں چمک نہیں ہوتی ہے ۔ بلکہ نضج نہ ہونے کی وجہ سے کدورت ہوتی ہے ۔

امراض حارہ میں سرخ قارورہ بہ نسبت مائی کے افضل و بہتر ہوتا ہے ۔ کیونکہ سرخ رنگ مرض حاد کی طبیعت کا مقتضی ہے ۔ اور اس بات کی علامت ہے کہ طبیعت اپنی اصلی حالت پر باقی و قائم ہے ۔ بخلاف ازیں مائی قارورہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یا تو قوت ساقط ہو چکی ہے ۔ یا صفرا کسی دوسری جانب متوجہ ہو گیا ہے ۔ اور یہ معلوم ہے کہ یہ علامت سرسام کیلئے منذر ہے ۔ لہذا مائی قارورہ ردی ہو گا ۔ اور جو قارورہ اپنے قوام کی وجہ سے سفید ہو وہ اس سفید قارورہ سے بہتر ہے ۔ جو مائی یعنی شفاف ہو ۔ کیونکہ پہلے قارورہ کا قوام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ طبیعت نے کچھ نہ کچھ تصرف کیا ہے ۔ لیکن مائی قارورہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ یہ مائیت پر باقی رہنے کی وجہ سے نضج کی طرف سے مایوس کن ہوتا ہے ۔ یہ بات امراض حادہ و غیر حاد سب میں صحیح و درست ہے ۔

علامہ قرشی فرماتے ہیں کہ امراض حادہ میں یہ بالکل غلط ہے ۔ اس لئے کہ قارورہ جو اپنے قوام کی وجہ سے سفید ہو امراض حادہ میں اس وقت ہوتا ہے جبکہ صفرا مخرج بول کی طرف سے ہٹ کر

کسی دوسری طرف متوجہ ہو گیا ہو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ذوبان بھی ہو ۔ اور مائی قارورہ صرف انصراف صفرا کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اس میں ذوبان کا ہونا کچھ ضروری نہیں ہے ۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں خطرہ کم ہوتا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ پہلا قارورہ دوسرے مائی قارورہ سے افضل و بہتر ہوا کرتا ہے تو یہ صحیح ہے ۔ مگر اکثر ہمیشہ نہیں کیونکہ سفید قارورہ کبھی اعضاء کے ذوبان کی وجہ سے بھی ہوتا ہے

مگر میرے خیال میں علامہ قرشی کا قول ناقابل اعتبار ہے کیونکہ پہلے قارورہ سے وہی مقصود ہے جو ہم نے بتایا ہے ۔ اور اس کے ساتھ ذوبان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۔

اور سرخ دموی قارورہ بہ نسبت سرخ صفراوی قارورہ کے زیادہ اماں بخش ہے ۔ کیونکہ قارورہ دموی شدت حرارت پر کم اور سلامتی پر زیادہ دلالت کرتا ہے ۔

اور سرخ صفراوی قارورہ بھی بحالت سکون صفرا زیادہ خطرناک و خوفناک نہیں ہوتا ہے ۔ ہاں اس وقت ضرور خطرناک ہو گا ۔ جب قارورہ میں حرکت و ہیجان ہو ۔ پہلے کی وجہ یہ ہے کہ سکون صفرا اس بات کی علامت ہے کہ صفرا میں حدت کم ہے ۔ لہذا کم خطرناک ہو گا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صفرا کا ایک عضو سے دوسرے عضو میں حرکت و ہیجان کرنا بتاتا ہے کہ اس کی مقدار زیادہ ہے ۔ اور حدت میں بھی زیادتی ہے ۔ لہذا زیادہ خطرناک ہو گا ۔

اور امراض گردہ میں سرخ قارورہ ردی علامت ہے۔ کیونکہ یہ قارورہ عموماً ورم حار پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اکثر یہ قارورہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ گردہ میں خون زیادہ اور حرارت قوی ہو۔ اور یہ صورت ورم کی حالت میں ہوا کرتی ہے۔

اسی طرح سرخ قارورہ دردِ سر میں اختلاط عقل کا منذر ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا قارورہ خون کی زیادتی کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور یہ ورم کے اسباب میں سے ہے۔ لہذا جب درد سر ہوگا تو لامحالہ ضعف کی وجہ سے سر، ورم کے لئے مستعد ہو جائے گا اور ورم اختلاط عقل کا موجب ہوا کرتا ہے۔

اور اگر امراض حادہ کے شروع میں قارورہ کا رنگ سرخ ہو اور یہ سرخی برابر قائم رہے اور اس میں رسوب نہ ہو تو اس سے ہلاکت کا خوف ہے۔ کیونکہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ طبیعت اس قدر کمزور ہو گئی ہے کہ مادہ میں نضج نہیں دے سکتی ہے۔ ورنہ اگر نضج دیتی تو رسوب کا ظہور ضرور ہوتا۔ اور یہ قارورہ ورم گردہ کی بھی علامت ہے۔ کیونکہ اس صورت میں گردے ضرور ضعیف ہوں گے لہذا گردوں کی طرف خون کثیر مقدار میں جذب ہوگا اور چونکہ مرض حار ہے لہذا خون میں حرارت غریزیہ کی شدت ہوگی۔ اور عموماً اس کے ساتھ ورم ہوتا ہے۔

اور اگر قارورہ میں سرخی کے ساتھ ساتھ کدورت بھی ہو۔ اور

برابر اسی حالت پر قائم رہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ جگر میں ورم ہے اور حرارت غریزیہ کمزور ہے۔ اس وجہ سے کہ جگر میں ورم سے ضعف پیدا ہو جاتا ہے اور ضعف جگر کی وجہ سے قارورہ کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے اور حرارت غریزیہ کے ضعف سے قارورہ میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ کدورت پیدا کرنا برودت کا خاصہ ہے۔

الوانِ مرکبہ

کبھی کبھی قارورہ کا رنگ مرکب ہو جاتا ہے جس کو بعض اطباء نے بہت سی قسموں میں تقسیم کیا ہے مثلاً:۔ ۱۔ اترجی ۲۔ اشقر ۳۔ رمادی ۴۔ حمی ۵۔ اصہب ۶۔ رصاصی ۷۔ غسالی ۸۔ زیتی ۹۔ ارجوانی ۱۰۔ حمری۔ لیکن چونکہ ان میں سے اکثر رنگوں کو شیخ صاحب نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں چار اخیر والے رنگوں کا بیان کیا جاتا ہے۔

بول غسالی

اوّل غسالی یہ وہ رنگ ہے جو تلذہ گوشت کے دھون کی طرح ہوتا ہے یا اس خون سے مشابہ ہوتا ہے جو پانی میں بھگو یا گیا ہو۔ اس قارورہ کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ اجزائے دمویہ اس مائیت کے ساتھ مخلوط ہو جاتے ہیں۔ جو مثانہ کی طرف جاتی ہے اس کا سبب یا تو ضعف جگر ہوتا ہے یا خون کی کثرت۔ مگر عموماً ضعف جگر ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ضعف جگر کسی سوئے مزاج کے غلبہ سے ہوا ہو کسی خاص سوء مزاج

کی تخصیص نہیں ہے۔ جب ضعف جگر کی وجہ سے ہوتا ہے تو یہ علامتیں پائی جاتی ہیں۔ ہضم کا ضعیف ہونا قوت کا کمزور ہو کر تحلیل ہو جانا۔

لیکن اگر قوت قوی ہے تو اس کا سبب صرف کثرت خون ہوگا یعنی خون کی زیادتی کی وجہ سے قوت ممیزہ پوری طرح خون کو مائیت سے جدا نہیں کر سکتی۔ لہذا خون کا کچھ حصہ مائیت کے ساتھ مثانہ کی طرف چلا جاتا ہے۔

بول زیتی دوم زیتی کبھی کبھی اس قارورہ کو کہتے ہیں جو دسومت (چکنائی) میں مثل روغن ہو۔ مگر یہ نہایت ردی قارورہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اعضاء کے پگھلنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس قارورہ کو ذوبانی بھی کہتے ہیں۔ اور کبھی زیتی اس قارورہ کو کہتے ہیں جو رنگ، قوام ولزوجت میں مثل روغن زیتون ہو۔ اس کا مخصوص نام سلقی بھی ہے یہ وہ قارورہ ہے کہ جس کا رنگ زرد ہوتا ہے اور اس میں روغنیت مخلوط ہوتی ہے۔ یہ قارورہ روغن زیتون سے ان وجوہ سے مشابہ ہوتا ہے کہ اس میں لزوجت موجود ہوتی ہے اور صفائی و شفافیت روغنی چمک کے ساتھ پائی جاتی ہے اور قوام میں رقت کے ساتھ غلظت کی طرف میلان ہوتا ہے۔ عموماً یہ قارورہ شر (برائی) پر دلالت کرتا ہے۔ خیریت، نضج، اور بہتری پر دلالت نہیں کرتا۔ ہاں کبھی بہتری ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات بہتری نہیں ہوتی۔ بلکہ نتیجہ برا ہوتا ہے۔ اور کبھی شاذونادر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خون کے روغنی مواد بطور بحران قارورہ میں خارج ہو رہے ہیں۔ اس بحرانی قارورہ کی نشانی

یہ ہے۔ کہ اس کے بعد مریض کو راحت حاصل ہوگی جیسا کہ تمام بحرانوں میں ہوا کرتا ہے۔ لیکن اگر بعد میں راحت نہ حاصل ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ مادہ کثرت کی وجہ سے خارج ہو رہا ہے۔

اور وہ بول زیتی مہلک ہے جس میں روغنیت کے ساتھ بدبو بھی ہو کیونکہ بدبو تعفن مواد کی وجہ سے ہوگی اور کثیر المقدار، غلیظ القوام، مختلف مواد میں عفونت ردی علامت ہے۔ خصوصاً جب قارورہ تھوڑا تھوڑا آرہا ہو تو یہ اور ردی ہے۔ کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ قوت کمزور ہو کر اس قدر عاجز ہو گئی ہے کہ تمام قارورہ بیک دفعہ نہیں خارج کر سکتی۔

اور جب اس قارورہ میں تازہ گوشت کے دھوون کی طرح کوئی چیز ملی ہوئی ہو تو یہ اور زیادہ ردی ہے۔ کیونکہ یہ بات اس وقت ہوتی ہے۔ جب جگر اس قدر ضعیف ہو جائے کہ خون سے مائیت کی تمیز نہ کر سکے۔ یہ صورت اکثر استسقاء، سل اور قولنج ردی شدید الوجع میں ہوتی ہے۔ استسقاء میں تو بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ خود ضعف کبد کی دلیل ہے۔ اور سل میں یہ وجہ ہے کہ اس مرض میں جگر میں ہزال ہو جاتا ہے۔ لہذا اس کی قوت کمزور ہو جاتی ہے یا یہ وجہ ہے کہ سل میں اعضاء لحمیہ کے ذوبان سے یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور سخت درد والے قولنج میں یہ وجہ ہے کہ درد کی شدت اعضاء کے قوتوں کو تحلیل کر دیتی ہے۔ لہذا ان کے افعال ضعیف و کمزور ہو جاتے ہیں یا یہ وجہ ہے کہ درد کی سخونت

سے گردوں کی چربی پگھلنے لگتی ہے اور ان کا ضعف انہیں اس خون کے استعمال سے باز رکھتا ہے۔ جو مائیت کے ساتھ ساتھ ان کے تغذیہ کے لئے پہنچتا ہے۔

اور کبھی بول زیتی سیاہ قارورہ کے بعد ہوتا ہے جو بہتری کی علامت ہے اس لئے کہ اس وقت بول زیتی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ احتراق اس قدر کم ہو جاتا ہے جو صرف قارورہ کے سیاہی کا سبب ہوتا ہے اور پھر اس کو زیتی بنا دیتا ہے۔ مگر واضح رہے کہ یہ اس وقت تک بہتری کی علامت ہے جب تک ذوبان نہ ہو۔ کیونکہ کبھی شدت احتراق کی وجہ سے اعضاء میں ذوبان پیدا ہو کر قارورہ زیتی ہو جاتا ہے لیکن یہ زیتی ذوبانی قارورہ موت کی علامت ہے۔

اور اکثر امراض حادہ میں چوتھے دن زیتی قارورہ کا ہونا اس بات کو بتاتا ہے کہ مریض ساتویں دن مر جائے گا۔ کیونکہ ہم آئندہ بتائیں گے کہ چوتھا روز ساتویں دن کے لئے منذر ہوا کرتا ہے۔ امراض حادہ کی قید اس لئے ہے کہ ان میں بول زیتی ذوبانی ہوگا اور موت کا حکم اسی ذوبانی قارورہ میں صحیح و درست ہے۔ لیکن بول زیتی سلقی میں درست نہیں ہے۔

زیتی کی قسمیں خلاصہ یہ ہے کہ بول زیتی ذوبانی کی عقلاً تین قسمیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) پورا قارورہ روغنی ہو (۲) صرف نیچے کا حصہ روغنی ہو (۳) صرف بالائی حصہ روغنی ہو۔ ذوبانی کی قید اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ سلقی کی یہ قسمیں نہیں ہوتیں اور عقلاً کی قید

اس لئے لگائی گئی ہے کہ تینوں قسموں کا پایا جانا محال ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ پورا قارورہ روغن ہی روغن ہو۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ قارورہ میں مائیت کے نیچے روغنیت ہو اس لئے کہ روغن ہمیشہ مائیت پر تیرتا رہتا ہے۔ اور ایک چوتھی قسم یعنی وسط قارورہ میں روغن ہو چونکہ یہ بھی ناممکن تھی اس لئے شیخ صاحب نے اسے ترک کر دیا۔

دوسری تقسیم نیز کبھی قارورہ رنگ کے لحاظ سے زیتی ہوتا ہے جیسا کہ سل اور خصوصاً ابتدائے سل میں ہوتا ہے اور کبھی قوام کے لحاظ سے اور کبھی دونوں کے لحاظ سے زیتی ہوتا ہے جیسا کہ امراض گردہ اور سل کے درجہ کمال اور انتہا میں پایا جاتا ہے۔ دراصل یہ زیتی کی دوسری تقسیم ہے۔ جو اطباء کے درمیان مشہور ہے۔ کہ یا تو بلحاظ رنگ یا بلحاظ قوام یا بلحاظ ہر دو زیتی ہوگا اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر بدن کی دسومت کا ذوبان ابتداء میں ہوگا تو یہ قارورہ بلحاظ رنگ زیتی ہوگا اور اگر زمانہ تزید میں دسومت کا ذوبان ہوگا تو بلحاظ قوام زیتی ہوگا اور انتہا میں دسومت کا ذوبان ہوگا تو یہ قارورہ بلحاظ رنگ و قوام زیتی ہوگا۔

اور شیخ صاحب نے پہلے کی مثال اس قارورہ سے دی ہے جو ابتدائی سل میں ہوا کرتا ہے کیونکہ اس وقت صرف شحم کا ذوبان ہوتا ہے۔ اور اس حد تک نہیں ہوتا جو قوام میں غلظت پیدا کرے اور دوسرے کی مثال میں امراض گردہ اور سل کے آخری درجہ کا قارورہ پیش کیا ہے۔ امراض گردہ میں تو یہ وجہ ہے کہ جب یہ مرض مختلف غلیظ اخلاط سے پیدا

ہوا ہو اور حرارت اس قدر بڑھ گئی ہو کہ گردہ کی چربی پگھل پگھل کر آ رہی ہو۔ تو یقیناً قارورہ رنگ و قوام ذوبانی ہوگا اور سل کے درجہ آخر میں یہ وجہ ہے کہ اس وقت میں ہڈیوں کا ذوبان شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قارورہ کے رنگ کے ساتھ قوام بھی زیتی ہوگا۔

سوم ۳ ارجوانی ہے یہ رنگ زردی اور گہری سبزی سے مل کر بنتا ہے۔ یہ قارورہ ردی ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا سبب احتراق سودا و صفرا ہے۔

چہارم ۴ جمری ہے۔ یہ وہ سرخ رنگ ہے جس میں سیاہی پائی جاتی ہے یہ قارورہ حمیات مرکبہ کی علامت ہے کیونکہ ان کی پیدائش متعدد اخلاط سے ہوتی ہے اور اگر تمام اخلاط ایک جگہ جمع کر دیئے جائیں۔ تو لامحالہ ان کا رنگ سرخ مائل بسیاہی ہوگا پھر تپ اپنی حرارت کی وجہ سے بھی اس میں سیاہی پیدا کر دیتی ہے۔ نیز یہ قارورہ غلیظ اخلاط سے پیدا ہونے والی حمیات کی بھی علامت ہے کیونکہ ان تپوں کے مواد تقریباً سیاہ ہوتے ہیں۔ اور تپ اپنی حرارت کی وجہ سے ان مواد میں لطافت پیدا کر کے صفرا کی کثرت کر دیتا ہے۔ لہٰذا رنگ میں سرخی بھی آ جاتی ہے۔ اور اگر یہ قارورہ صاف ہو۔ اور سیاہی قارورہ کے بالائی سرے کی طرف مائل ہو۔ تو یہ ذات الجنب کی نشانی ہے۔ استاد نے فرمایا ہے کہ یہ بات دلیل سے معلوم نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ تجربہ سے معلوم ہوئی ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل ناممکن ہے۔ اس لئے کہ جب قارورہ پر سیاہی غالب ہوگی تو

تو یہ غلبۂ سودا کی علامت ہوگی۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مرض ذات الجنب لطیف مواد سے پیدا ہوتا ہے جو غشائے مستبطن اضلاع میں نفوذ کر سکے۔ کیونکہ اس غشا کے چکنائی اور تنگی مسامات کی وجہ سے اس میں سوائے لطیف شئے کے کوئی دوسری چیز نفوذ نہیں کر سکتی۔

دلائل قوام و صفائی و کدورت

قارورہ کا قوام یا رقیق ہوگا، یا غلیظ یا معتدل۔

رقیق قارورہ نہایت رقیق قارورہ حالت صحت کا ہو یا حالت مرض کا بہر حال عدم نضج پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ جب نضج ہوگا۔ تو نضج شدہ مواد کی آمیزش سے مائیت میں قوام ضرور ہوگا۔ اور جب رقت کی وجہ سے قوام نہ ہوگا۔ تو نضج بھی نہ ہوگا۔

یا بہت رقیق قارورہ اس بات کی علامت ہوگا کہ رگوں میں سدے ہیں یا گردہ یا مجاری بول ضعیف ہے۔ لہٰذا یہ اعضا ضعف جاذبہ کی وجہ سے صرف رقیق اجزاء کو جذب کرتے ہیں۔ یا دوسرے اجزاء کو جذب تو کر لیتے ہیں۔ مگر ضعف دافعہ کی وجہ سے صرف بآسانی دفع ہو جانے والے رقیق اجزاء کو دفع کرتے ہیں۔

اور کبھی یہ قارورہ یہ بتاتا ہے کہ پانی بکثرت پیا گیا ہے اور کبھی اس بات کی دلیل ہے کہ مزاج میں شدید برودت اور قدرے یبوست ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی علامت ہوگی کہ یہ شخص نحیف البدن ہوگا

اور قارورہ میں قدرے نیلاہٹ ہوگی

امراض حادہ میں بہت زیادہ رقیق قارورہ ضعف قوت ہاضمہ اور عدم نضج پر دلالت کرتا ہے ۔

میرے خیال میں امراض حادہ کی تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ بحالت مرض قارورہ کا رقیق ہونا خواہ مرض حادہ ہو یا مرض مزمن ضعف قوی اور عدم نضج ہی کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ بلکہ مرض مزمن میں ایسا ہونا زیادہ مناسب ہے ۔ اور بظاہر حادہ کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ جب مرض حاد میں ایسا ہوگا تو مرض مزمن میں بدرجہ اولیٰ ہوگا ۔

واضح رہے کہ ابتدائے مرض میں قارورہ کا رقیق ہونا کچھ برا نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت مواد خام اور ناقابل خروج ہوتے ہیں ۔ سوائے اجزاء رقیقہ کے دوسرے اجزاء برآمد نہیں ہوتے لیکن زمانہ تزاید اور انتہا میں بلاشبہ رقیق قارورہ ردی ہے ۔ اس لئے کہ اس وقت تک ان مواد میں نضج ہو جانا چاہیئے تھا ۔ اور جب اس زمانہ تک قارورہ رقیق ہی ہے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ قوی میں بہت زیادہ ضعف ہے اور کبھی بہت رقیق قارورہ یہ بتاتا ہے کہ تمام قوتیں ضعیف ہیں ۔ اور وہ مائیت میں بالکل تصرف نہیں کرتیں ۔ بلکہ پانی جیسا داخل ہوتا ہے ۔ بعینہ ویسا ہی نکل آتا ہے ۔

اس قسم کا رقیق قارورہ بچوں میں بہ نسبت جوانوں کے زیادہ ردی ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ بچوں کا طبعی قارورہ جوانوں کے قارورہ سے زیادہ

غلیظ ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ مرطوب المزاج ہوتے ہیں ۔ اور مرطوب اجسام میں رطوبت فضلیہ کی کثرت ہوتی ہے ۔ نیز یہ بھی وجہ ہے کہ چونکہ بچوں کا سن نشوونما کا ہوتا ہے ۔ اور نمو کے لئے زیادہ مواد کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے بچوں کا بدن رطوبات کو زیادہ جذب کرتے ہیں اور اسی جذب رطوبت کی وجہ سے ان کا قارورہ زیادہ غلیظ ہوگا ۔

جالینوس نے یہ کہا ہے کہ بچوں کا قارورہ اس وجہ سے غلیظ ہوتا ہے کہ ان میں تھکن زیادہ پیدا ہوتی ہے اور ان میں اخلاط خام کی کثرت ہوتی ہے ۔

مسیحی نے یہ کہا ہے کہ بچوں کا قارورہ اس وجہ سے زیادہ غلیظ ہوتا ہے کہ ان کے کھانے پینے میں بدترتیبی ہوتی ہے اور کھانے پینے کے بعد حرکات میں کثرت ہوتی ہے ۔

لیکن یہ دونوں وجہیں کمزور ہیں کیونکہ ان دونوں وجہوں سے تو تخمہ ہونا چاہیئے ۔ اور تخمہ ہونے کی صورت میں قارورہ کو بجائے غلیظ ہونے کے رقیق ہونا چاہیئے ۔

خلاصہ یہ کہ جب طبعی قارورہ بچوں کا جوانوں سے غلیظ ہوتا ہے تو اگر حمیات حادہ میں ان کا قارورہ رقیق ہو جائے ۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنی طبعی حالت سے بہت دور ہو گئے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ بہ نسبت جوانوں کے ان میں قارورہ کا زیادہ رقیق ہونا بہت ردی ہے ۔

اور اگر یہ رقیق قارورہ بچوں میں برابر باقی رہے تو ہلاکت کی دلیل ہے ۔ اس لئے کہ یہ بتاتا ہے کہ مادہ نضج کو بالکل قبول نہیں کرتا اور طبیعت مادہ سے

عاجز آ گئی ہے۔ ہاں اگر اس کے ساتھ ہی ساتھ کچھ اچھی علامتیں موجود ہوں قوت بھی قائم ہو تو یہ قارورہ اس بات کی علامت ہوگا۔ کہ کسی جگہ خصوصاً ناحیہ جگر کے نیچے پھوڑا نکلنے والا ہے۔ کیونکہ جب قوت باقی ہوگی تو اس صورت میں بہت ممکن ہے کہ وہ مادہ کو بدن کے کسی گوشہ میں پھینک دے اور وہ گوشہ جگر کے نیچے زیادہ موزوں و مناسب ہے۔

اسی طرح الیسا رقیق قارورہ صحیح و تندرست اشخاص میں اگر مسلسل قائم رہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ جس مقام پر درد محسوس ہو رہا ہے۔ وہاں ورم پیدا ہوگا۔ اس لئے کہ جو فضلات قارورہ کے ذریعہ سے خارج ہوتے تھے۔ وہ محتبس ہوکر ورم پیدا کر دیں گے۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب قوت اس قدر قوی ہو کہ وہ مادہ میں نضج دے کر دفع کر سکتی ہو۔ ایسے لوگوں میں علی العموم کمر اور گردوں میں درد کا احساس ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ مادہ بذریعہ قارورہ دفع ہونے والا تھا۔ قوت اس کو اوپر پہنچانے سے عاجز رہتی ہے لہذا اپنے طبعی راہ میں یہ مادہ مجتمع ہوگا۔ کمر اور گردوں میں درد محسوس ہوگا جو اس بات کی علامت ہے کہ ان دونوں مقامات میں ورم پیدا ہوگا۔

لیکن اگر بوجھ اور درد کسی خاص جگہ میں نہ پایا جاتا ہو۔ بلکہ تمام بدن میں عام ہو تب اس قسم کا قارورہ شور۔ جدری اور عام بدن کے ورم پر دلالت کرے گا۔ کیونکہ مادہ تمام بدن

میں پھیل گیا ہے۔ اور اس کی علامت وہ اعیا ہوگی جس کا کوئی سبب نہ معلوم ہوگا۔

اور بوقت بحران قارورہ کا دفعتاً رقیق ہو جانا عود مرض کیلئے منذر ہے۔ کیونکہ یہ صورت مادہ کے عدم نضج کی وجہ سے ہوگی۔ ورنہ دفعتاً نہ ہوتی۔ بلکہ تدریجاً ہوتی۔ اور جب تدریجاً نہ ہوئی تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ قارورہ کو غلیظ کرنے والے مواد بعض مقامات میں حبس ہو گئے ہیں۔ اور یہ منذر نکس مرض ہے

غلیظ قارورہ

اور نہایت غلیظ قارورہ اکثر اوقات عدم نضج پر دلالت کرتا ہے۔ اور کثیر غلیظ القوام اخلاط کے نضج پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ قارورہ میں غلظت فضلات رقیقہ سے نہیں ہوتی۔ کیونکہ تنہا ان فضلات کا قوام غلیظ القوام قارورہ کی حد تک نہیں پہنچتا۔ لہذا بول سے مخلوط ہونے کے بعد کیونکر غلظت پیدا کر سکتے ہیں۔ بلکہ دراصل قارورہ میں غلظت یا تو غلیظ فضلات کے وجہ سے ہوتی ہے۔ یا نضج شدہ فضلات کے وجہ سے ہوتی ہے اور یہ دوسری صورت بوقت بحران ہوتی ہے جو بہت کم واقع ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ غلیظ قارورہ اکثر عدم نضج اخلاط اور کمتر نضج اخلاط پر دلالت کرتا ہے۔

حمیات خلطیہ کے زمانہ انتہا اور اورام خلطیہ کے شگافتہ ہونے کے وقت غلیظ قارورہ نضج اخلاط ہی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے

کہ نضج امراض کے زمانہ انتہا میں ہوتا ہے ۔ اور اورام کے شگافتہ ہونے کے وقت اس لئے کہ اس وقت مادہ کثیر مقدار میں خارج ہوتا ہے اور قارورہ کو بھی غلیظ بنا دیتا ہے بشرطیکہ یہ اورام آلات بول میں ہوں ۔ کیونکہ اگر کسی دوسری جگہ ورم ہوگا تو اس کا مادہ عموماً کسی دوسری جہت سے خارج ہوگا ۔

حمیات کے ساتھ خلطیہ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ حمیات دقیہ اور حمیات یومیہ میں ایسا قارورہ نضج کی علامت نہیں ہے ۔

امراض حادہ اس سے مستثنیٰ ہیں ۔ کیونکہ حادہ کے مواد میں رقت ہوتی ہے ۔ لہٰذا وہ قارورہ کو غلیظ نہیں کر سکتے اور نہ امراض حادہ میں خامی اور عدم نضج کی وجہ سے یہ بات ہو سکتی ہے کیونکہ ان کے مواد بصورت عدم نضج رقیق ہوتے ہیں ۔

اور اورام کے ساتھ خلطیہ کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اورام ریحیہ اور اورام مائیہ کے شگافتہ ہونے کی وجہ سے قارورہ غلیظ نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ ان میں کوئی خلط نہیں ہوتی جو مخلوط ہو کر قارورہ کو غلیظ کر سکے ۔

اور امراض حادہ میں غلیظ قارورہ زیادہ تر شر و فساد پر دلالت کرتا ہے چونکہ ایسا قارورہ اکثر ذوبان کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کم اورام کے شگافتہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن قارورہ کا مسلسل رقیق رہنا اس سے بھی زیادہ شر و فساد پر دلالت کرتا ہے ۔ کیونکہ غلیظ قارورہ ہضم

کی بھی علامت ہے جس کی وجہ سے قارورہ میں قوام پیدا ہوتا ہے ۔ لہٰذا چونکہ غلیظ قارورہ ہضم کی علامت ہے اور اس امر کی علامت ہے کہ قوتیں دفع مواد پر قادر ہیں ۔ اس لئے بہتری کی امید پیدا کر دیتا ہے ۔ اور چونکہ غلیظ قارورہ فساد و کثرت مادہ پر دلالت کرتا ہے اور اس امر کی علامت ہے کہ مادہ میں ایسا نضج نہیں پیدا ہوا ہے جس سے مادہ متمیز ہو کر قارورہ میں بشکل رسوب تہ نشین ہو جائے تو یہ شر و فساد پر دلالت کرتا ہے ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قارورہ کا مسلسل رقیق رہنا زیادہ شر و فساد پر دلالت کرتا ہے ۔

لیکن اس کا یہ نہیں مطلب ہے کہ رقیق قارورہ امراض حادہ میں بمقابلہ غلیظ قارورہ کے زیادہ شر و فساد پر دلالت کرتا ہے ۔ اس لئے کہ امراض حادہ میں غلیظ قارورہ عموماً ذوبان کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ اور بے شبہ یہ شر و فساد کی بڑی دلیل ہے ۔ بمقابلہ اس مسلسل رقیق قارورہ کے جو صرف عدم نضج پر دلالت کرتا ہے ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ مطلقاً مسلسل رقیق قارورہ مطلقاً غلیظ قارورہ سے شر و فساد پر زیادہ دلالت کرتا ہے کیونکہ غلیظ کبھی نضج کی بھی علامت ہوتا ہے مگر رقیق نضج کی علامت کبھی نہیں ہوتا ۔

رہا یہ امر کہ یہاں دونوں باتوں میں سے کون سی چیز غالب ہے آیا مادہ کا ہضم کے لئے تیار ہونا یا اس کا نضج سے نافرمانی کرنا ۔ تو اس کا پتہ بعد کے حالات سے ملتا ہے کہ اس قارورہ کے بعد علامت

حاصل ہوتی ہے۔ یا ضعف زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ اگر غلیظ قارورہ میں بمقابلہ عصیان مادہ کے ہضم زیادہ ہے تو یقیناً اس قارورہ کے بعد راحت حاصل ہوگی۔ یعنی مریض کا حال دربارۂ سلامتی و ہلاکت اچھا ہوگا۔ یہ نہیں کہ اعراض میں بھی خفت ہوجائے گی۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے غلط گمان کرلیا ہے کیونکہ کامل نضج کے بعد گاہے بحران واقع ہوتا ہے اور اس وقت اعراض میں بہت شدت ہوجاتی ہے۔

اور اگر غلیظ قارورہ میں بمقابلہ ہضم کے عصیان مادہ زیادہ ہو تو ضعف بڑھ جائے گا۔ کیونکہ مادہ نضج پانے میں طبیعت کی نافرمانی اور عصیان اسی وقت کرتا ہے۔ جب طبیعت ضعیف ہو اور مرض قوی ہو اور ان دونوں باتوں کا نتیجہ ضعف ہے۔

اور حمیات میں غلیظ قارورہ اسلم وہ ہے جو بیک دفع بمقدار کثیر خارج ہوجائے۔ کیونکہ اس صورت میں غلیظ قارورہ کا سبب نضج کی کمی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو مادہ نضج نہیں پاسکتا وہ بمقدار کثیر خارج بھی نہیں ہوسکتا۔ اور نہ اس کا سبب ذوبان ہے۔ اس لئے کہ ذوبان میں پگھلی ہوئی رطوبتیں فنا ہوجاتی ہیں۔ لہذا ان میں بھی قارورہ کی مقدار اس قدر زیادہ نہیں ہوتی۔ لہذا یہی باقی رہ گیا۔ کہ اس کا سبب یا تو کامل نضج و بحران ہے۔ یا کسی بڑے ورم کا شگافتہ ہونا۔ اور یہ دونوں صورتیں اسلم ہیں۔

یہ حکم تمام حمیات میں ہے خواہ حادہ ہوں یا مزمنہ۔ نیز یہ

حکم حمیات ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ دوسری امراض میں بھی یہی حکم ہے۔ لیکن حمیات کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ جب حمیات میں ایسا ہوگا تو دوسرے مرض میں بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ کیونکہ حمیات میں کثیر المقدار قارورہ ہونے سے یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا سبب وہ بلغمی مادہ ہو جس میں غلظت زیادہ ہو اور بوقت تپ اس میں ذوبان پیدا ہوجائے جس سے قارورہ میں کثرت ہوگئی ہے۔ لیکن دوسرے امراض میں یہ احتمال ناممکن ہے۔ کیونکہ حرارت غریبہ اس حد تک نہیں ہوتی ہے۔

یہ حکم دفعتاً خارج ہونے والے غلیظ قارورہ کا تھا۔ مگر جو غلیظ قارورہ تھوڑا تھوڑا خارج ہوتا ہو وہ کثرت اخلاط و ضعف قوت کی دلیل ہے کیونکہ مادہ کا خارج ہونے سے نافرمانی کرنا یا تو کثرت مقدار کی وجہ سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کو دفعتاً خارج کرنے سے طبیعت عاجز رہتی ہے۔ یا خود ضعف قوت کے سبب سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر مادہ کم ہوتا اور قوت قوی ہوتی تو اس کے لئے مادہ کو دفعتاً نکال پھینکنا ممکن ہوتا اور قارورہ کثیر المقدار ہوتا۔

نفع بخش وہ غلیظ قارورہ ہے جس کے بعد معتدل قارورہ ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ راحت حاصل ہوجائے۔ کیونکہ اقسام قارورہ غلیظ میں دو ہی قسمیں نفع بخش ہیں ایک وہ جس کا سبب دفع بحرانی ہو۔ دوسری وہ جو کسی ورم کے شگافتہ ہونے سے واقع ہو۔ اور جب ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات موجود ہو تو یقیناً قارورہ معتدل ہوگا

کیونکہ طبیعت نضج مادہ پر قوی ہو جائے گی اور یقیناً اس کے ساتھ ساتھ راحت بھی حاصل ہوگی اس لئے کہ مادہ موذیہ بھی دفع ہو چکا ہے۔

اور جب امراض حادہ میں رقیق قارورہ متغیر ہو کر غلیظ ہو جائے اور اس کے بعد کچھ راحت نہ محسوس ہو تو یہ ذوبان پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ اس کا سبب نہ تو نضج ہوگا۔ نہ ورم کا شگافتہ ہونا۔ ورنہ بعد میں تو راحت ضرور ہوتی۔ اور چونکہ بعد میں راحت نہیں حاصل ہوئی لہذا یقیناً اس کا سبب ذوبان ہوگا۔ خصوصاً اگر رقیق سے غلیظ کی طرف دفعتاً تغیر ہوا ہو۔ اور جسم میں حرارت پیدا کرنے کی قوت بھی موجود ہو۔ اور قارورہ میں بدبو بھی پائی جاتی ہو۔

اور صحیح و تندرست آدمی کو اگر برابر غلیظ قارورہ ہو رہا ہو۔ اور اطراف سر میں درد محسوس ہوتا ہو۔ نیز اعضا شکنی معلوم ہوتی ہو تو یہ حمی کے لئے منذر ہے

اطراف سر میں درد محسوس ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ ان لوگوں میں برابر غلیظ قارورہ کا ہونا اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ بدن میں مواد غلیظ کا امتلا ہے جس سے ردی غلیظ القوام بخارات اڑ کر سر کے اطراف میں پھیل کر تمدد و اذیت پہنچاتے ہیں۔ اور اعضا شکنی کی یہ وجہ ہوگی۔ کہ اعضا پر مادہ کا ثقل پڑ رہا ہوگا۔ اور کثرت امتلا کی وجہ سے مادہ اعصاب کو دبا رہا ہوگا۔

رہا یہ کہ یہ حمی کے لئے کیوں منذر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ

غلیظ مادہ جب محتبس ہو کر متعفن ہو جاتا ہے تو اس سے حرارت غریبہ پیدا ہوتی ہے جو افعال کو ضرر پہنچاتی ہے اور اسی کا نام بخار ہے۔

اب یہ سوال باقی رہا کہ جس شخص کو برابر غلیظ قارورہ آ رہا ہو اور اطراف سر میں درد محسوس ہو رہا ہو اور اعضا شکنی ہوتی ہو اسے صحیح و تندرست کیونکر کہا جا سکتا ہے اور غالباً یہی خیال کر کے رازی نے صحت کی شرط نہیں لگائی ہے۔ بلکہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اگر قارورہ غلیظ ہو اور سر میں بوجھ محسوس ہوتا ہو اور یہی حالت باقی رہے تو عنقریب بخار آ جائے گا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ صحیح و تندرست سے مقصود حقیقی صحیح و تندرست نہیں ہے۔ بلکہ وہ شخص مقصود ہے جو صحت سے قریب ہو جیسا کہ لوگوں میں عام طریقہ سے مشہور ہے۔

اور کبھی اس قسم کا قارورہ جو پہلے رقیق ہو اور بعد میں غلیظ ہو گیا ہو۔ ان فضلات کی وجہ سے ہوتا ہے جو بطور بحران خارج ہوتے ہیں۔ یا مجاری بول کے گرد و پیش میں اورام و قروح کے شگافتہ ہو جانے کی سبب سے پیدا ہوتا ہے۔

رقیق و غلیظ دونوں قسم کے قارورے عدم نضج پر دلالت کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ نضج کے بعد تو قوام میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے جو ان دونوں صورتوں میں مفقود ہے۔ لہذا یہ دونوں صورتیں عدم نضج ہی کی دلیلیں ہوں گی۔ کیونکہ غلیظ مادہ کا نضج یہ ہے کہ وہ منہضم ہو کر رقت کی طرف مائل ہو جائے۔ تاکہ اعتدال حاصل ہو۔ اور رقیق مادہ کا نضج

یہ ہے کہ وہ طبخ پاکر غلظت کی طرف مائل ہو جائے تاکہ اعتدال حاصل ہو۔ غلیظ میں لفظ ہضم اور رقیق میں لفظ طبخ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ ہضم کا درجہ طبخ سے بڑھا ہوا ہے اور غلیظ میں طبخ کی زیادہ حاجت ہوتی ہے۔

فرق غلیظ شفاف و رقیق

غلیظ قارورہ جیسا کہ ہم سابق میں بتا چکے ہیں۔ دو قسم کا ہوتا ہے ایک صاف و شفاف دوسرا مکدر (گدلا) قارورہ غلیظ شفاف و قارورہ رقیق میں تین طریقوں سے فرق کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ غلیظ شفاف میں جب حرکت دینے سے موجیں پیدا کی جاتی ہیں۔ تو اس کے موج مارنے والے اجزا چھوٹے چھوٹے نہیں ہوتے۔ بلکہ اس میں بڑی بڑی موجیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غلیظ قارورہ میں چھوٹے چھوٹے اجزاء کا حاصل ہونا دشوار ہوتا ہے۔ اور رقیق قارورہ اس کے برعکس ہوتا ہے کیونکہ اس میں چھوٹے اجزاء کا پیدا ہونا آسان ہے۔ اس لئے اس میں چھوٹی چھوٹی موجیں بھی پیدا ہوتی ہیں۔

۲۔ غلیظ قارورہ میں موجوں کی حرکت سست ہوگی۔ کیونکہ یہ قارورہ حرکت کو بدشواری قبول کرتا ہے اور رقیق قارورہ اس کے برعکس ہوگا۔ چونکہ یہ حرکت کو بآسانی قبول کرتا ہے اس لئے موجوں کی حرکت بھی تیز ہوگی۔

۳۔ غلیظ قارورہ میں اگر جھاگ پیدا کیا جائیگا تو اس کے جھاگ میں بلبلے زیادہ ہوں گے جو دیر میں ٹوٹیں گے جس کی وجہ یہ ہے کہ

اس کی ہوا غلیظ ہوگی اور تحلیل ہونے میں وسیع راہ کی خواہش مند ہوگی اور وہاں محتبس ہو کر بلبلے پیدا کر دے گی۔ جو دیر تک قائم رہیں گے۔

لیکن رقیق قارورہ اس کے برعکس ہوگا اس میں محتبس ہونے والی ہوا جلد تحلیل ہو جائے گی۔ لہٰذا نہ تو اس میں بلبلے زیادہ ہوں گے نہ زیادہ دیر تک قائم رہیں گے۔

بول غلیظ شفاف کی پیدائش یا تو اس بلغم سے ہوتی ہے جو اچھی طرح پختہ ہو چکا ہو۔ یا صفرائے محیہ سے بشرطیکہ قارورہ کی رنگت مائل بہ زردی ہو۔ لیکن اگر قارورہ مائل بہ زردی نہ ہو تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ بلغم زجاجی محلول ہو کر مائیت میں مخلوط ہو گیا ہے۔ اس قسم کا بلغم زجاجی سے مخلوط غلیظ قارورہ عموماً صاحبان صرع کا ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ ان کے مرض کا مادہ بلغمی ہوتا ہے۔

وہ رقیق قارورہ جو رنگین زیادہ ہو۔ اور نشفاف کم ہو۔ اس کا رنگ نضج کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے۔ ورنہ اگر نضج کی وجہ سے ہوتا۔ تو چاہیے تھا کہ قبل رنگ پیدا کرنے کے نضج اس میں قوام پیدا کر دیتا۔ بلکہ اس کا سبب نضج کے دونوں افعال کا نقص ہے۔ اس لئے کہ نضج کا پہلا فعل قوام پیدا کر دینا ہے۔ اور اس کے بعد دوسرا فعل رنگ پیدا کرنا ہے۔ اور جب اس قارورہ کا سبب نضج نہ ہوگا۔ تو یقیناً صفرا کی آمیزش اس کا سبب ہوگی۔

لیکن یہ خیال جالینوس اور اس کے تابعین کے مخالف ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کے یہاں یہ مشہور ہے کہ نضج کا پہلا فعل رنگ پیدا کرنا ہے اور

پھر اس کے بعد دوسرا فعل قوام پیدا کرنا ہے۔ ابن صادق نے کہا ہے کہ یہی خیال درست ہے۔ کیونکہ طبیعت ہمیشہ آسان کام سے ابتدا کرتی ہے اور کوئی شک نہیں کہ رنگ پیدا کرنا بمقابلہ قوام پیدا کرنے کے آسان ہے۔ جس کا شاہد استقرا ہے۔ مگر میرے خیال میں یہ خیال کمزور ہے اس لئے کہ طبیعت کی توجہ آسان فعل کی طرف اس وقت ہوتی ہے جب دشوار فعل مقصود نہ ہو مگر جب فعل دشوار ہی مقصود ہو۔ اور فعل سہل اس کا تابع ہو تو کبھی طبیعت کی توجہ آسان کی طرف نہ ہوگی۔ اور یہ پوشیدہ نہیں ہے کہ اس جگہ نضج سے مقصود یہ ہے کہ مادہ باسانی خارج ہونے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ یہ ہرگز نہیں مقصود ہے کہ مادہ میں رنگ پیدا ہو جائے کیونکہ رنگ تو بالعرض پیدا ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ صاحب نے ان لوگوں کے اقوال کی طرف التفات کبھی نہیں کی۔

اور استاد نے فرمایا ہے۔ کہ ان دونوں اقوال کو جمع کرنے کی یہ صورت ہے کہ اگر نضج کے پہلے فعل سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہلا فعل جس کا ظہور ابتدا ہم پر ہو تو فیصلہ یہ ہے کہ قوام سے پہلے رنگ پیدا کرنا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ وہ پہلا فعل جو طبیعت کا مقصود ہو تو فیصلہ یہ ہے کہ رنگ کے قبل قوام پیدا کرنا ہے۔

گو یہ صورت ضعیف ہے کیونکہ ہم یہ نہیں تسلیم کر سکتے کہ ہمیں پہلا فعل رنگ پیدا کرنا معلوم ہوتا ہے بلکہ دراصل رنگ قوام کے تابع ہوتا ہے۔ بہرحال اس بنا پر نضج کا پہلا فعل رنگ پیدا کرنا ہے اور دوسرا

فعل قوام اور تیسرا فعل جدا کرنا ہے لیکن تحقیق اور دقت نظر سے اگر کام لیا جائے۔ تو بظاہر یہ خیال کسی کے مخالف نہ ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جو لوگ نضج کا پہلا فعل قوام پیدا کرنا مانتے ہیں۔ وہ لوگ یہ فعل صرف اسی صورت میں تجویز کرتے ہوں کہ جب قارورہ رقیق ہو اور قوت منضجہ نے اپنے کام کی ابتدا کی ہو۔ اس لئے کہ رقیق قارورہ میں قوت منضجہ کا پہلا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ قوام کو رقت سے متغیر کر دیتی ہے۔

لیکن میرے نزدیک یہ توجیہ کچھ اچھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تجویز "کہ نضج کا پہلا فعل قوام رقیق کو متغیر کرنا ہے"! دونوں اقوال کے مخالف ہے۔

اور قوام میں نضج حاصل ہونا بمقابلہ رنگ میں نضج حاصل ہونے کے زیادہ بہتر ہے۔ یہ سابق بحث کا بقیہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نضج قوام کا اعتبار کرنا بمقابلہ نضج رنگ پر اعتبار کرنے کے بہتر ہے۔ کیونکہ قوام کا نضج بتاتا ہے کہ قوت قوی ہے۔ اس لئے کہ رنگ میں اعتدال معمولی قوت سے بھی ہو سکتا ہے۔ مگر قوام میں اعتدال بغیر قوت قویہ کے ناممکن ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر زمانہ مرض حاد میں برابر زرد رقیق قارورہ رہے تو یہ قارورہ برائی پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔ نیز ضعف قوت ہاضمہ پر بھی دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ عدم نضج کا ہونا باوجودیکہ مرض حاد قوی الحرارت ہے۔ اس بات کو بتاتا ہے کہ قوت میں ضعف دائمی ہو گیا ہے۔

اور اگر کوئی رقیق قارورہ آپ کی نظر سے ایسا گزرے جس میں مختلف
اجزاء سرخ وزرد موجود ہوں تو یہ سمجھ لیجئے گا کہ اس کا سبب سوزش
پیدا کرنے والی سخت تکان ہے جس نے زیادتی تسخین کی وجہ سے قارورہ
کو رقیق کر دیا ہے۔ اور اس میں ملے ہوئے فضلات کو لطیف بنا دیا ہے
جو فضلات کہ پہلے ہی سے لطیف ہوں گے وہ تیزی کے ساتھ جلنے کیلئے
مستعد ہو کر سرخ ہو جائیں گے۔ لیکن سرخی خون کی طرح نہ ہوگی بلکہ صفرا کے
ایسی سرخی ہوگی۔ اور جو فضلات کہ پہلے سے لطیف نہ ہوں گے وہ
احتراق کے لئے کم مستعد ہوں گے۔ لہٰذا اُن کا رنگ زرد رہے گا۔
اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قارورہ رقیق ہونے کے ساتھ سرخی اور زردی میں
مختلف ہوگا۔ لیکن ایسا قارورہ اسی وقت ہوگا جبکہ تکان بہت
زیادہ سخت نہ ہو۔ ورنہ اس صورت میں احتراق کامل کی وجہ سے
قارورہ سیاہ ہوگا۔

اور اگر رقیق قارورہ میں کچھ چیزیں مثل نخالہ (بھوسی) کے نظر آتی
ہوں اور مثانہ میں کوئی مرض بھی نہ ہو تو اس کا سبب احتراق بلغم ہے
اس کی وجہ ظاہر ہے۔ لیکن اسی صورت میں انحصار نہیں ہے۔ بلکہ اس قسم
کا قارورہ کبھی اس وقت بھی ہوتا ہے جب جرم عروق پیشاب
میں برآمد ہوتا ہو۔

اور امراض حادہ میں غلیظ قارورہ عموماً کثرت اخلاط پر دلالت
کرتا ہے اور کبھی ذوبان پر بھی دلالت کرتا ہے۔ یہ وہ قارورہ ہے جو اگر

تھوڑی دیر تک باقی رہے تو جم کر غلیظ ہو جائے گا۔ یہی فرق ہے کثرت
اخلاط والے قارورہ اور ذوبان والے قارورہ میں

واضح رہے کہ اگر قارورہ میں غلظت بہت زیادہ نہ ہوگی تو اس
قسم کا قارورہ زیادہ تر کثرت اخلاط پر دلالت کرے گا۔ اور کمتر ذوبان
پر دلالت کرے گا۔ لیکن اگر قارورہ میں غلظت زیادہ ہو تو معاملہ برعکس
ہو جائے گا۔ کیونکہ بہت زیادہ غلیظ قارورہ یا ورم کے شگافتہ
ہونے سے ہوتا ہے یا ذوبان کے وجہ سے مگر ورم کے شگافتہ ہونے
سے بہت کم ہوتا ہے۔

سبب صفا و کدورت

خلاصہ یہ ہے کہ قارورہ کی کدورت
کا سبب اجزائے ارضیہ ہوتے ہیں۔
اور ان اجزاء کے ساتھ ہوا ہوتی ہے۔ جو مائیت میں مخلوط ہو جاتی ہے۔
کیونکہ کدورت کا حدوث اسی وقت ہوتا ہے جب اجزائے ارضیہ اجزائے
مائیت کے ساتھ مخلوط ہوتے ہیں۔

بشرطیکہ دونوں کی آمیزش اس طریقہ سے ہوئی ہو کہ ایک دوسرے
سے متمیز نہ ہو سکے۔ بلکہ اجزائے ارضیہ مائیت میں پھیلے ہوئے ہوں اور
یہ صورت اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس میں ہوا بھی موجود ہو جو اجزاء
ارضیہ کو متفرق کر رہی ہو۔ کیونکہ اجزائے ارضیہ کی طبیعت اس بات کی
مقتضی ہے کہ وہ مائیت سے جدا ہو کر تہ نشیں ہو جائیں۔ لہٰذا جب
اجزائے ارضیہ کے ساتھ ساتھ مائیت میں ہوا بھی مخلوط ہوگی تو اس وقت

قارورہ میں کدورت پیدا ہوجائیگی اور ان اجزاء کے علحدہ اور جدا ہوجانے سے خواہ
اجزاء ارضیہ علحدہ ہوجائیں یا اجزائے ہوائیہ قارورہ میں صفائی آجاتی ہے۔
اب مائیت کے اندر صفائی اور کدورت

اقسام بول رقیق و غلیظ

پیدا ہونے کی حقیقت حال معلوم ہونے
کے بعد تین حالتوں پر نظر رکھنی ضروری ہے۔ کیونکہ قارورہ یا تو ابتداءً رقیق
ہوگا اور بعد میں غلیظ ہوجائے گا۔ یا ابتداءً بوقت خروج غلیظ ہوگا۔
اور بعد میں رقیق ہوجائے گا۔ یا اپنی ابتدائی حالت پر غلظت ہو یا رقت
برابر باقی رہے گا۔

پہلی صورت کا قارورہ یعنی جو ابتداءً رقیق رہا ہو اور بعد میں غلیظ
ہوگیا ہو۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ طبیعت نضج دینے کے لئے
مجاہدہ کررہی ہے۔ لیکن ابھی تک مادہ پوری طرح سے مطیع نہیں ہوا ہے
ورنہ ظرف میں رکھنے کے بعد قارورہ میں رسوب ظاہر ہوجاتا۔ گو طبیعت
کے فعل سے مادہ میں کچھ اثر ضرور پیدا ہوگیا ہے۔ ورنہ خارج ہونے
کے وقت قارورہ رقیق نہ ہوتا۔ خارج ہونے کے بعد اس میں غلظت
اس وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے کہ طبیعت کا فعل ابتداءً اس جزو میں ہوتا
ہے جو متغیر ہونے اور نضج ہونے کے قابل ہوتا ہے۔ وہ قارورہ کا
لطیف تر حصہ ہوتا ہے۔ لہذا جب قارورہ ظرف میں رکھا جاتا
ہے تو یہ لطیف اجزا بقیہ دوسرے اجزا سے جو قابل تغیر و نضج
نہیں ہوتے۔ علحدہ ہوکر بلند ہونا چاہتے ہیں۔ مگر یہ دوسرے اجزا ان کو

علحدگی اور بلندی سے روک دیتے ہیں۔ لہذا قارورہ مکدر ہوکر غلیظ ہوجاتا ہے
سامری نے کہا ہے کہ حنین ابن اسحاق کا قول یہ ہے کہ جو قارورہ
خارج ہونے کے وقت رقیق اور بعد میں غلیظ ہوجاتا ہے اور وہ اس
بات پر دلالت کرتا ہے کہ طبیعت نے نضج دینا شروع کردیا ہے اور
اسی قول کی شیخ صاحب نے متابعت کی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے
اس لئے کہ قارورہ کی غلظت جو ابتدائے نضج پر دلالت کرتی ہے وہ غلظت
ہے جو اس طریقہ سے پائی جائے کہ ابتداءً قارورہ رقیق ہو۔ اور روزانہ
اس میں غلظت ترقی کرتی چلی جائے۔ یہاں تک کہ قوام میں اعتدال پیدا
ہوجائے۔ لیکن جو قارورہ خارج ہونے کے وقت رقیق ہوا اور ظرف
میں رکھنے پر ایک یا چند گھنٹوں کے بعد غلیظ ہوجائے۔ وہ اس بات پر
دلالت کرتا ہے کہ اخلاط میں سوزش پیدا کرنے والی حرارت کی وجہ سے
جوش و غلیان پیدا ہوکر انتہائی حد تک پہنچ گیا ہے۔

حنین سے یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے جالینوس کی کتاب
البحران میں یہ لکھا ہوا پایا کہ "اگر قارورہ وقت خروج صاف ہوا اور
بعد میں مکدر ہوجائے۔ تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ قارورہ
حرکت کے بعد ہوا ہے"

اس کلام میں حنین نے یہ سمجھا کہ حرکت سے مراد نضج ہے حالانکہ
ایسا نہیں ہے کیونکہ جالینوس کا مطلب حرکت سے سوزش پیدا کرنیوالی
حرارت کی حرکت ہے جس سے جوش و غلیان پیدا ہوجائے اس سے

اس حرارت کی حرکت مراد نہیں ہے۔ جو نضج پیدا کر دے۔ اسی وجہ سے جالینوس
نے اس کلام کے بعد یہ کہا ہے کہ یہ قارورہ تمام قاروروں سے زیادہ ردی ہے
لہٰذا اگر نضج کی وجہ سے غلظت ہوتی تو پھر یہ قارورہ کیوں زیادہ ردی ہوتا
یہاں تک سامری کے کلام کا خلاصہ ہے۔

لیکن میرے خیال میں یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ ہم پہلے بتا چکے کہ دلیل سے
یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کا قارورہ نضج کے قبل بھی ممکن ہے۔ اسی لئے
شیخ صاحب نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ یہ قارورہ جملہ قاروروں سے زیادہ
ردی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ کبھی کبھی ذوبان اعضا پر دلالت کرتا ہے
اسی بنا پر کہ اگر حرارت ملتہبہ کے وجہ سے ہوگا۔ تو یقیناً اس کا سبب اعضا
کا ذوبان ہوگا۔ اور اس وقت یہ بدترین اقسام قارورہ ہوگا۔

ذوبانی قارورہ اس وجہ سے غلیظ ہوتا ہے کہ یہ اس کا خاصہ ہے
کہ وہ خارج ہونے کے بعد جب ظرف میں رکھا جاتا ہے اور ہوائے خارجی
اس میں اپنا اثر کرتی ہے تو منجمد ہو جاتا ہے ——

دوسری صورت یہ ہے کہ قارورہ خارج ہونے کے وقت غلیظ ہو
اور تھوڑی دیر کے بعد رقیق ہو کر صاف ہو جائے اور اس کا غلیظ حصّہ
جدا ہو کر تہ نشیں ہو جائے۔ یہ قارورہ اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ
طبیعت نے مادہ پر غلبہ حاصل کر کے اس کو نضج دیدیا ہے ورنہ غلیظ حصہ
تہ نشیں نہ ہوتا اس میں جس قدر صفائی کی کثرت اور رسوب کی زیادتی
و سرعت بڑھتی جاتی ہے اسی قدر حالت نضج پر دلالت زیادہ کرتا ہے۔

اس لئے کہ صفائی و رسوب کا جلد پیدا ہو جانا اسی وقت ہوگا جب
مائیت سے اجزائے ارضیہ بآسانی جدا ہو سکتے ہوں۔ اور یہ آسانی
اسی وقت ہوتی ہے جب بکثرت نضج ہو گیا ہو۔ اور طبیعت مادہ پر
بخوبی غالب آگئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں بآسانی کثرت سے
رسوب ہوتا ہے اور خام مادہ میں بہت مشکل سے رسوب پیدا ہوتا ہے۔

تیسری صورت: پہلی اور دوسری کی درمیانی صورت ہے
یعنی قارورہ خارج ہونے کے بعد اپنی اصلی حالت رقت خواہ
غلظت پر باقی رہے اگر چند دنوں تک اسی قسم کا قارورہ ہوتا رہے
اور اس کے ساتھ طبیعت قوی اور قوت برقرار ہو جس کی شناخت
نبض کی بہتری، ذہن و دماغ کی صحت، ہاضمہ کی خوبی خواہش
طعام کے باقی رہنے اور مریض کے اپنے مرض کو حقیر سمجھنے سے
ہوتی ہے۔"

تو یہ سمجھا جائے گا۔ کہ عنقریب نضج تام حاصل ہو جائے گا
کیونکہ جب تک قوت قوی رہتی ہے اس وقت تک طبیعت قادر
رہتی ہے کہ قارورہ رقیق ہو یا غلیظ اسے حالت اعتدال پر پلٹا لائے گی۔
لیکن اگر قوت اپنی حالت پر باقی نہ رہے۔ بلکہ روز بروز کمزور
ہوتی چلی جائے تو اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ نضج کے قبل موت آجائیگی۔
کیونکہ ایک حالت پر قارورہ کا باقی رہنا اس بات کی خبر دیتا
ہے کہ مادہ نضج سے نافرمانی کر رہا ہے اور نضج کے لئے ایک طویل مدت درکار ہے

آجائیگی۔
اور یہاں قوت روزانہ گھٹتی جا رہی ہے تو لامحالہ نضج سے پہلے موت آجائیگی۔
اور اگر طویل زمانہ تک قارورہ غلاظت پر باقی رہے لیکن کوئی خوفناک علامت موجود نہ ہو۔ مثلاً روزانہ قوت کا گھٹنا۔ خواہش طعام کا ساقط ہونا، ذہن و دماغ کا فاسد ہونا۔ تو یہ قارورہ صداع کے لئے منذر رہے کیونکہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حرارت غریزیہ کے ذریعہ سے اخلاط میں جوش آیا ہوا ہے۔ اور ان اخلاط سے حرارت غریبہ ریاح بخاری پیدا کر کے دماغ کی طرف بلند کر رہی ہے۔
اور جو قارورہ بوقت خروج رقیق ہو مگر بعد میں غلیظ ہو جائے اور پھر برابر اسی حالت غلظت پر قائم رہے تو وہ اکثر اوقات اس قارورہ سے بہتر ہوتا ہے جو برابر غلیظ ہو۔ یعنی ہمیشہ غلیظ رہنے والا قارورہ اس قارورہ سے زیادہ برا ہے جو بوقت خروج رقیق ہوا اور پھر تھوڑی دیر میں غلیظ ہو جائے۔ کیونکہ اس قارورہ کا مادہ نضج کا کچھ نہ کچھ اثر قبول کئے ہوئے ہوتا ہے اور قوت نضج دینے میں کمزور نہیں ہوتی بخلاف اس کے جس میں برابر غلظت پائی جاتی ہو کہ وہ اس بات کو بتاتا ہے کہ قوتیں ساکن ہیں اور مقابلہ سے مجبور ہیں۔
نیز ہمیشہ غلیظ رہنے والا قارورہ دوسری صورت والے قارورہ سے بھی زیادہ ردی ہے کیونکہ اس کے مادہ میں نضج کا اثر اور زیادہ ہوتا ہے
اکثر اوقات کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر قارورہ میں ذوبان کی وجہ سے رقت کے بعد غلظت حاصل ہوئی ہے تو یہ بہت زیادہ ردی ہے۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بغیر اس کے کہ طبیعت مادہ کو دفع کرے صرف قوت ساقط ہو جانے کی وجہ سے قارورہ میں غلظت اور کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قوت جب ساقط ہو جاتی ہے تو وہ امساک رطوبت سے عاجز رہتی ہے۔ لہذا رطوبتیں خود بخود خارج ہوتی ہیں اور اکثر خارج ہونے والی رطوبتیں وہ ہوتی ہیں جن میں اجزائے ارضیہ ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ ثقیل ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بول میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔
اور جو قارورہ بوقت خروج مائی (رقیق) ہو اور بعد میں بھی اسی طرح باقی رہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یقیناً نضج نہیں ہوا ہے یعنی ہمیشہ رقیق رہنے والا قارورہ اس قارورہ سے بھی ردی ہے جو ہمیشہ غلظت پر باقی رہے۔ کیونکہ قارورہ کا رقیق رہنا اس بات کی علامت ہے کہ طبیعت مائیت میں کسی طرح کا تصرف نہیں کرتی ہے لہذا پانی جیسا پیا جاتا ہے ویسا ہی خارج ہوتا ہے۔
اور غلیظ قاروروں میں وہ قارورہ بہتر ہے جو آسانی سے خارج ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی بہت سا خارج ہو۔ کیونکہ غلیظ قارورہ کا بکثرت خارج ہونا اس بات کو بتاتا ہے کہ طبیعت فضلات کو بکثرت براہ بول دفع کرتی ہے اور عموماً یہ صورت بحران میں ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اگر آسانی سے خارج ہوتا ہو تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ طبیعت میں کافی قوت موجود ہے۔ اس قسم کا قارورہ فالج، تشنج، رعشہ وغیرہ

امراض بلغمیہ کو اچھا کر دیتا ہے کیونکہ ان کا مادہ دفع ہو جاتا ہے۔

اور جب کسی شخص کے چند قارورے مختلف اوقات میں غلیظ رہے ہوں اور پھر تدریجاً رقیق ہوتے جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ مقدار میں زیادہ ہو تو یہ اچھی علامت ہے کیونکہ جو مادہ قارورہ میں خارج ہوتا ہے وہ یقیناً ہر ایک آئندہ قارورہ میں کم ہوتا جائے گا اور جس قدر مادہ میں کمی آتی جائے گی اسی قدر خارج شدہ مادہ کی کمی کی وجہ سے قارورہ میں رقت بڑھتی جائے گی۔ لہٰذا اس کے ساتھ اگر قارورہ کی مقدار زیادہ ہو تو اس سے یہ پتہ چلے گا کہ اس رقت کا سبب صرف قلت مادہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ طبیعت مادہ کو خارج کرنے سے عاجز ہے۔ ورنہ کثیر المقدار نہ ہوتا۔

تدریجاً کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ جب مادہ قارورں میں کم ہوتا چلا جائے گا۔ تو لامحالہ رقت بھی تدریجاً ہی پیدا ہو گی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر دفعتاً قارورہ رقیق ہو جائے گا تو وہ خود مرض کا منذر ہو گا۔

اگر قارورہ ابتداً غلیظ اور قلیل المقدار ہو اور پھر اس کے بعد غلیظ مکدر، کثیر المقدار ہو جائے تو عموماً یہ اچھی علامت ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جبکہ غلیظ و مکدر قارورہ جو پہلے تھوڑا تھوڑا خارج ہو رہا ہو۔ دفعتاً آسانی کے ساتھ کثیر مقدار میں خارج ہونے لگے تو اس قارورہ سے عموماً مرض دفع ہو جاتا ہے۔ خواہ حمیات حادہ

میں سے کوئی مرض ہو یا اس کے علاوہ کوئی امتلائی مرض ہو یا صرف امتلاء ہو جس سے اب تک کوئی مرض ظاہر نہ ہوا ہو اس لئے کہ جب طبیعت دفع مواد پر قوت رکھتی ہے تو ان مادوں سے پیدا ہونے والے تمام امراض پر بھی طاقتور ہو گی

اس قسم کا غلیظ، مکدر، اور کثیر المقدار قارورہ جو غلیظ قلیل المقدار قارورہ کے بعد ہوتا ہے۔ خواہ امراض امتلائیہ میں ہو، خواہ صرف امتلاء میں ہو۔ ان قارورں میں سے جو شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ دوسری صورت کی وجہ تو ظاہر ہے۔ لیکن پہلی صورت کی وجہ یہ ہے کہ ایسا قارورہ اسی وقت ہو گا جب قوت میں طول مرض کی وجہ سے ضعف آجانے کے بعد دفعتاً پھر اتنی زیادہ قوت حاصل ہو جائے کہ مادہ غلیظہ کثیر المقدار کو دفع کر سکے۔ لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے۔

طبعی رنگ کا اترجی قارورہ جب بہت غلیظ ہوتا ہے۔ تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بہت سے مواد بخوبی دفع ہو رہے ہیں اور اگر بآسانی خارج ہو رہا ہو تو اس سے دلیل میں اور زیادہ صحت و قوت آجاتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بول طبعی کو رنگ و قوام میں معتدل ہونا چاہیئے۔ لہٰذا غلاظت کا سبب یا تو یہ ہو گا کہ قوت قوی ہے۔ اور مادہ بکثرت دفع ہو رہا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ بخوبی و بآسانی خارج ہو گا۔ یا غلظت کا سبب ضعف قوت اور اخلاط کی کثرت ہو گی۔ کیونکہ جب اخلاط کیفیت میں معتدل اور مقدار میں

زیادہ ہوتے ہیں تو ایسے وقت میں اعتدال کیفیت کی وجہ سے
قارورہ کا رنگ طبعی ہوتا ہے اور کثرت اخلاط کی وجہ سے اس کا قوام
غلیظ ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ صورت برابر قائم رہے تو اخلاط کی کثرت کی
وجہ سے طبیعت ان میں تصرف کرنے سے عاجز رہے گی اور انجام کار قوت
ضعیف ہوجائے گی۔ لہٰذا ہلاکت کا خوف ہوگا جس کی علامت یہ ہوگی
کہ قارورہ بمشکل اور مقدار میں کم خارج ہوگا۔ مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے
اسی وجہ سے شیخ صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ قارورہ کبھی ہلاکت پر بھی
دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے کثرت اخلاط اور ضعف قوت کا
پتہ چلتا ہے۔

اور رازی نے کتاب حاوی میں یہ لکھا ہے کہ جس قارورہ کا
رنگ طبعی ہو مگر قوام غلیظ ہو وہ کبھی ہلاکت اور کبھی بحران کی علامت
ہوتا ہے۔ بحران کی علامت اس وقت ہوگا جب اس سے خفت حاصل
ہو۔ یہ کلام شیخ صاحب کے موافق ہے کیونکہ قارورہ کا بآسانی خارج
ہونا بحران ہی کی وجہ سے ہوگا اور اس کے بعد یقیناً خفت حاصل ہوگی۔

جو غلیظ، جید، قارورہ امراض طحال وحمیات مختلفہ کے بحران
میں ہوگا اس میں قوام مستوی ہونے کی کوئی امید نہ رکھنی چاہیے۔ امراض
طحال کے بحران میں تو یہ وجہ ہے کہ امراض طحال کا مادہ بہت غلیظ،
یابس اور اجزائے ارضیہ والا ہوتا ہے۔ لہٰذا طبیعت کو اس کے
اجزاء کو مستوی بنانے کے مقابلے میں اسے دفع کر دینا ہی آسان ہوتا ہے

اور حمیات مرکبہ کے بحران میں یہ وجہ ہے کہ ان کے مواد بہت مختلف
ہوتے ہیں۔ اور چونکہ طبیعت ان کی دفعیہ کی طرف متوجہ رہتی ہے
اس لئے ان کا قوام مستوی بنانا دشوار ہوتا ہے۔

جوش مارنے والا قارورہ عموماً یہ بتاتا ہے۔ کہ اخلاط بکثرت
ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی طبیعت ان میں مشتغل ہے اور نضج دیر سے
ہے۔ کیونکہ اگر طبیعت مشتغل نہ ہوتی تو ان میں جوش وغلیان نہ ہوتا
اور طبیعت کی مشغولیت کے ساتھ اگر اخلاط کم ہوتے تو ان کے اجزاء
متفرق و پراگندہ نہ ہوتے۔ بلکہ طبیعت کی قوت تاثیر کی وجہ سے
مجتمع و مستوی ہوتے۔ لیکن چونکہ اخلاط بکثرت ہیں۔ اس لئے طبیعت
ان کو لطیف کر کے مستوی بنانے سے عاجز ہے۔ اس لئے وہ پراگندہ
ہو جاتے ہیں جیسا کہ عصارۂ انگور و فواکہ میں بوقت جوش وغلیان مشاہدہ
ہوتا رہتا ہے۔

وہ غلیظ قارورہ جس کا رسوب زیتی ہو حصاۃ (پتھری) پر دلالت
کرتا ہے۔ یہاں زیتی سے مراد سلقی ہے کیونکہ وہی گردوں کی پتھری کی
علامت ہے۔ کیونکہ زیتی ذوبانی کا روغنی مادہ اس قدر نہیں جمتا
ہے کہ اس سے پتھری پیدا ہو سکے۔ ہاں زیتی سلقی البتہ حصاۃ الکلیہ
کی علامت ہے۔ حصاۃ المثانہ کی علامت نہیں ہے۔ کیونکہ ثقل زیتی
سے پیدا ہونے والی پتھریاں زردی اور سبزی کی طرف مائل ہوتی
ہیں اور مثانہ کی پتھری صرف سفید ہوتی ہے۔

حاشیہ عراقیہ میں یہ ہے کہ مثانہ کے پتھری کا رنگ عموماً غبار آلود
مائل بہ سبزی ہوتا ہے اور یہ رنگ قریب قریب زیت کا رنگ ہے۔
لہٰذا مثانہ کی پتھری بھی ثفل زیتی سے پیدا ہوگی اور یہ بعید از عقل
بھی نہیں ہے۔ کیونکہ پتھری کا رنگ سرخی کی طرف مائل ہوتا ہے۔
اور جو غلیظ قارورہ ورموں کے شگافتہ ہونے کی علامت ہے
اس کی شناخت دو طرح سے ہوتی ہے۔ اولاً ان چیزوں سے جو پیشاب
میں مخلوط ہوتی ہیں۔ دوسرے سابقہ حالات سے۔
چنانچہ مخلوط ہونے والی چیزوں میں سے ایک[1] مدہ (پیپ) ہے
جس پر بدبو دلالت کرتی ہے۔ اور دوسری[2] وہ جرادات (چھلکے)
ہیں جو مقام ورم سے جدا ہو کر قارورہ کے ساتھ آتے ہیں۔ جو
بصورت ورم مثانہ سفید سفید ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اور بصورت ورم
گردہ سرخ ہوتے ہیں۔ یا نخالہ (بھوسی) وغیرہ کی طرح چھوٹے چھوٹے
ٹکڑے ہوتے ہیں جن سے اقسام رسوب میں آئندہ استدلال کیا جائیگا۔
اور سابقہ حالات سے اس طرح شناخت ہوتی ہے کہ اگر پہلے
مثانہ، گردہ، جگر، نواحی صدر میں ورم یا قرحہ کی علامت پائی جاتی ہو
تو یہ قارورہ اسی جگہ کے ورم کے شگافتہ ہونے کی علامت ہوگا۔ مثانہ
گردہ، اور جگر کی علامت ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے لیکن نواحی صدر
کی علامت اس لئے ہوگا کہ کبھی کبھی آلات تنفس کے ورم کا مادہ بھی
قارورہ کے ساتھ خارج ہوتا ہے۔ مثلاً ریہ اور اس حجاب کا مادہ

جو اضلاع کا محیط ہے۔
چنانچہ اگر اس سے قبل تازہ گوشت کے دھوون کی طرح پیشاب آیا ہو
تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ورم محدب کبد میں تھا کیونکہ اسی جگہ سے مائیت خون سے جدا
ہو کر گردوں کی طرف جاتی ہے
یا اگر قبل میں براز غسالی خارج ہوا ہو تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ورم مقعر جگر
میں تھا۔ کیونکہ جو چیزیں مقعر جگر میں نفوذ کرتی ہیں وہ براہ امعاء خارج ہوتی ہیں۔
اور اگر قبل میں ضیق النفس یا سعال یا سل جس کے ساتھ بلغم نہ خارج
ہوتا ہو اور اعضاء صدر میں چبھنے والا درد رہا ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ورم
ذات الجنب شگافتہ ہو کر اس کا مادہ براہ شریان عظیم خارج ہو رہا ہے۔
ذات الجنب کا مادہ بذریعہ بول و براز کس طرح خارج ہوتا ہے۔ یہ ایک
بہت دشوار مسئلہ ہے کیونکہ حجاب حاجز مادہ کو معدہ میں گرنے سے روکے
ہوئے ہے۔ اگر یہ رکاوٹ نہ ہوتی تو البتہ یہ مادہ معدہ میں آکر نیز عروق
ماساریقا سے گزر کر امعاء و جگر میں پہنچ جاتا — اور وہاں سے مجاری بول و
براز کے ذریعہ خارج ہو جاتا — لیکن یہ صورت ناممکن ہے۔ اس لئے
شیخ صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ مادہ ذات الجنب براہ شریان عظیم خارج ہوگا۔
جو صلب کے محاذات میں کھینچی ہوئی چلی گئی ہے اور اس کا ایک شعبہ گردوں کی
طرف گیا ہے اور دوسرا شعبہ آنتوں کی طرف گیا ہے۔
اور یہ مادہ مری سے ہو کر نہیں گزرتا ہے کیونکہ اس صورت میں قیح اور
مدہ — معدہ سے گزرے گا اور افعال معدہ میں فتور پیدا ہو جائے گا یعنی

بدن کے لئے غذا حاصل نہ کرسکے گا۔ کیونکہ قیح و مدّہ کی وجہ سے معدہ کو جذب غذا سے تنفر پیدا ہو جائے گا۔

مدّہ کا باوجود غلظت، شریان کے مسامات میں نفوذ کر جانا تعجب انگیز نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر ذات الجنب میں مدّہ پسلیوں سے باہر کی طرف نفوذ کر جاتا ہے۔ مسیحی کو یہ توہم ہوا ہے کہ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ یہ مادہ کبھی جگر کی طرف دفع ہوتا ہے۔ لہذا اس نے یہ کہا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

اگر یہ مادہ جگر کی طرف دفع ہو سکتا ہے تو شریان وریدی ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے لیکن اس قسم کے اورام کے شگافتہ ہونے پر اس کے مواد کا شریان وریدی میں جانا بالکل محال ہے جس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس صورت میں یہ مادہ گذرتا ہوا قلب میں پہنچے گا۔ اور اس حالت میں اس کے بعد خفت و افاقہ حاصل ہونا ناممکن ہے اس لئے کہ عضو خسیس سے عضو رئیس کی طرف مادہ کا دفع ہونا نہایت ردی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مادہ شریان وریدی میں پہنچ کر بذریعہ بول نہیں خارج ہو سکتا۔ بلکہ قلب سے گزر کر ابہر میں پہنچے گا۔ اور وہاں سے تمام شرائین میں پھیل جائے گا

لہذا شیخ کو یہ کہنا مناسب تھا کہ مادہ ورید شریانی کی طرف سے دفع ہوگا۔ کیونکہ بحث ذات الجنب میں وہ خود لکھ چکے ہیں کہ کبھی ذات الجنب کا مادہ ورید شریانی میں ہو کر بذریعہ بول خارج ہوتا ہے اور یہ بالکل درست ہے۔ اس لئے کہ جب مادہ مذکورہ اس راہ سے جگر میں پہنچے گا تو بصورت لطافت آلات بول کی طرف رُخ کرکے بذریعہ قارورہ خارج ہوگا۔ اور بصورت غلظت

مقعر جگر کی طرف رُخ کرکے بذریعہ براز خارج ہوگا جو دفعیہ کی بہترین صورت ہے۔ اس لئے کہ اس راستے سے لطیف و کثیف سب ہی خارج ہو جائے گا۔

اس کے بعد مسیحی نے کہا ہے۔ کہ اگر یہ سوال پیدا ہو کہ جب ذات الجنب ورم غشاء مستبطن اضلاع کا نام ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کا مادہ ورید شریانی سے دفع ہو سکے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مادہ غشاء سے آہستہ آہستہ ریہ کی طرف مترشح ہوتا ہے۔ اور ریہ اس کو ورید شریانی کی طرف دفع کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرض کے شروع میں جس وقت مادہ خام و غیر نضج شدہ ہوتا ہے۔ خشک کھانسی ہوتی ہے اور بلغم خارج نہیں ہوتا۔ مگر بوقت نضج مادہ یعنی جس وقت مادہ ریہ کی طرف مندفع ہو جاتا ہے تو کھانسی تر ہو جاتی ہے۔ اور بلغم خارج ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک مسیحی کے قول کا خلاصہ تھا۔

مگر ہم نے بغیر اس تغیر و تبدل کے شیخ کا مطلب درست ثابت کر دیا ہے۔ جو کچھ شیخ نے بحث ذات الجنب میں لکھا ہے وہ بھی ہمارے مطلب کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ ذات الجنب کا مادہ شریان عظیم اور ورید شریانی دونوں راستوں سے دفع ہوتا ہو۔

اور اگر اس مدہ میں جو قارورہ سے مخلوط ہو کر خارج ہوا ہے نضج موجود ہو تو یہ اچھی علامت ہے۔ اس لئے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ورم پوری طرح یک گونہ شگافتہ ہوا ہے۔ اور صاف بھی ہو گیا ہے۔

کبھی آرام سینہ اور تارک ربا ضت شخص ایسا پیشاب کرتا ہے جو

مدہ وصدید سے مشابہ ہوتا ہے جس سے اس کا جسم پاک وصاف ہوجاتا
ہے اور ترک ریاضت سے پیدا ہونے والا جسم کا ترہل زائل ہوجاتا ہے۔
وجہ یہ ہے کہ فضلات غذا بذریعہ ریاضت تحلیل ہوتے رہتے ہیں
اور مسامات بدن سے خارج ہوتے رہتے ہیں۔ اور جب ریاضت چھوٹ
جاتی ہے تو یہ فضلات مجتمع ہوجاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بدن میں ترہل
پیدا ہوجاتا ہے۔ اور جب بہت بڑھ جاتے ہیں تو ان سے خواہ مخواہ
طبیعت کو تکلیف پہنچتی ہے۔ بالخصوص جب فضلات غلیظ ولزج ہوتے
ہیں۔ جیسا کہ آرام وآسائش سے رہنے والے لوگوں میں ہوا کرتا ہے۔
لہذا اگر قوی طبیعہ میں کچھ بھی قوت ہوتی ہے تو وہ ان کو خارج کردیتے
ہیں اور بدن کو اکثر امراض سے عافیت مل جاتی ہے کم از کم ترہل تو
ضرور دور ہوجاتا ہے۔
قارورہ مذکورہ سفید غلیظ القوام مدہ کے مشابہ ہوتا ہے
مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی۔
نیز اگر جگر میں یا اس سے متصل سدد ہوں تو کبھی کبھی ان سددوں
کے کھلنے اور ان کے مواد کے دفع ہونے کی وجہ سے بھی قارورہ غلیظ
ہوتا ہے۔ لیکن یہ غلیظ قارورہ قیح ومدہ کے مشابہ نہیں ہوتا۔ ہاں
جو قارورہ اورام کے شگافتہ ہونے کی وجہ سے غلیظ ہوتا ہے وہ ضرور
پیپ دار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں مدہ ضرور ہوتا ہے۔
اور اگر سددوں والا غلیظ قارورہ مائل بہ سیاہی ہو۔ اور

اس کے ساتھ بائیں طرف کچھ درد بھی ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ مادہ طحال کی
طرف سے آرہا ہے
اسی طرح اگر ناف کے اوپر اور پیٹ کے بالائی حصے میں درد ہو تو سمجھنا
چاہیے کہ معدہ کی طرف سے آرہا ہے۔
عموماً سددوں کی وجہ سے جو غلیظ قارورہ ہوتا ہے۔ وہ جگر اور مجاری
بول کے سدد سے ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ وہ غلیظ قارورہ جو تفتیح سدد کی
وجہ سے ہوتا ہے۔ وہ یا طحال، یا معدہ، یا جگر یا مجاری بول سے ہوگا
اور ان کے درمیان تفرقہ مقام درد سے ہوسکتا ہے مگر زیادہ تر جگر
اور مجاری بول سے ہوتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے۔
اور مکدر قارورہ عموماً سقوط قوت پر دلالت کرتا ہے۔ اور
جب قوت ساقط ہوجائے گی تو یقیناً برودت کا غلبہ ہوگا۔ اور یہ برودت
ویسے ہی مؤثر ہوگی جیسے خارجی برودت، پانی پر غلبہ حاصل کرکے اس کو
کثیف وغلیظ بنا دیتی ہے۔
اور مکدر قارورہ جو شراب ردی یا چنے کے پانی کا ہم رنگ ہو
حاملہ عورتوں کا ہوتا ہے یا ان لوگوں کا ہوتا ہے جن کے احشا میں ورم
حار مزمن ہو۔ حاملہ عورتوں میں تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کے خون حیض
کا فضلہ محتبس رہتا ہے اور اس کا بہتر اور قابل تغذیہ حصہ جنین استعمال
کرتا ہے اور ورم احشاء والوں میں یہ وجہ ہے کہ ان کے فساد ہضم کی وجہ
سے خون ہی فاسد ہوتا ہے۔ اس میں فضلات کی کثرت ہوتی ہے۔

مدّہ و صدید سے مشابہ ہوتا ہے جس سے اس کا جسم پاک و صاف ہوجاتا
ہے اور ترک ریاضت سے پیدا ہونے والا جسم کا ترہل زائل ہوجاتا ہے۔
وجہ یہ ہے کہ فضلات غذا بذریعہ ریاضت تحلیل ہوتے رہتے ہیں
اور مسامات بدن سے خارج ہوتے رہتے ہیں۔ اور جب ریاضت چھوٹ
جاتی ہے تو یہ فضلات مجتمع ہوجاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بدن میں ترہل
پیدا ہوجاتا ہے۔ اور جب بہت بڑھ جاتے ہیں تو ان سے خواہ مخواہ
طبیعت کو تکلیف پہنچتی ہے۔ بالخصوص جب فضلات غلیظ و لزج ہوتے
ہیں۔ جیسا کہ آرام و آسائش سے رہنے والے لوگوں میں ہوا کرتا ہے۔
لہذا اگر قویٰ طبیعہ میں کچھ بھی قوت ہوتی ہے تو وہ ان کو خارج کردیتے
ہیں اور بدن کو اکثر امراض سے عافیت مل جاتی ہے کم از کم ترہل تو
ضرور دور ہوجاتا ہے۔

قارورہ مذکورہ سفید غلیظ القوام مدہ کے مشابہ ہوتا ہے
مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی۔

نیز اگر جگر میں یا اس سے متصل سدد ہوں تو کبھی کبھی ان سدوں
کے کھلنے اور ان کے مواد کے دفع ہونے کی وجہ سے بھی قارورہ غلیظ
ہوتا ہے۔ لیکن یہ غلیظ قارورہ قیح و مدہ کے مشابہ نہیں ہوتا۔ ہاں
جو قارورہ اورام کے شگافتہ ہونے کی وجہ سے غلیظ ہوتا ہے وہ ضرور
پیپ دار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں مدہ ضرور ہوتا ہے۔

اور اگر سددوں والا غلیظ قارورہ مائل بہ سیاہی ہو۔ اور

اس کے ساتھ بائیں طرف کچھ درد بھی ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ مادہ طحال کی
طرف سے آرہا ہے

اسی طرح اگر ناف کے اوپر اور پیٹ کے بالائی حصے میں درد ہو تو سمجھنا
چاہیے کہ معدہ کی طرف سے آرہا ہے۔

عموماً سددوں کی وجہ سے جو غلیظ قارورہ ہوتا ہے۔ وہ جگر اور مجاری
بول کے سدد سے ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ وہ غلیظ قارورہ جو تفتیح سدد کی
وجہ سے ہوتا ہے۔ وہ یا طحال، یا معدہ، یا جگر یا مجاری بول سے ہوگا
اور ان کے درمیان تفرقہ مقام درد سے ہوسکتا ہے مگر زیادہ تر جگر
اور مجاری بول سے ہوتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے۔

اور مکدر قارورہ عموماً سقوط قوت پر دلالت کرتا ہے۔ اور
جب قوت ساقط ہوجائے گی تو یقیناً برودت کا غلبہ ہوگا۔ اور یہ برودت
ویسے ہی مؤثر ہوگی جیسے خارجی برودت، پانی پر غلبہ حاصل کرکے اس کو
کثیف و غلیظ بنا دیتی ہے۔

اور مکدر قارورہ جو شراب ردی یا چنے کے پانی کا ہم رنگ ہو
حاملہ عورتوں کا ہوتا ہے یا ان لوگوں کا ہوتا ہے جن کے احشا میں ورم
حار مزمن ہو۔ حاملہ عورتوں میں تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کے خون حیض
کا فضلہ محتبس رہتا ہے اور اس کا بہتر اور قابل تغذیہ حصہ جنین استعمال
کرتا ہے اور ورم احشا والوں میں یہ وجہ ہے کہ ان کے فساد ہضم کی وجہ
سے خون ہی فاسد ہوتا ہے۔ اس میں فضلات کی کثرت ہوتی ہے۔

اور چمک باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا جیسا خون ہوتا ہے ویسا ہی ان کے جسم کا اور قارورہ کا بھی رنگ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ فضلات جب تہ بتہ ہو جاتے ہیں تو اس کا رنگ مکدر ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ وہ دراصل مائل بہ سرخی ہوتے ہیں اس لیے پیشاب میں مل کر پیشاب کا رنگ مائل بہ سرخی اور قوام غلیظ بنا دیتے ہیں۔

اور جو قارورہ گدھوں اور چوپایوں کے پیشاب سے مشابہ ہو۔ اور جوش و غلیان کی شدت سے ایسا ہو کہ گویا اسے ہلا ہلا کر پھینٹ دیا گیا ہے۔ تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ بدن کے اخلاط فاسد ہو گئے ہیں۔ کیونکہ یہ قارورہ بول طبعی سے بہت دور ہو گیا ہے اور عموماً یہ اس بات کو بتاتا ہے کہ جسم میں بلغم خام موجود ہے جس میں حرارت نے فعل کر کے ریاح غلیظ پیدا کر دیا ہے اسی وجہ سے یہ قارورہ کبھی یہ بتاتا ہے کہ درد سر موجود ہے۔ یا بہت جلد ہونے والا ہے۔

اور جب یہ مسلسل باقی رہے تو کبھی لیثیرغس (سرسام بارد نسیان) کا پتہ دیتا ہے کیونکہ غلیظ وبارد بخارات دماغ میں ورم پیدا کر دیتے ہیں۔ اس لیے کہ بلغم خام سے ریاح کا پیدا ہونا اسی حرارت غریبہ قویہ کی وجہ سے ہوگا جس نے رطوبت غلیظ باردہ میں اثر کیا ہوگا۔ اگر رطوبت میں غلظت و برودت نہ ہوتی تو اس میں باسانی لطافت پیدا ہو جاتی اور قارورہ اس قسم کا نہ ہوتا۔

اور جو قارورہ کسی عضو کے رنگ سے مشابہ ہو اور برابر اسی طرح قائم

رہے تو وہ اسی عضو کے کسی مرض کا پتہ دیتا ہے۔ کیونکہ ہر عضو کے فضلات وہی ہوتے ہیں جو اس عضو کی غذائے مشابہ کے فضلات ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر قارورہ برابر اسی رنگ کا ہوگا تو اس بات پر دلالت کرے گا کہ اس عضو کے فضلات اس قدر کثرت سے ہیں جو دوسرے اعضاء کے فضلات پر غالب آ گئے ہیں۔ اور کسی عضو کے فضلات کا زیادہ ہونا یہ بتاتا ہے کہ وہ عضو ضعیف ہے۔ اور عضو کا ضعیف ہونا اس کی خبر دیتا ہے کہ اس میں کوئی مرض ہے۔

اور جالینوس نے کہا ہے کہ "کسی عضو کے رنگ سے مشابہ قارورہ اگر مسلسل باقی رہے۔ تو وہ اس عضو کے ذوبان کی خبر دیتا ہے۔"

اور بعض اطباء کا قول ہے کہ "اگر قارورہ کے حصہ زیریں میں کوئی چیز مثل ابر یا دھوئیں کے ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ مرض طولانی ہوگا۔ کیونکہ یہ بات اس مادہ سے پیدا ہوتی ہے جو غلیظ ہو۔ اور جس کے ساتھ ریاح مخلوط ہوں جن کی وجہ سے غلیظ مادہ متفرق پریشاں ہو رہا ہو۔ اس لیے کہ اگر غلیظ نہ ہوتا تو قارورہ کے زیریں حصہ میں نہ پایا جاتا۔ اور اگر ریاح کی آمیزش نہ ہوتی تو ابر کے مشابہ نہ ہوتا۔ مگر یہ صورت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب طبیعت اس قدر کمزور ہو کہ ان ریاح کو تحلیل نہ کر سکے۔ اور یہ سب باتیں طول مرض پر دلالت کرتی ہیں۔

اور اگر اسی قسم کا قارورہ مرض کی پوری مدت میں ہو تو یہ موت کیلئے منذر ہے، اور کتاب کے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ اگر یہ صورت پورے

قارورے میں ہو تو موت کے لئے منذر ہے اور یہی ذکریا رازی کے اس
قول کے مناسب ہے۔ جو اس نے حاوی میں لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے
کہ اگر قارورہ میں اوپر سے نیچے تک کوئی چیز مثل دھوئیں کے ہو تو وہ
مریض جلد مر جائے گا۔ اور موت کا سبب بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ قارورہ
بتاتا ہے کہ مادہ بہت زیادہ غلیظ اور طبیعت بہت عاجز و مجبور ہے۔
اور بلغم خام اور مدّہ میں یہ فرق ہے کہ مدہ بدبودار ہوتا ہے اور بلغم میں
بدبو نہیں ہوتی۔ مگر یہ فرق ہمیشہ نہیں ہوا کرتا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ
بعض قسم کا بلغم خام بھی بدبودار ہو۔ لہذا بہتر تفرقہ یہ ہے کہ بلغم خام کے
اجزاء غلظت کی وجہ سے بمشکل مجتمع ہوتے ہیں اور مدہ کے اجزاء باسانی۔
جس قارورہ کے اجزاء چھوٹے بڑے مختلف ہوں اس میں بڑے
اجزاء جس قدر زیادہ ہوں گے اسی قدر وہ اس بات کی علامت ہوگا۔
کہ اس میں طبیعت کا کام زیادہ نافذ ہے اور طبیعت بہت قادر
ہے۔ اور مسامات بخوبی کھلے ہوئے ہیں۔ طبیعت کی قدرت اور مسامات
کی کشادگی کی وجہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ بڑے اجزاء اسی وقت گزر سکتے
ہیں جب راستہ وسیع ہو۔ اور دفع کرنے والے میں قوت موجود
ہو۔ مگر "طبیعت کا فعل نافذ ہونا" اس میں ہمیں تامل ہے اس لئے
کہ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجزاء اگر چھوٹے چھوٹے ہوتے
تب البتہ طبیعت کا فعل نافذ سمجھا جاتا۔
اور جس قارورہ میں دھاگے سے نظر آتے ہوں اور آپس میں

ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں تو یہ اس بات کو بتاتا ہے کہ جماع کے
بعد قارورہ کیا گیا ہے کیونکہ عضو تناسل کے سرے پر مجاری منی اور مجاری
بول کا اتصال ہوتا ہے۔ لہذا اگر بغیر عضو تناسل کو دھوئے ہوئے
جماع کے بعد پیشاب کیا جائے گا۔ تو منی کا باقی رہ جانے والا حصہ پیشاب
کے ساتھ مخلوط ہو کر نکل آئے گا۔ اور چونکہ منی کا رنگ سفید اور قوام
لزج ہوتا ہے اس لئے مثل سفید دھاگوں کے نظر آئے گا۔
واضح رہے کہ جس طرح پیشاب کے رنگ، حدت، اور قوام
سے علیحدہ علیحدہ استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح ان تینوں جزوں سے
مجتمعاً بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ مگر شیخ صاحب نے اس کو ذکر نہیں
کیا ہے۔ اور اس کی چوبیس ٢٤ قسمیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ معلوم ہی ہو چکا
ہے۔ کہ پیشاب کے اصلی رنگ پانچ ہیں۔ (اصفر، احمر، اخضر،
اسود، ابیض)
اصفر کی چھ قسمیں ہیں:- تبنی، اترجی، اشقر، نارنجی، ناری
اور زعفرانی۔
اور احمر کی چار قسمیں ہیں:- اصہب، وردی، احمر قانی،
اور احمر اقتم۔
اور اخضر کی پانچ قسمیں ہیں:- فستقی، کراثی، زنجاری، اسمانجونی
اور نیلجی۔
اور اسود کی ایک قسم ہے کیونکہ اس کی دوسری قسموں کے لئے

کوئی نام مخصوص نہیں ہے۔

اور ابیض کی دو صورتیں ہیں: شفاف اور حقیقی اور یہ سب مل کر اٹھارہ قسمیں ہوئیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک قسم کا قوام یا رقیق ہوگا یا غلیظ ہوگا یا معتدل۔ اور اٹھارہ کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ضرب چوّن ہو گا۔ اور ہر ایک قسم کا حکم اس کے مفردات سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہم اسے ذکر کر کے کتاب طولانی نہیں بنانا چاہتے۔

رائحہ بول کے دلائل

اطباء کا قول ہے کہ کبھی کسی مریض کا قارورہ ایسا نہیں دیکھا گیا ہے جس کی بو تندرست انسانوں کے قارورہ کے مانند ہو۔ یہاں مریض سے وہ مریض مقصود ہے جس کا قارورہ دیکھ کر اس سے اس کے مرض کے حالات پر استدلال کیا جاتا ہو لیکن وہ مریض جس کو زیادتی عدد اور زیادتی مقدار وغیرہ کا مرض ہو جس کا قارورہ اس مرض کے حالات پر دلالت نہیں کیا کرتا ہے وہ مقصود نہیں ہے۔ اطباء کے اس قول کا مستند استقراء ہے۔ اس لئے کہ مریضوں اور تندرستوں کے قارورہ کی بو کا یکساں ہونا عقلاً دشوار نہیں ہے اور بو کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ اکثر صحیح و تندرست اشخاص کا قارورہ رنگ و قوام میں یکساں ہوتا ہے۔

اب اگر یہ سوال کیا جائے۔ کہ یہ فرق کیوں ہوتا ہے۔ حالانکہ فاعل نضج بواسطہ حرارت غریزیہ طبعی قوتیں ہیں۔ اور طبعی قوتیں حالت صحت و مرض

دونوں میں نضج کا فعل انجام دیتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ بوقت نضج دونوں کے قارورے رنگ، قوام اور بو میں یکساں ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بو کا ادراک ہر شخص کر سکتا ہے۔ لیکن رنگ و قوام کو واجبی طور پر حاذق اطباء کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں سمجھ سکتا اسی وجہ سے لوگوں نے بو میں قطعی تفرقہ کر دیا لیکن رنگ و قوام میں خاموش رہے۔

لیکن چونکہ یہ حکم قطعی نہ تھا۔ اس لئے شیخ صاحب نے بغیر اظہار تیقن صرف یہ کہا ہے کہ اطباء کا قول ہے۔ اس کے بعد ان احکام کو بیان کیا ہے جو بو کے ہونے اور نہ ہونے پر متفرع ہیں۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر قارورہ میں کسی قسم کی بو نہ ہو تو وہ مزاج کی برودت اور مادہ کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ حرارت ہی بخارات اٹھاتی ہے جس سے بو محسوس ہوتی ہے۔ لہٰذا بو کا نہ ہونا برودت اور خامی کی دلیل ہے۔

اور اکثر امراض حادہ میں یہ قارورہ فنائے حرارت غریزی سقوط قوت، اور اس بات پر کہ طبیعت مرض کے مقابلہ کی طرف متوجہ نہیں ہے دلالت کرتا ہے۔ اکثر کی قید اس لئے ہے کہ ہمیشہ نہیں دلالت کرتا ہے بلکہ صرف اسی وقت جبکہ یہ قارورہ نہایت شدید بدبودار قارورہ کے بعد دفعتاً ہوا ہو۔ اور اس کے بعد کچھ راحت اور خفت حاصل ہو۔ اور اگر قارورہ میں بوئے بد ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی نضج کی

دلیلیں بھی پائی جاتی ہوں۔ تو اس کا سبب جرب و قروح آلات بول ہے
اور بعض نسخوں میں یہ ہے کہ "اس کا سبب جرب و قروح ہے" اور یہی
بہتر و مناسب ہے۔ سبب مذکور یعنی جرب و قروح کی دلیل یہ ہوگی کہ
ان کی علامتیں پائی جائیں گی۔ مثلاً نخالہ (بھوسی) کی طرح قارورہ میں
رسوب کا آنا جرب مثانہ کی علامت ہے۔

اگر قارورہ میں نضج کی علامتیں موجود نہ ہوں تو ممکن ہے کہ اس کی
بوئے بد کا سبب جرب و قروح آلات بول ہوں۔ اور ممکن ہے کہ اس کا
سبب عفونت ہو۔

اور ان دونوں میں تفرقہ اس طرح کیا جائے گا کہ قروح کی وجہ
سے بدبودار قارورہ میں قیح (پیپ) اور قشور (چھلکے) ہوں گے
اور قرحہ والے عضو میں درد بھی محسوس ہوگا۔ مگر عفونت والے بدبودار
قارورہ میں یہ باتیں نہ ہوں گی۔

اور جب بدبودار قارورہ امراض حادہ میں ہوتا ہے اور اس کا
سبب جرب و قروح آلات بول نہیں ہوتے تو یہ نہایت ردی علامت
ہے کیونکہ یہ کثرت غلبہ تعفن کی علامت ہے۔

اور اگر بدبو ترشی کی طرف مائل ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے
کہ اخلاط باردہ مثلاً بلغم و سودا میں تعفن ہے اور ان مادوں میں حرارت
غریبہ کا تسلط ہے جو تعفن پیدا کر رہی ہے۔

لیکن اگر مرض مادی اور حار ہو تو ایسا قارورہ دلیل موت ہے

کیونکہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حرارت غریزیہ فنا ہو چکی ہے اور
طبیعت پر برودت کا غلبہ ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ حرارت غریبہ بھی
موجود ہے۔ ورنہ عفونت نہ ہوتی۔

اور قارورہ کی شیریں بو غلبۂ خون پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جسم میں
خون ہی زیادہ شیریں ہے۔

اور بہت بدبودار قارورہ غلبۂ صفراء پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ صفراء
اپنی حدت اور حرارت سے بدبو پیدا کر دیتا ہے اور اگر بدبو ترشی مائل ہو تو
غلبۂ سودا پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ سودا کے بارد ہونے کی وجہ سے
بدبو میں ترشی ہوگی۔

بدبودار قارورہ کا تندرستوں میں عرصہ تک رہنا اس بات پر دلالت
کرتا ہے کہ حمیات عفینہ پیدا ہوں گی۔ اس لئے کہ حرارت عفونت سے
حمی کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

اگر قوت قوی ہو تو یہ قارورہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ جو عفونت
ان کے بدن میں محتبس تھی وہ خارج ہو رہی ہے اور اس کی علامت
یہ ہوگی کہ اس قارورہ کے بعد خفت محسوس ہوگی۔

اور اگر امراض حادہ میں پہلے سے موجود رہنے والی بدبو دفعتاً
زائل ہو جائے اور اس کے بعد راحت بھی نہ حاصل ہو تو یہ سقوط قوی
کی علامت ہے۔ کیونکہ اگر یہ صورت قوت کی موجودگی اور اس کی اصلاح
سے ہوتی۔ تو یقیناً تدریجاً ہوتی اور بعد میں راحت بھی حاصل ہوتی۔

اقسام قارورہ باعتبار بو

اقسام قارورہ باعتبار رائحہ

مختصراً یوں ہیں کہ قارورہ
یا تو بغیر بو کے ہوگا۔ یا بو کے ساتھ ہوگا۔ پہلی کی دو قسمیں ہیں۔ کیونکہ بو کا
نہ ہونا یا تو اس صورت سے ہوا ہے کہ قبل میں بدبو رہی ہو۔ یا اس صورت
سے ہوا ہے۔ کہ قبل میں بدبو نہ رہی ہو۔ اور بودار قارورہ میں بو طبعی ہوگی
یا غیر طبعی ہوگی۔ طبعی کی ایک قسم ہے اور غیر طبعی یا زیادہ بدبودار ہوگا۔
یا زیادہ بدبودار نہ ہوگا۔ زیادہ بدبودار کی پھر دو قسمیں ہیں۔ کیونکہ وہ
یا حالت صحت میں ہوگا یا حالت مرض میں ہوگا۔
اور وہ قارورہ جس میں زیادہ بدبو نہ ہو۔ وہ یا ترش ہوگا۔ یا
ترش نہ ہوگا۔ ترش کی ایک قسم ہے۔ اور جو ترش نہ ہو یا تو مائل بہ خیریت
ہوگا۔ یا نہ ہوگا۔ لہذا۔ آٹھ قسمیں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان میں سے اکثر کی
طرف شیخ نے اشارہ کیا ہے۔

قارورہ میں زبد (جھاگ) کا ہونا اور اسکے دلائل

عام زبد کے اسباب

جھاگ کے پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ
رطوبت سیال کسی ایسے جسم لطیف کے
ساتھ مخلوط ہو جاتی ہے۔ جو اپنی لطافت کی وجہ سے اوپر بلند ہونے کے
قابل ہو۔ اور دونوں اس طرح مخلوط ہو جاتے ہیں کہ ایک دوسرے سے
جدا نہیں ہو سکتے۔ یہ لطیف جسم کبھی ہوا، کبھی ریاح اور کبھی ان دونوں

سے کوئی مشابہ جسم ہوتا ہے۔
ہوا کی صورت یہ ہے کہ جیسے کسی بہت بلندی سے گرنے والے پانی
میں یا بلندی و پستی میں سخت متحرک ہونے والے پانی مثلاً موج میں ہوتا
ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں صورتوں میں ہوا پانی سے خوب مخلوط ہو جاتی
ہے اور جھاگ پیدا ہوتا ہے۔
یہی حالت صاحبان صرع میں بھی جھاگ پیدا ہونے کی ہے کہ ان کے
دماغ سے رطوبات کا سیلان ہوتا ہے اور تنفس کی ہوا اس سے مخلوط ہو جاتی ہے
نیز یہی حالت جوش دینے کے وقت عصالات میں بھی ہوتی ہے
کیونکہ رطوبت ان عصالات میں موجود رہتی ہے۔ اور حرارت کی وجہ
سے ہوا پیدا ہو جاتی ہے۔
نیز یہی صورت دیگ میں ابال آنے کے وقت بھی ہوتی ہے۔
اور ریاح کی صورت یہ ہے کہ جیسا کہ رقیق القوام براز میں ہوتا ہے
جس کے ساتھ قراقر بھی ہو۔
اور ہوا اور ریاح سے مشابہ جسم کی صورت یہ ہے کہ جو کسی مخنوق کے
جھاگ میں ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے پیدا ہونے کی صورت یہ ہے
کہ ریہ سے پھنس کر نکلنے والی رطوبتیں تنفس بند ہو جانے کی وجہ سے
گھٹی ہوئی روح مخلوط ہو جاتی ہے۔

زبد بول کے اسباب

اور بقول شیخ پیشاب میں جھاگ کی
پیدائش رطوبت اور اس ریاح سے ہوتی ہے

جو قارورہ میں ثقل کے ساتھ خارج ہوتی ہے۔

یہ ریاح جو پیشاب کے ساتھ خارج ہوتی ہے اس کو یقیناً جھاگ کی پیدائش میں دخل ہے۔ خصوصاً جب وقت یہ ریاح مائیت یا بدن میں غالب ہوں۔ جیسا کہ صاحبان تمدد کے پیشاب میں کثرت سے بڑے بڑے بلبلے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پیشاب کی مائیت میں بکثرت بلغم مخلوط رہتا ہے جس کی وجہ سے قارورہ غلیظ و لزج ہوتا ہے لہذا ریاح اس کو بدقت شگافتہ کرکے نفوذ کرتی ہے۔ اس لئے بکثرت بلبلے پیدا ہو جاتے ہیں۔

احکام زبد رنگ کبھی حالات بدن پر جھاگ کے رنگ سے استدلال کیا جاتا ہے۔ مثلاً جھاگ کی سیاہی یا ہلکی سرخی یرقان اسود اور یرقان اصفر پر دلالت کرتی ہے۔

جھاگ کی سیاہی سے یہ مطلب ہے کہ وہ تہ بتہ اور متکاثف ہونے کی وجہ سے مائل بہ سیاہی ہوتا ہے۔ گو یہ بہت مشکل ہے کہ جھاگ میں اس قدر تکاثف پیدا ہو جائے کہ وہ سیاہ محسوس ہونے لگے۔ ہم بہ مشکل اس لئے کہتے ہیں کہ ریاح سے تمدد و انبساط پیدا ہوتا ہے اور جب انبساط ہوگا تو تکاثف ناممکن ہے۔

اور مسیحی نے کہا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں رنگ کا جھاگ صرف یرقان اصفر کی علامت ہے۔ کیونکہ یرقان اصفر کا سبب مادی صفرائے کثیر المقدار ہوتا ہے۔ لہذا جب وہ تہ بتہ ہو جاتا ہے تو

اس کا رنگ مائل بہ سیاہی ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس قارورہ میں پیدا ہونے والی جھاگ کا سبب لطیف صفرا اور جوہر ریاحی ہوگا جس کا رنگ صفرا کے رنگ سے مطابق ہوگا۔ اسی وجہ سے سیاہی و زردی کی طرف مائل ہوگا۔

مگر یہ قول کچھ درست نہیں ہے کیونکہ بصورت یرقان اسود ہی جھاگ کا سیاہ ہونا مشکل تھا۔ لہذا یرقان اصفر میں اس کی سیاہی اور بھی مشکل ہوگی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ مریض یرقان اصفر میں جھاگ کی پیدا کرنے والی ریاح کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ اس مرض کا مادہ صفرا ہے جو محلل ریاح ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرض یرقان میں مادہ مرض (صفرا) عموماً عروق میں رہتا ہے۔ معدہ اور آنتوں میں نہیں رہتا۔ کیونکہ یہاں اس کا نصاب بہت کم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے معدہ اور امعا میں بلغم کی اس قدر کثرت ہو جاتی ہے کہ زبان سفید ہو جاتی ہے، اور بکثرت تو بیج کی شکایت ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ اس مرض میں مبردات کا استعمال کیا جاتا ہے مثلاً آب برگ کاسنی اور بزور مدرہ لہذا ان مبردات سے بلغم پیدا ہو جاتا ہے۔ جو موجب ریاح ہو کر جھاگ پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔

چھوٹا بڑا ہونا اور کبھی جھاگ کے چھوٹے بڑے ہونے سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا چھوٹا ہونا

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مادہ غلیظ اور لزج نہیں ہے۔ اور اس کا
بڑا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مادہ غلیظ و لزج ہے اس لئے کہ اس
صورت میں ریاح کو اس کا شگافتہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

کمی و زیادتی

اور کبھی جھاگ کی قلت و کثرت سے بھی
استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی قلت ریاح کی قلت
اور مادہ کی عدم لزوجت پر دلالت کرتی ہے اور اس کی کثرت ریاح
کی کثرت اور مادہ کی لزوجت کی دلیل ہے۔

جلد یا بدیر زائل ہونا

اور کبھی جھاگ کے جلد یا دیر میں ٹوٹنے
سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ
اگر عرصہ تک باقی رہے۔ اور دیر میں ٹوٹے تو اس بات پر دلالت
کرتا ہے کہ مادہ میں لزوجت ہے۔ اسی وجہ سے امراض گردہ میں جھاگ
کے بلبلے اگر زیادہ دیر تک قائم رہیں تو یہ طول مرض کی علامت ہے
کیونکہ یہ ریاح اور لزوجت مادہ پر دلالت کرتے ہیں۔
اور کتاب کے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ امراض گردہ میں جھاگ
کے بڑے بڑے ٹکڑے اگر زیادہ دیر تک قائم رہیں تو یہ طول مرض کی
علامت ہے۔ یہ نسخہ بقراط کے اس قول کے مطابق ہے جو اس نے
اپنی کتاب فصول میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص کے پیشاب کے بالائی
حصے میں جھاگ کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوں تو وہ اس بات کی
علامت ہے کہ اس کے گردے علیل ہیں۔ اور مرض طولانی ہے"۔

بہر حال اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر پیشاب میں بغیر کسی مولد ریاح غلیظ
غذا کے استعمال کے بلبلے پیدا ہوں تو اس کا سبب کوئی مرض گردہ ہوگا۔
کیونکہ بلبلوں کی پیدائش مادۂ غلیظ اور ریاح غلیظ سے ہوتی ہے
جن کی غلظت کی وجہ سے مقدار کثیر مجتمع ہو جاتی ہے۔ اور تحلیل نہیں
ہوتی۔ یہ بات کسی ایسے عضو کے مرض سے نہیں ہو سکتی جو گردوں سے
بالا ہو۔ ورنہ طول مسافت کی وجہ سے بہت سے اجزاء میں تقسیم
ہو جاتی اور اس کے بڑے بڑے ٹکڑے نہ ہوتے اور نہ یہ بات
کسی ایسے عضو کے مرض سے ہو سکتی ہے جو گردوں سے نیچے واقع
ہو۔ کیونکہ نیچے کے تمام اعضاء بارد ہیں۔ جو ریاح پیدا ہونے
کے ناقابل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امراض گردہ میں خلط کا لزج ہونا ردی علامت
ہے۔ اس لئے کہ وہ مشکل سے تحلیل ہوتی ہے۔ کیونکہ گردوں کا جسم
خود غلیظ ہے۔ اور وہاں تک دوائیں ضعیف الاثر ہو کر پہنچتی ہیں۔
اسی وجہ سے امراض گردہ جلد زائل نہیں ہوتے۔
ہمارے نزدیک مناسب تھا کہ شیخ صاحب یوں فرماتے کہ
"ریاح کا لزج ہونا امراض گردہ میں ردی علامت ہے"۔ تاکہ اگلے
پچھلے اقوال کے موافق ہو جاتا۔ کیونکہ بعد میں یہ فرمایا ہے۔ کہ یہ
"ردی اخلاط و برودت کی علامت ہے۔
اور بعض نسخوں میں یہ ہے کہ جھاگ کے بڑے بڑے ٹکڑے

غلط لزج پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ نسخہ بہتر ہے۔ کیونکہ اسی سے کچھ مناسبت ہو جاتی ہے۔

دلائل اقسام رسوب

چونکہ عرف عام میں رسوب ان تمام اجزائے ارضیہ کو کہتے ہیں جو سیال چیزوں میں تہ نشین ہو جاتے ہیں۔ اور اصطلاح طب میں اس کا مفہوم اس سے عام ہے۔ اس لئے شیخ صاحب نے اس کے دلائل و اقسام کو شروع کرنے کے قبل اس مطلب کو سمجھا دینا ضروری خیال کیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ "اصطلاح اطبا میں لفظ رسوب و ثفل عرف عام سے علحدہ ہے کیونکہ اطبا کے نزدیک رسوب صرف وہی اجزا نہیں ہیں جو تہ نشیں ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ ہر وہ چیز جس کا قوام مائیت سے غلیظ ہو۔ اور جو مائیت سے ممتاز ہو خواہ وہ وسط قارورہ میں ہو۔ یا قارورہ کے اوپر تیر رہی ہو اس کو رسوب و ثفل کہتے ہیں۔

اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ سات طریقوں سے رسوب حالات بدن پر دلالت کرتا ہے۔

(۱) اپنے جوہر سے۔ (۲) اپنی مقدار سے۔ (۳) اپنی کیفیت سے (۴) اپنے اجزاء کی وضع سے (۵) اپنے مکان و محل سے (۶) اپنے زمانۂ قیام سے۔ (۷) اپنی کیفیت آمیزش سے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسوب کے رنگ، ملمس، قوام، شکل، اور رائحہ سے بھی کبھی کبھی بحث کی جاتی ہے۔ مگر یہ چیزیں یہاں ذکر نہیں کی گئیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں جوہر میں داخل ہیں۔ اس لئے علحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جوہر رسوب سے اسی وقت استدلال ممکن ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ رسوب طبعی کون ہے۔ اور رسوب غیر طبعی کون ہے لہذا واضح رہے کہ اگر فضلات ہضم، یا نضج پاکر خارج ہونے والے فضلات اخلاط کا رسوب ہو تو وہ طبعی ہے۔

اس میں سے کامل النضج کا نام رسوب محمود ہے۔ اور غیر کامل النضج کا نام رسوب غیر محمود ہے۔

اور اگر فضلات ہضم یا نضج پاکر خارج ہونے والے فضلات اخلاط کا رسوب نہ ہو تو وہ غیر طبعی ہے۔ خواہ انہیں فضلات کا غیر نضج شدہ رسوب ہو یا کسی دوسری چیز کا رسوب ہو مثلاً جوہر اعضا سے نکلنے والے رسوب خونخالہ اور صفائح (ٹکڑے ٹکڑے) کی طرح ہوتے ہیں۔ بہرطور یہ سب غیر طبعی ہیں۔

رسوب طبعی کے صفات

۱۔ رسوب طبعی سفید ہوں گے کیونکہ جو قوت نضج پیدا کرتی ہے وہ قوت ہاضمہ و قوت مغیرہ ہے اور ان دونوں کا فعل یہ ہے کہ یہ

اعضاء سے مشابہ بنا دیتی ہے اور عموماً اکثر اعضاء کا رنگ سفید ہی ہے
اس کے علاوہ پیشاب مثانہ تک براہ عروق آتا ہے اور مثانہ میں مکمل
ہوتا ہے۔ اور تمام عروق اور خود مثانہ بھی سفید ہے۔

(۲) تہ نشیں ہوں گے کیونکہ ان رسوب کو جوہر اعضاء سے
مشابہ ہونا چاہیے۔ اور چونکہ تمام اعضاء مائیت میں تہ نشیں ہوجاتے
ہیں۔ لہٰذا جو رسوب طافی یا معلق ہوں گے وہ جوہر اعضاء سے مشابہ
نہ ہوں گے۔

(۳) اس کے اجزاء آپس میں ملے ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ اجزاء
میں پراگندگی ریاح کی وجہ سے ہوتی ہے جو بعض اجزاء کو بعض سے جدا
کر دیتی ہے۔ اور ریاح خامی اور عدم نضج پر دلالت کرتی ہے۔

(۴) تمام رسوب یکساں اور برابر ہوں گے۔ کیونکہ اجزاء میں
اختلاف اسی وقت ہوتا ہے جب بعض اجزاء نضج شدہ اور بعض اجزاء
غیر نضج شدہ ہوں۔

(۵) ہر ایک رسوب شکل میں گول ہوگا کیونکہ تمام اجسام
کی بسیط شکل کروی ہوتی ہے۔
اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جملہ رسوب کا سبب مادی ایک ہی ہے اسلئے
جو شکل ایک رسوب کی ہوگی وہی دوسروں کی بھی ہوگی۔ ورنہ ترجیح بلا مرجح
لازم آئے گی۔ کروی شکل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ مجموعہ رسوب مخروطی
ہوتا ہے جس کا قاعدہ زیریں حصہ میں ہوتا ہے اور سرا اوپر کی جانب۔

جس طرح کہ خاک زمین پر گرانے سے مخروطی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

(۶) "رسوب چکنا اور مستوی (ہموار) ہوگا" کیونکہ نضج سے یہی باتیں
حاصل ہوتی ہیں۔

(۷) "لطافت میں گلاب کے رسوب سے مشابہ ہوگا" اس لئے کہ
رسوب کے پیدا ہونے کا سبب حرارت ہے۔ اور حرارت خفت و لطافت
پیدا کر دیتی ہے۔ مذکورہ بالا صفات جو شیخ نے ذکر کئے ہیں اس رسوب
طبعی کے ہیں جو اپنے بہترین حالات میں پایا جاتا ہو لیکن جو رسوب طبعی
اپنے بہترین حالت میں نہ ہو اس میں بعض صفات نہیں پائے جاتے ہیں۔

مزید اوصاف

رسوب طبعی کے کچھ اور بھی اوصاف بیان کئے
گئے ہیں۔ جن کو شیخ صاحب نے چھوڑ دیا ہے
وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) صاف شفاف ہوں گے۔ (۲) بوقت حرکت جلد متفرق
ہو جائیں گے۔ مگر بوقت سکون دیر تک قائم رہیں گے۔ (۳) رسوب
کی مقدار، سن، مزاج، سحنہ، اور حالات مریض کے مناسب ہوگی۔
(۴) یہ اس وقت موجود ہوں گے کہ جب پیشاب اپنی بہترین حالت
اعتدال پر ہوگا۔ یعنی قارورہ رنگ میں اترجی ہو۔ رقت و غلظت میں
اوسط درجہ کا ہو۔ پیئے جانے والے پانی کی مقدار کے مطابق ہو۔
زیادہ بدبودار نہ ہو۔ اور نہ بالکل بغیر بو کا ہو۔
جس طرح سفید، چکنا، متشابہ القوام، مدہ ورم کی پختگی پر دلالت

پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح رسوب طبعی محمود پورے بدن کے نضج مادہ پر دلالت کرتا ہے اور رسوب طبعی کرتا ہے۔ یعنی مدّہ مذکورہ نضج ورم پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ محمود سارے بدن کے نضج مادہ پر دلالت کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں وہی چیزیں خارج ہوتی ہیں جو ان مقامات میں موجود رہتی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جو چیزیں غیر نضج شدہ ہیں وہ خارج ہوں۔ اس لئے کہ وہ نکلنے کے قابل نہیں ہیں۔ لہٰذا وہی اجزاء برآمد ہوں گے جن میں نضج زیادہ تر ہو گیا ہو۔

ہاں مدّہ اور رسوب طبعی میں فرق یہ ہے کہ مدّہ کثیف ہوتا ہے اور رسوب کے اجزاء لطیف ہوتے ہیں۔

پیشاب میں رسوب اور ثقل کی موجودگی ایک اچھی علامت ہے۔ کیونکہ یہ صورت اسی وقت ہوتی ہے جب فضلات کو طبیعت دفع کر رہی ہو اور یہ علامت بہتری ہے۔ اگرچہ لنگ اور ہمواری معدوم ہو۔ یعنی نہ رنگ مناسب ہو اور نہ اجزاء کی وضع مناسب ہو۔ مگر یہ بات ہر ایک حالت میں درست نہیں ہے۔ کیونکہ جو ہر اعضاء کا رسوب اچھی علامت نہیں ہے۔ بلکہ اچھی علامت اسی وقت ہو سکتی ہے جب رسوب طبعی ہو گو اس میں نضج پورا نہ ہوا ہو۔ کیونکہ اسی وقت رنگ نہ ہو گا۔

متقدمین و متاخرین کا اختلاف

اطباء میں اختلاف ہے کہ رسوب کی ہمواری نضج پر زیادہ دلالت

کرتی ہے۔ یا اس کا رنگ، قدماء کی پہلی رائے ہے۔ اور متاخرین مثلاً محمد ابن زکریا رازی وغیرہ۔ دوسری رائے پسند کرتے ہیں۔ شیخ صاحب نے قدماء کا مذہب اختیار کیا ہے اور اس پر یہ دلیل پیش کی ہے۔ کہ وہ رسوب مستوی (ہموار) جس میں اس طرح کی مناسب سفیدی نہ ہو۔ جو طبعی میں ہوا کرتی ہے۔ بلکہ وہ سرخی لئے ہوئے ہو اس سفید کھردرے رسوب سے جو نا ہموار ہو بہتر دلیل ہے کیونکہ بمقابلہ سرخ رسوب کے کھردرا رسوب عدم نضج پر زیادہ دلالت کرتا ہے اس لئے کہ سرخی مائل رنگ طبعی قارورہ کے رنگ سے بہت قریب ہے۔ جو ہضم کبدی کی علامت ہے۔ اس کے علاوہ نضج پر رنگ کی دلالت اس قدر نہیں ہو سکتی جس قدر ہمواری کی دلالت ہوتی ہے کیونکہ زیادہ تر رسوب کا رنگ پیشاب ہی کے رنگ کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مائیت میں دراصل کوئی رنگ ہی نہیں ہوتا۔ اس میں جو کچھ بھی رنگ آتا ہے وہ مخلوط ہونے والے مواد کا رنگ ہوتا ہے اور جو رنگ رقیق مواد کا ہوتا ہے۔ وہی کثیف مواد کا بھی ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا عموماً رسوب کا وہی رنگ ہو گا جو پیشاب کا رنگ ہو گا۔ بخلاف ازیں رسوب کی ہمواری پیشاب کے تابع نہیں ہے۔

ہم نے عموماً کی قید اس لئے بڑھائی ہے کہ رسوب طبعی کامل النضج کا رنگ سفید ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم اوصاف میں بتا چکے ہیں۔

سفیدی کے بعد مخالف رنگوں میں سرخ رنگ سب میں اچھا ہے - اس لئے کہ یہ غلبۂ خون کی وجہ سے ہوتا ہے اور خون ہر ایک خلط سے اسلم ہے

سرخ سے کم درجہ اصفر کا ہے - کیونکہ یہ غلبۂ صفرا کی وجہ سے ہوتا ہے - بہتری کی یہی وجہ ہے کہ اس کے نضج دینے میں طبیعت کو زیادہ زمانہ نہیں گزرتا - اس کے بعد رسوب زرنیخی (ہڑتال کا رنگ) کا رتبہ ہے - کیونکہ یہ صفرائے محترقہ سے ہوتا ہے جو قبول نضج کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے - اور سودائے محترقہ سے کم خطرناک ہے - رسوب میں شر (برائی) کا آغاز رسوب عدسی سے ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا سبب سودائے محترقہ ہے -

استاد کا خیال

ہمارے خیال میں تو یہی مطلب صحیح و درست ہے - مگر استاد فرماتے ہیں بلکہ شیخ صاحب کے اس قول کا کہ "عموماً رسوب کا رنگ قارورہ کے رنگ سے مطابق ہوتا ہے" یہ نہیں ہے کہ عموماً رسوب کا رنگ قارورہ کے رنگ سے ہمارے مشاہدہ اور معائنہ میں مطابق ہوتا ہے - کیونکہ یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے - بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک قارورہ میں پائے جانے والے رسوب کا اکثر حصہ پیشاب کے ہم رنگ ہوتا ہے مگر غیر محسوس ہوتا ہے - کیونکہ جب رسوب کا رنگ اور قارورہ کا رنگ ایک ہی ہوگا - تو پھر ان دونوں میں سوائے رقت و غلظت کے کوئی

دوسرا فرق واختلاف نہ ہوگا - اس لئے کہ رسوب کا قوام مائیت سے غلیظ تر ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ رقت و غلظت کا احساس حاسۂ بصر سے نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں رسوب محسوس نہیں ہوگا - ہاں وہ باقی رسوب جس کا رنگ پیشاب کے رنگ سے مخالف ہوگا - وہ البتہ محسوس ہوگا -

پیشاب میں غیر محسوس رسوب کے زیادہ تر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پیشاب اس پانی سے حاصل ہوتا ہے - جو پیا جاتا ہے - اور پانی میں کوئی رنگ نہیں ہوتا - رنگ جو کچھ آتا ہے وہ ان فضلات کا ہوتا ہے جو خارج ہو کر مائیت سے مخلوط ہو جاتے ہیں - لہذا رسوب کا اکثر حصہ بقیہ دوسرے فضلات کے ہم رنگ ہوگا - اور کمتر حصہ محسوس ہوگا جس کا رنگ پیشاب کے رنگ سے مخالف ہوگا -

اس کے بعد پھر فرماتے ہیں - کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اصطلاح اطباء میں رسوب اسی کو کہتے ہیں جو بذریعہ حس مائیت سے ممتاز ہو کر نظر آتا ہے - لہذا جو غیر محسوس ہوگی - اسے رسوب کیسے کہہ سکتے ہیں - تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک اطباء کی اصطلاح یہی ہے - مگر یہاں رسوب سے اطباء کا اصطلاحی رسوب مقصود نہیں ہے - بلکہ رسوب اپنے لغوی معنی میں جو تمام لوگوں کے نزدیک مشہور ہے - یہاں بھی مقصود ہے یعنی جو چیز حقیقتاً تہ نشیں ہو جائے یا آئندہ تہ نشیں ہو جانے کی صلاحیت رکھتی ہو

اس کے بعد پھر فرماتے ہیں کہ کتاب کا پہلا نسخہ صحیح ہے - اس لئے

کہ جب شیخ صاحب نے یہ فرمایا کہ اکثر رسوب کا رنگ پیشاب کے رنگ
کے مطابق ہوتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ کچھ تھوڑا سا رسوب قارورہ
کے رنگ سے مخالف بھی ہوگا۔ لہذا اس مخالف رنگ قارورہ رسوب کو
بیان کرنا پڑا جو بعد میں اس طرح بیان کیا ہے کہ تمام مخالف رنگوں میں سرخ رنگ بہتر ہے
لیکن واضح رہے کہ استاد کا یہ پورا کلام بعید از عقل اور بے معنی ہے۔
شیخ صاحب جو مطلب بیان کرنا چاہتے تھے اس سے یہ کلام بالکل علیحدہ ہے
کیونکہ شیخ صاحب کا مطلب ہے سب قدما کو ترجیح دینا تھا اسی وجہ سے آئندہ وہ یہ فرماتے ہیں۔
اور متاخرین کے قول کی طرف التفات بھی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ سفیدی
کبھی بغیر نضج کے بھی ہوتی ہے اور ہمواری ہمیشہ نضج ہی کی وجہ سے ہوتی ہے چنانچہ
سفیدی ہوا کی شدید آمیزش سے بھی پیدا ہو جاتی ہے جبکہ نضج نہیں ہوتا۔
واضح رہے کہ ہر ایک قسم رسوب کی ہمواری ہمیشہ نضج کی دلیل نہیں ہوا کرتی
ہے ہاں رسوب محمود کا ہموار ہونا بیشک دلیل نضج ہے۔ مگر رسوب ردی کا ہموار ہونا احتراق
پیدا کرنے والے یا جمود پیدا کرنے والے اسباب کے قوی ہونے سے بھی ممکن ہے۔ لہذا
اس صورت میں رسوب کا ہموار ہونا بمقابلہ متفرق و پراگندہ ہونے کے بہتر نہیں ہوگا اسی لئے
شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ رسوب ردی مذموم جس کا ذکر بعد میں آئیگا اس کا پراگندہ ہونا ہموار
ہونے سے بہتر ہے جس کا سبب یہ ہے کہ جتنی حالتیں رسوب محمود میں افعال طبعی کے قوی ہونے پر
دلالت کرتی ہیں وہ سب رسوب ردی میں سبب غیر طبعی کے قوی ہونے پر دلالت کیا کرتی ہیں
مثلاً رسوب ردی کا ہموار ہونا یا تو زیادتی حرارت یا زیادتی برودت کی دلیل ہے اور اسکا
پراگندہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس میں اجزاء ہوائیہ مخلوط ہو گئے ہیں اور یقیناً یہ مسئلہ آسان ہے۔

رسوب جید جو زیر بحث ہے کبھی رقیق مدہ اور رقیق بلغم خام کے مشابہ ہوتا ہے
کیونکہ ان سب چیزوں کا رنگ سفید ہے اور یہ سب چیزیں قارورہ میں تہ نشیں ہو جاتی
ہیں۔ رسوب جید کے تہ نشیں ہونے کی وجہ تو معلوم ہو چکی اور مدہ و بلغم خام غلیظ الجوہر ہونے
کی وجہ سے ثقیل ہوتے ہیں لہذا نیچے بیٹھ جاتے ہیں۔

فرق رسوب جید و مدہ

مگر رسوب جید و مدہ میں فرق یہ ہے کہ مدہ بدبودار ہوتا ہے
اور رسوب جید میں بو بد نہیں ہوا کرتی۔ کیونکہ مدہ کا سبب
فاعلی حرارت غریبہ ہے اور رسوب جید کا سبب فاعلی حرارت غریزیہ ہے۔

فرق رسوب جید و بلغم خام

اور بلغم خام اور رسوب جید میں فرق
یہ ہے کہ بلغم خام کے اجزاء کثیف
ہوتے ہیں اور رسوب جید کے اجزاء ویسے کثیف نہیں ہوتے
کیونکہ رسوب میں غلبۂ نضج کی وجہ سے بعض اجزاء بعض دوسرے
اجزاء سے زیادہ چمٹے ہوئے نہیں ہوتے۔ جس کی شناخت
قارورہ میں حرکت دینے سے ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر حرکت
سے ثفل بآسانی متفرق ہو جائے تو وہ رسوب جید
ہے ورنہ بلغم خام۔

فرق رسوب جید و مدہ و بلغم خام

اور رسوب جید، مدہ و بلغم خام
سے اپنی لطافت و خفت کی وجہ
سے ممتاز رہتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں نسبتاً غلیظ و ثقیل ہوتے ہیں۔

فرق مدہ و بلغم خام

اور مدہ اور بلغم خام میں یہ فرق ہے کہ بلغم خام

میں بدبو نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ قارورہ کو ہلانے سے اس کے اجزاء ایک
دوسرے سے ملے ہوئے رہتے ہیں۔
فضلات ہضم کا رسوب نضج پر دلالت نہیں کرتا بلکہ ہضم پر دلالت
کرتا ہے۔ اور فضلات اخلاط کا رسوب نضج پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا اس
دوسرے رسوب کو صرف امراض مادیہ میں تلاش کرنا چاہیئے۔ اور امراض
ساذجہ میں تجسس کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح حالت صحت میں بھی اس کی
تلاش بے کار ہے۔ کیونکہ مریض مادی کے بدن و عروق میں ردی مواد
محتبس ہوتے ہیں۔ لہذا ان مواد کا نضج نہ پانا شر و فساد کی دلیل ہے
لیکن تندرست شخص میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ اس کی رگوں میں
کوئی ایسی خلط موجود رہتی ہو۔ جو پیشاب میں نضج پا کر بصورت رسوب
خارج ہو۔ بلکہ بحالت صحت یہ رسوب اس بات پر دلالت کریں گے
کہ کچھ خام فضلات غذا، عدم ہضم کی وجہ سے بچ رہے ہیں۔ جو قارورہ
میں بشکل رسوب تہ نشیں ہو گئے ہیں۔ خواہ ان فضلات میں نضج موجود
ہو۔ یا نہ ہو۔ کیونکہ حالت صحت میں رسوب کے نضج شدہ ہونے کی
شرط نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اکثر ہضم ثانی کا فضلہ ہوتا ہے جس میں
پورا نضج نہیں ہوتا ہے۔ تاکہ سفیدی آسکے۔
کیونکہ سفیدی رگوں کی قوت سے آتی ہے۔ جو فضلات کو اپنے
رنگ کے موافق سفید کر دیتی ہیں۔ اور چونکہ بعض اوقات ان رگوں
میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ فضلات کو اپنی طرح سفید بنا سکیں

اس لئے وہ اسی رنگ پر رہ جاتے ہیں۔ جو ہضم ثانی سے حاصل ہوا تھا۔

بحالت صحت نحیف و لاغر لوگوں میں تہ نشیں ہونے والے رسوب کی
قلت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے جسم میں رطوبتوں اور خون کی کمی ہوتی ہے خصوصاً
ان لوگوں میں جو ریاضت کے عادی ہوں۔ یا سخت محنت و مشقت کا پیشہ کرتے
ہوں۔ کیونکہ ریاضت و مشقت کی وجہ سے ان کے جسم سے رطوبت بکثرت تحلیل
ہو جاتی ہے۔ اور یبس کا بہت غلبہ ہوتا ہے۔ رسوب میں تہ نشیں ہونے کی
شرط اس لئے بڑھائی گئی ہے کہ بمقتضائے نضج اسی کی مقدار بہت کم ہوگی۔

اور آرام و آسایش میں رہنے والے اور فربہ اشخاص میں چونکہ رطوبات
کم تحلیل ہوتی ہیں اس لئے یہ رسوب بکثرت ہوگا۔

لہذا جب بحالت صحت لاغروں میں رسوب ہضمی کم ہوتا ہے اور فربہ
اشخاص میں زیادہ تو نحیف و لاغر مریضوں کے پیشاب میں بھی اس رسوب
ہضمی کی اس قدر توقع نہیں رکھنی چاہیے جس قدر فربہ مریضوں کے پیشاب میں
توقع ہوتی ہے۔

کیونکہ لاغر مریضوں میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ان کی بیماریاں
دفع ہو جاتی ہیں۔ مگر ان کے قارورہ میں کوئی چیز از قسم رسوب نہیں پائی جاتی
اور اکثر ان کے قارورہ کا رسوب اس حد تک پہنچتا ہی نہیں کہ تہ نشیں ہو سکے
کیونکہ رسوب اسی وقت تہ نشیں ہوتا ہے جب اس میں غلظت کی وجہ
سے ثقل پایا جاتا ہو۔ اور ان لوگوں کا رسوب اگر موجود بھی ہوگا تو غلیظ
نہیں ہوگا بلکہ کچھ اوپر تیرتا ہوا نظر آئے گا۔ یا وسط قارورہ میں معلق ہوگا۔

واضح رہے کہ لاغروں میں قلت رسوب کا حکم مطلقاً صحیح نہیں ہے
اس لئے کہ جس شخص کی لاغری کا سبب یہ ہو۔ کہ حرارت جگر کی وجہ سے
اس کے خون میں حدت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے فضلات بہت زیادہ
ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس کے اعضاء اس خون کو غذا بنانے سے کراہت
کرتے ہیں۔ لہذا عرق میں وہ محفوظ رہتا ہے اور اس صورت میں رسوب
کی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لاغر اشخاص، فربہ اشخاص سے
قوت جماع زیادہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ منی کا مادہ خون ہے جو ان کے
عروق میں بکثرت رہتا ہے۔

اور ایسا بھی نہیں ہوتا۔ کہ پیشاب کرنے کے بعد ہر ایک پیشاب
میں فوراً رسوب بن جاتا ہو اور نہ کافی نضج یافتہ پیشاب میں یہ بات
حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ پیشاب کو تھوڑی دیر تک رکھنا چاہیے تاکہ
رسوب اتنی مدت میں مائیت کو شگافتہ کر کے نیچے آسکے۔

رسوب غیر طبعی

مشہور یہ ہے کہ رسوب غیر طبعی کی چودہ[۱۴] قسمیں ہیں:۔

(۱) **خراطی** خراط اس چھلکے کو کہتے ہیں جو اجسام کی سطح سے برآمد ہوتا ہے اور وہ یا تو صدفائجی ہوتا ہے جسے رشیخ نے
ذکر نہیں کیا ہے۔ مگر مقصود ضرور ہے اس لئے کہ احکام بیان کرنے کے
وقت اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یا نخالی[۲] ہوتا ہے۔ یا کرسنی[۳] ہوتا ہے۔ یا

دسیشی[۴] ہوتا ہے۔ (دسیسی حشیشی) جس کا دوسرا نام مولیفی بھی ہے۔ یا
سرخ[۵] اور گہری زردی رنگ کے ہڑتال کے مانند ہوتا ہے۔ یہ پانچوں
قسمیں رسوب خراطی کی ہیں۔

اور باقی نو قسمیں حسب ذیل ہیں:۔
لحمی[۶] ۔ دسمی[۷] ۔ مدّی[۸] ۔ مخاطی[۹] ۔ خمیر[۱۰] کے بھیگے ہوئے ٹکڑوں
کے مانند دموی[۱۱] علقی (لبستہ خون کے ٹکڑوں کی مانند) شعری[۱۲] لیفی[۱۳] حصوی
رمادی[۱۴]۔

ان چودہ قسموں میں انحصار بذریعہ استقرار ہے یعنی جستجو سے یہی
قسمیں معلوم ہو سکیں۔ لیکن بعض لوگوں نے انحصار پر دلیل عقلی بھی پیش
کی ہے۔ جو یہ ہے کہ "رسوب یا تو ان چیزوں سے پیدا ہو گا جو کھائی گئی
ہیں۔ لیکن ابھی تک ان چیزوں نے خلط کی صورت اختیار نہیں کی ہے
یا ایسا نہیں ہو گا۔ پہلی صورت کی مثال وہ رسوب ہے جو پھلوں اور
مختلف غذاؤں کے کھانے سے خارج ہوتا ہے مثلاً دودھ اور پنیر
کھانے سے۔ یا سیب اور بہی کھانے سے پیشاب میں کچھ ملے ٹکڑے ٹکڑے
نظر آتے ہیں۔ مگر رشیخ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے جس کی وجہ یا یہ ہے
کہ اس رسوب کے صفات کا شمار کرنا سخت دشوار ہے۔ یا یہ ہے کہ یہ
رسوب نہ حالت صحت کی علامت ہے نہ حالت مرض کی۔ لہذا اس کا
ذکر ہی بے کار اور خارج از مقصود ہے
اور دوسری صورت کا رسوب یا اعضاء کا ہو گا یا رطوبات کا

کیونکہ بدن میں ان دونوں کے علاوہ کوئی ایسی تیسری چیز نہیں ہے۔ جس کا رسوب ہو سکے۔ اب اعضاء کا رسوب یا صرف اعضاء اصلیہ کا ہوگا۔ جو مع اپنے پانچوں قسموں کے خراطی ہے۔ یا ان اعضاء کا ہوگا جو صرف غیر اصلیہ ہیں۔ یہ رسوب دسمی ہے۔ یا ان اعضاء کا ہوگا جن میں دونوں قسم کے اعضاء پائے جاتے ہیں۔ یہ رسوب لحمی ہے۔

اور رطوبات کا رسوب یا رطوبت اولیہ و رطوبت ثانویہ کا ہوگا۔ یا ان رطوبتوں کا نہیں ہوگا۔ دوسری قسم کا رسوب مدی ہے۔ اور پہلی قسم کا یا اپنی خلطی حالت پر باقی ہوگا۔ یا باقی نہیں ہوگا۔ خلطی حالت پر باقی رہنے والا یا تو بہت زیادہ غلیظ ہوگا۔ یہ وہ رسوب ہے جو خمیر کے بھیگے ہوئے ٹکڑوں کے مانند ہوتا ہے اور یا بہت زیادہ غلیظ نہیں ہوگا۔ یہ رسوب مخاطی ہے۔

اور خلطی حالت پر باقی نہ رہنے والا یا نرم ہوگا یا سخت ہوگا۔ سخت رسوب علقی ہے۔ اور نرم یا متغیر ہو کر اعضاء سے مشابہ ہو گیا ہوگا۔ یہ رسوب شعری ہے یا اعضاء سے مشابہ نہیں ہوگا۔ اس صورت میں یا پتھر کی طرح سخت ہو گیا ہوگا۔ یہ رسوب رملی ہے۔ یا سخت نہ ہوا ہوگا تو یہ رسوب رمادی ہے۔

احکام رسوب غیر طبعی

(۱) صفائحی خراطی جس کا دوسرا نام قشوری بھی ہے۔ اس کی ایک قسم، جس کے اجزاء بڑے بڑے پھیلی ہوئی سطح کے مانند سرخ اور سفید ہوتے ہیں۔ یہ رسوب اکثر اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ اعضاء بول سے کسی عضو، قریب تر سے علحدہ ہو کر آ رہا ہے۔ کیونکہ سرخ و سفید اجزاء عموماً اعضائے بعیدہ کے نہیں ہوتے۔ ورنہ طول مسافت کی وجہ سے بدنی مواد کی آمیزش سے مائل بہ تیرگی و نیلگونی ہو جاتے۔ اعضاء بول خود نہ تو سیاہ ہیں نہ نیلے ہیں۔ اس لئے یہ سفید رسوب مثانہ کے ہوں گے۔ جس کا سبب یا قرحہ مثانہ ہوگا یا جرب ونا کل، کیونکہ عروق گو سفید رنگ کے ہیں لیکن ان کی ساخت سے بڑے بڑے صفائحی رسوب کا خارج ہونا غیر ممکن ہے۔

اور سرخ گوشت کے ٹکڑوں کی طرح رسوب گردوں کا ہوتا ہے۔ اسباب وہی ہوتے ہیں جو مثانہ میں ذکر کئے گئے۔ گوشت کی قید اس لئے کی گئی ہے کہ بعض سرخ رسوب اپنے رنگ اور اجزائے کے انفصال میں گوشت سے مشابہ نہیں ہوتے۔ لہذا وہ گردے کے رسوب نہیں ہوتے بلکہ یا جگر کے ہوتے ہیں یا جگر میں احتراق خون کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

اور کبھی صفائحی رسوب نیلے رنگ کا، یا سیاہی مائل، یا مچھلی کے چھلکوں کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ رسوب اعضاء بول سے دور کے

اعضاء کا ہوتا ہے۔ اس قسم کا رسوب آئندہ ذکر کئے جانے والے تمام رسوب سے بہت زیادہ ردی ہوتا ہے اور یہ ان اعضاء کے اندرونی سطح کے چھلنے کی علامت ہے۔ علامت کی وجہ تو ظاہر ہے۔ مگر سب سے زیادہ ردی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اعضائے اصلیہ بعیدہ سے خارج ہوتا ہے۔ لہذا اس کے اسباب بھی یقیناً زیادہ قوی ہوں گے۔

اور رسوب صفائحی کی پہلی دونوں قسمیں یعنی سُرخ و سفید مثانہ کو پاک و صاف کر دیتی ہیں۔

استاد نے فرمایا ہے کہ اس کلام پر دو اعتراضات ہیں۔ پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ اگر شیخ کا یہ مطلب ہے کہ مثانہ میں جمع ہونے والے قشور سے مثانہ کو پاک و صاف کر دیتی ہیں۔ تو یہی حالت اس رسوب صفائحی کی بھی ہے۔ جو باقی دوسرے اعضاء سے خارج ہوتے ہیں۔ لہذا مخصوص اسی کو اچھائی اور بہتری میں امتیاز حاصل نہیں ہے۔ اور اگر یہ مقصود ہے کہ یہ دونوں قسمیں مثانہ کو جرب یا قرحہ یا ناکل سے پاک و صاف کر دیتی ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرحہ سے جدا ہونے والے قشور اس کے تنقیہ کی صلاحیت نہیں رکھتے اور اگر یہ تنقیہ کے لئے کافی ہیں تو دوسرے اعضاء سے خارج ہونے والے رسوب صفائحی بھی ان اعضاء کے لئے منقی ہوں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ حقیقت میں دونوں صورتوں میں تنقیہ کرنے والی ادویہ منقیہ ہیں

اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر دراصل رسوب صفائحی کا خارج ہونا تنقیہ مثانہ کا موجب ہے۔ تو یہ کام صرف سفید رسوب کا ہے اور چونکہ سُرخ صفائحی رسوب گردے سے برآمد ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ گردے کا تنقیہ کرنے والے ہوں گے۔ ان سے مثانہ کا تنقیہ نہیں ہو سکتا۔

مگر استاد کے دونوں اعتراضات نامناسب ہیں۔ پہلے کی تو یہ وجہ ہے کہ بصورت تسلیم شق اول یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر مثانہ کے اندر مجتمع ہونے والے سُرخ و سفید صفائحی رسوب مثانہ کا تنقیہ کرتے ہوں تو ہر عضو سے خارج ہونے والا رسوب اس عضو کا تنقیہ کرنے والا ہو اور بصورت تسلیم شق ثانی ہم یہ ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں ہیں کہ قرحہ سے خارج ہونے والا رسوب کسی طرح بھی قرحہ کا تنقیہ نہیں کرتا۔ کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ جدا ہونے والا صفائحی رسوب قرحہ میں اسی قدر باقی رہ جاتا ہے اور جب یہ بھی خارج ہوتا ہے تو قرحہ صاف ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے شیخ صاحب نے فرمایا ہے کہ اکثر یہ دونوں قسمیں تنقیہ کر کے پاک و صاف کر دیتی ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ان دونوں قسموں کے علاوہ کوئی تیسری چیز منقی نہ ہو ہم مانتے ہیں کہ دوائیں تنقیہ کرتی ہیں۔ لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ رسوب صفائحی قرحہ سے خارج ہو کر اس کا تنقیہ نہ کریں۔

اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تنقیہ مثانہ کا ذکر اور گردے سے خاموشی صرف اس لئے ہے کہ دونوں قسم کے رسوب مثانہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا تنقیہ گردہ کا حال تو وہ معلوم ہے۔

بعض اطباء نے حکایت بیان کی ہے کہ ایک شخص نے ذراریح (تیلنی مکھی) کھالی تھی۔ اس کے بعد اس نے پیشاب کیا جس میں سفید رنگ کے چھلکے پوست اندرون بیضہ کے مانند تھے۔ جب ان قشور کو پانی میں حل کر دیا جاتا تھا تو وہ حل ہو جاتے تھے۔ اور قارورہ کا رنگ سرخ کر دیتے تھے۔ اس قسم کے پیشاب کے بعد مریض صحتیاب ہو گیا۔ اور زندہ رہا۔ حکایت مذکورہ بالا محمد بن ذکریا نے حاوی میں بیان کی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کے قارورہ میں رسوب صفائحی بکثرت معائنہ کئے۔ جو کم از کم ایک کف دست تھا۔ مگر اس سے مریض کو کچھ نقصان نہیں پہنچا۔ مریض مذکور کو مرض جرب مثانہ اور بخار تھا۔ اور وہ رسوب صفائحی پگھل کر قارورہ کو سرخ کر دیتے تھے جس مریض کا یہ قارورہ تھا اس نے ذراریح (تیلنی مکھی) کھائی تھی۔ یہاں تک محمد زکریا کا کلام تھا اور یہ پورے طور سے شیخ صاحب کے کلام پر دلالت کرتا ہے۔

رسوب خراطی کی ایک دوسری قسم ہے جو دونوں سرخ و سفید صفائحی رسوب سے کم عریض ہوتا ہے مگر قوام میں زیادہ غلیظ ہوتا ہے اس قسم کے وہ رسوب جو رنگ میں سُرخ ہوں کرسنی کہے جاتے ہیں۔

اور جو سرخ نہیں ہوتے ان کو نخالی کہا جاتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قبل میں صفائحی کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ سرخ، سفید اور مائل بہ سیاہی۔ لہٰذا یہاں یہ کہنا چاہیئے تھا کہ خراطی کی یہ قسم صفائحی کی تمام قسموں سے زیادہ عریض ہوتی ہے سیاہ صفائحی کو ترک کر دینے کی کیا وجہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعمیم اس لئے نہیں کی گئی کہ سرخ و سفید کے علاوہ صفائحی کی تیسری سیاہ قسم، غلظت و رقت میں مختلف ہوتی ہے۔ اعضاء غذائیہ کے سیاہ رسوب صفائحی، رسوب نخالی و کرسنی سے رقت میں بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور اعضاء غلیظہ کے رسوب صفائحی، نخالی و کرسنی سے قوام میں غلیظ تر ہوتے ہیں۔ اور چونکہ مسیحی اس نکتہ کو نہیں سمجھے اس لئے انہوں نے لفظ "مذکورین" کو بجائے تثنیہ کے جمع پڑھا۔ اور یہ خیال نہیں رہا کہ یہ جمع ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے۔

رسوب کرسنی

سرخ رنگ کا رسوب کرسنی، کبھی تو جگر کے سوختہ اجزا ہوتے ہیں جبکہ قوی حرارت غریبیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی جگر کا خون محترق ہوتا ہے اور کبھی گردوں سے آتا ہے۔ ان دونوں میں فرق یوں کیا جائے گا کہ گردے کا رسوب کرسنی بہت زیادہ منفصل اور لحمی ہوتا ہے۔ کیونکہ گردے کا جسم ٹھوس ہے۔ اور جلے ہوئے جگر اور جلے ہوئے خون کا رسوب کرسنی، لحمی سے مشابہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے اجزاء کا اتصال کمزور

ہوتا ہے اور وہ پراگندہ و متفرق ہو جانے کے لئے زیادہ تیار رہتا ہے
کیونکہ جوہر جگر میں بمقابلہ گردوں کے تخلخل زیادہ ہوتا ہے۔ تاکہ اس کے
جرم میں کیلوس کا نفوذ ممکن ہو سکے۔ مگر گردے میں اس کی ضرورت
نہیں ہے۔ کیونکہ وہ پیشاب کا راستہ ہے اس لئے اس کو ٹھوس
اور سخت بننے کی ضرورت ہے۔ تاکہ اس میں پیشاب نفوذ نہ
کر جائے۔

اور دوسرا فرق یہ ہے کہ اگر یہ رسوب زردی سے بہت زیادہ
قریب ہو تو وہ یقیناً گردے کا ہوگا۔ اس لئے کہ جگر کا رسوب کرسنی
اقتم ہوتا ہے۔ اس میں زردی بالکل نہیں ہوتی۔ ہاں کبھی کبھی بصورت
احتراق شدید، گردہ کا رسوب کرسنی بھی اقتم ہو جاتا ہے۔

رسوب نخالی یہ رسوب کبھی جرب مثانہ، قرحہ مثانہ اور قرحہ عروق سے ہوتا ہے اور کبھی ذوبان
اعضاء کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر
قضیب کی جڑ میں خارش محسوس ہوتی ہو اور قارورہ میں بدبو ہو تو
یہ مثانہ کا ہوگا۔ علی الخصوص اگر اس کے پہلے بول مدی ہو چکا ہو تو وہ
یقیناً مثانہ ہی کا ہوگا۔ نہ مثانہ کے علاوہ کسی دوسرے عضو کا اور
نہ ذوبان سے ہوگا۔ خصوصاً اگر قارورہ کے نضج پر تمام دلیلیں بھی
موجود ہوں۔ کیونکہ قارورے کا نضج یہ بتاتا ہے کہ یہ رسوب نخالی
مثانہ اور اس سے قریبی عروق کا ہے۔ کسی دوسرے عضو کا نہیں ہے،

اس لئے کہ عموماً نضج شدہ قارورہ بالائی عروق، جگر، اور گردوں
کا ہوتا ہے۔ لہٰذا قارورہ کا نضج اس کی علامت ہوگا کہ یہ اعضاء
صحیح المزاج ہیں۔ ان میں کوئی مرض نہیں۔ لیکن اگر رسوب نخالی
کے ساتھ سوزش، ضعف قوت، اعضاء بول، کی سلامتی
اور رنگ میں کدورت پائی جاتی ہو تو اس رسوب نخالی کا سبب
ذوبان ہوگا۔ اور کتاب کے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ "ذوبان
اعضاء ہوگا" اور بعض میں "ذوبان اخلاط ہوگا" مگر آخری نسخہ غلط
ہے کیونکہ رسوب نخالی خلط سے پیدا نہیں ہو سکتا۔

رسوب سولقی و دشیشی یہ رسوب عموماً احتراق دم سے پیدا ہوتا ہے جو سرخی مائل ہوتا
ہے اور اکثر اعضاء کے ذوبان اور چھل جانے سے پیدا ہوتا
ہے۔ اس وقت سفیدی مائل ہوتا ہے۔ اور کبھی مثل رسوب نخالی
اس مثانہ سے خارج ہوتا ہے جس میں جرب ہوتا ہے۔ لیکن ایسا بہت
کم ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سفید رسوب سولقی اکثر اعضاء بعیدہ کا ہوتا
ہے۔ اور کمتر اعضاء قریبہ مثلاً مثانہ وغیرہ سے آتا ہے کیونکہ
جرم مثانہ کی رقت کی وجہ سے بہت کم کوئی ایسی چیز خارج
ہوتی ہے جو دشیشی نخالہ کے ہم شکل ہو سکے۔ ہاں جب مثانہ
پھٹ جاتا ہے تب یہ بات ممکن ہے مگر یہ صورت بہت کم
شاذ و نادر ہوتی ہے۔

ہمارے گذشتہ بیانات سے آپ کو بخوبی مثانہ کے رسوب دشیشی، اور دوسرے رسوب دشیشی کے درمیان تفرقہ کرنا ممکن ہو گا۔

لیکن اگر رسوب دشیشی میں فی الجملہ سیاہی ہو تو اس کا سبب احتراق دم ہو گا جیسا کہ پہلی صورت میں بتایا گیا ہے بخصوصاً طحال کے خون کا احتراق اس لئے کہ اس کا خون بہت زیادہ سیاہ ہوتا ہے اور کبھی یہ رسوب جگر اور گردوں کا ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کا فرق رسوب کرسنی میں معلوم ہو چکا۔

تمام وہ رسوب صفائحی جن کا سبب مثانہ گردہ اور مجاری بول نہیں ہوتا امراض حادہ میں نہایت ردی و مہلک ہیں۔ اس لئے کہ جمیات حادہ میں یہ رسوب حرارت کے اشتعال اور اس کے قوی ہونے کی علامت ہیں۔

رسوب لحمی

جب رسوب خراطی کی ہر ایک قسم کے حالات بیان ہو چکے تو اب رسوب غیر طبعی کی دوسری قسم بیان کی جاتی ہے۔ رسوب خراطی کے بیان میں رسوب لحمی کا تذکرہ کچھ ہو چکا ہے۔ یہ رسوب دم کبدی کے احتراق سے پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ دوسری جگہ کے خون کا رسوب لحمی نہیں ہو گا بلکہ نہایت سیاہ ہو گا۔ نیز یہ رسوب اعضاء سے بھی ہوتا ہے جو یا تو گردوں کا ہو گا اس کی علامت یہ ہو گی کہ رسوب کے اجزاء میں بہت زیادہ

انفصال ٹھیک گوشت کی طرح ہو گا اور بدن میں ذوبان نہ ہو گا۔ اس لئے کہ بصورت ذوبان بدن یہ تعین نہیں کی جاسکتی کہ یہ رسوب گردے سے برآمد ہوا ہے۔ کیونکہ احتمال ہو سکتا ہے گردہ کے علاوہ کسی دوسرے گوشت کے ذوبان سے پیدا ہوا ہو۔

یا جگر سے پیدا ہو گا۔ جگر والے رسوب لحمی کے اجزا میں اتصال ضعیف ہوتا ہے جس سے وہ جلد اور بآسانی متفرق و پراگندہ ہو جاتے ہیں اور رنگ بھی اقتم کی طرف مائل ہوتا ہے۔ عموماً رسوب لحمی گردہ ہی سے آتا ہے۔ کیونکہ جگر، یا خون والا، اکثر چھوٹا کرسنی ہوتا ہے اور لحمیت سے دور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو رسوب تیار ہوتا ہے وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے مخرج بول کی مسافت میں صغیر الاجزاء ہوتا ہے۔ اور گردے کے رسوب لحمی اور اس سے بالائی اعضاء کی وریدوں کے رسوب لحمی میں یہ فرق ہے کہ اگر قارورہ نضج شدہ ہو گا تو وہ وریدوں کی صحت پر دلالت کرے گا۔ اس لئے کہ یہ سابقاً معلوم ہو چکا ہے کہ عموماً نضج وریدوں اور جگر میں حاصل ہوتا ہے اور امراض گردہ نضج قارورہ کو روک نہیں سکتے اس لئے کہ یہ وریدیں گردے سے اوپر واقع ہیں۔

رسوب دسمی

جو رسوب غیر طبعی کی ساتویں قسم ہے۔ شحم و سمین نیز گوشت کے ذوبان پر دلالت کرتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ان چیزوں کا جسم پگھل جاتا ہے پھر وہ منجمد ہو کر لبستہ ہو جاتا ہے وہ رسوب دسمی جس کا رنگ زردی مائل الذہب سے

مشابہ ہوتا ہے وہ ذوبان پر بہت زیادہ دلالت کرتا ہے اور کتاب کے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ جو روغن کے پانی سے مشابہ ہو یعنی وہ پانی جو روغن کے معادن میں موجود رہتا ہے مثلاً وہ پانی جو لفظ (روغن گل) کے اوپر تیرتا رہتا ہے اور منقح القانون نے یہ کہا ہے کہ "ماء الذہب والا نسخہ غلط ہے۔ ورنہ پھر اس کا مطلب کیا ہے۔ کیا ماء الذہب سے ذہب محلول مراد ہے یعنی وہ پانی جس میں گرم کیا ہوا سونا تیر رہا ہو، یا وہ پانی مراد ہے جو معدن ذہب سے برآمد ہوتا ہے" اگر ان میں سے کوئی یا اس کے مثل کوئی دوسرا مطلب مقصود ہوگا تو صحیح و درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسوب دسمی ان میں سے کسی ایک کے بھی مشابہ نہیں ہوتا ہے اس لئے میرے نزدیک تو یہ صحیح ہے کہ رسوب دسمی روغن یعنی زیت سے رنگ، قوام، اور چکنائی میں مشابہ ہوگا"۔

لیکن منقح القانون کو کوئی شخص جواب دے سکتا ہے کہ ماء الذہب سے وہی پہلا معنی مراد ہے جو بالکل درست ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ "اس میں مشابہت نہیں پائی جاتی" یہ ناقابل تسلیم ہے۔

مبدأ ذوبان یعنی کس جگہ ذوبان ہوا ہے اس کی شناخت کے دو طریقے ہیں۔ اولاً قلت و کثرت سے۔ اس لئے کہ اگر رسوب دسمی بکثرت ہوگا تو وہ کسی قریبی عضو کے ذوبان سے ہوگا۔ اس لئے کہ مجری بول سے بعید اعضاء کا رسوب دسمی تمام بدن میں متفرق

ہو جاتا ہے اور پیشاب میں بہت کم خارج ہوتا ہے گو دراصل کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

اور دوسرا طریقہ شناخت کا آمیزش و مفارقت سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جو رسوب دسمی ممتاز ہوتا ہے وہ قریبی عضو کا ہوتا ہے اور جو بہت زیادہ مخلوط رہتا ہے وہ بعید اعضاء کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر بمقدار کثیر اور ممتاز ہو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ رسوب اطراف گردہ کا ہے۔ اور گردوں کی چربی پگھلنے سے پیدا ہوا ہے لیکن اگر قلیل اور اچھی طرح مخلوط ہو تو وہ رسوب دسمی کسی بعید عضو کا ہوگا۔

استاد فرماتے ہیں کہ رسوب کو مخلوط و ممتاز رکھنا میرے نزدیک درست ہی نہیں ہے اس لئے کہ رسوب تو ہمیشہ ممتاز ہی ہوتے ہیں۔ ہاں اگر مخلوط ہونے کا یہ مطلب ہے کہ رسوب مائیت میں متفرق و پراگندہ ہوں تو بیشک درست ہو سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں مبدأ ذوبان کے قریب و بعید ہونے کی علامت نہیں ہوگا۔ ہاں مائیت کے کامل نضج اور ناقص نضج کی علامت ہوگا اس لئے کہ بصورت کمال نضج پورا ثقل تہ نشیں ہو جائے گا اور اس کا کوئی جز مائیت میں مخلوط نہیں ہوگا۔ تو اس کا مبدأ مخرج بول سے قریب ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن استاد کا پورا کلام تسلیم کر لینے کے بعد بھی اس طرح جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ سب باتیں غیر رسوب دسمی کی ہیں۔ مگر رسوب دسمی میں یہ باتیں نہیں ہوتیں۔

اگر قارورہ میں بقدر دانہ انار سفید سفید ٹکڑے نظر آئیں تو یہ گردوں کی چربی سے ہوں گے۔ اگر یہ خیال ہو کہ گردے کی چربی اس کے بیرونی حصہ میں ہوتی ہے اور مجری بول گردے کے اندرونی حصہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا چربی کے ٹکڑے مجری بول میں کیونکر نافذ ہو سکیں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ چربی بصورت انجماد نافذ نہیں ہوتی ہے بلکہ پگھل کر جب اپنی متصل سطح کو تکلیف و اذیت پہونچاتی ہے۔ تو طبیعت اس کو گردے کے مسامات سے مجری بول کی طرف پھینک دیتی ہے اور جب مثانہ تک مندفع ہو جاتی ہے تو مقامی برودت کی وجہ سے منجمد ہو جاتی ہے۔

رسوب مدّی جو رسوب غیر طبعی کی آٹھویں قسم ہے۔ یہ قرحہ منفجرہ کی علامت ہے۔ ورم سے پیدا ہوا ہو یا جراحت میں پیپ پڑ جانے سے قرحہ ہو گیا ہو۔ عموماً یہ قرحہ آلات بول میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ طبیعت کا خاص انداز ہے کہ وہ ثفل کو قریبی مقامات اور ان راستوں کی طرف دفع کرتی ہے جہاں سے خارج ہونا آسان ہو اسی لئے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ رسوب خصوصیت کے ساتھ قرحہ اعضائے بول کے ہوں گے۔ علی الخصوص اگر قارورہ میں ثفل محمود راسب بھی موجود ہو تو بیشک و شبہ آلات بول یعنی گردہ اور اس کے ماتحت مجاری بول کے ہوں گے۔ اس لئے کہ ثفل محمود نضج شدہ قارورہ ہی میں ہوتا ہے۔ اور قارورہ میں نضج گردوں کے اوپر نہیں حاصل ہوتا۔

رسوب مخاطی جو غیر طبعی کی نویں قسم ہے۔ یہ خلط غلیظ خام پر دلالت کرتا ہے۔ جو یا تو بدن میں بہت زیادہ ہوتا ہے، یا آلات بول سے دفع ہوتا ہے، یا عرق النساء، اور وجع مفاصل کا بحرانی ہوتا ہے۔ انہی صورتوں میں انحصار کی یہ وجہ ہے کہ جب قارورہ میں بلغم کی مقدار طبعی مقدار سے زیادہ ہوگی تو اس کا سبب یا تو یہ ہوگا کہ وہ تمام بدن میں بکثرت بھرا ہوا ہے۔ یا یہ سبب نہ ہوگا۔ بصورت اول بدن میں خلط غلیظ خام کثیر کے موجود ہونے کی دلیل ہوگا اور بصورت ثانی یا اس وجہ سے ہوگا کہ آلات بول میں بلغم کثیر مجتمع ہوتا ہے لیکن یہ اجتماع کسی مرض بلغمی کے بحران سے نہیں ہے۔ بلکہ یا تو گردہ، یا کسی دوسرے عضو کے مزاج میں شدت برودت اس اجتماع کا سبب ہے۔ لہٰذا مجتمع ہو کر قارورہ میں بمقدار کثیر خارج ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ مخرج بول کے قریب کوئی مرض بلغمی پیدا ہو گیا ہوگا لہٰذا طبیعت اس کا مادہ بطریق بحران مخرج بول کی طرف دفع کر دے گی۔ جیسا کہ عرق النساء، وجع مفاصل اور وجع الورک کے بحران میں ہوا کرتا ہے جس کی مخصوص علامت یہ ہوگی کہ اس قارورہ کے بعد خفت حاصل ہوگی۔

تنبیہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خلط غلیظ حرارت غریبہ کی وجہ سے لطیف و رقیق ہو جاتا ہے اور اس وقت اس پر رسوب محمود ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ لطیف و رقیق ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ محمود نہیں ہے اسی وجہ سے نہایت ضروری ہے کہ امراض حادہ میں

جبکہ نضج کا وقت نہ ہو اور نہ کوئی دلیل نضج موجود ہو تو قارورہ میں بشکل رسوب محمود ظاہر ہونے والے رسوب سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ حالت مرض حاد کی حرارت سے پیدا ہوتی ہے۔

کبھی رسوب مخاطی، گردوں میں غلبۂ برودت کی بھی علامت ہوتا ہے جس کی طرف ہم تقسیم میں اشارہ کر چکے ہیں۔

فرق رسوب مدی و خام

رسوب مدی و خام گو بظاہر رنگ و قوام میں قریب قریب ہوتے ہیں مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ مدی میں بدبو ہوتی ہے۔ پہلے سے ورم کی علامت موجود ہوتی ہے۔ اور اس کے اجزاء میں لطافت کی وجہ سے بآسانی اجتماع اور پراگندگی ہو جاتی ہے۔ نیز اس کے بعض اجزاء، زیادتی لطافت کی وجہ سے مائیت میں خوب اچھی طرح مخلوط ہوتے ہیں۔ اور بعض اجزاء ثقل کی وجہ سے ممتاز و جدا رہتے ہیں۔ لیکن رسوب خام مکدر ہوتے ہیں۔ اور اپنی خامی اور برودت کی وجہ سے نہ تو بآسانی مجتمع ہوتے ہیں اور نہ بسہولت متفرق ہوتے ہیں۔

وہ قارورہ جس کی مقدار زیادہ ہو۔ اور جس میں رسوب مخاطی کی بھی کثرت ہو، اور جو نقرس اور اوجاع مفاصل کے زمانہ انتہا کا ہو، خیریت پر دلالت کرتا ہے، اس لئے کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ مواد مرض کچھ بذریعہ بول، اور کچھ بذریعہ رسوب خارج ہو رہے ہیں۔

رسوب شعری

جو رسوب غیر طبعی کی دسویں قسم ہے، یہ رسوب اس رطوبت غلیظ لزجہ سے پیدا ہوتا ہے، جو شکل میں مستطیل ہوتی ہے اور حرارت عاقدہ اس کو بال کی شکل و صورت کا رسوب بنا دیتی ہے۔ یہ اسی طرح پیدا ہوتے ہیں جیسے رطوبات سے پتھری پیدا ہوتی ہے۔ اس رسوب کا رنگ اپنے مادے کے تابع ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر مادہ خالص بلغم ہو تو رسوب کا رنگ سفید ہوگا اور اگر بلغم میں خون مخلوط ہو تو رنگ سرخ ہوگا۔

عموماً یہ رسوب گردے میں بنتے ہیں۔ اس لئے کہ مثانہ میں وسعت تجویف کی وجہ سے رطوبتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ رطوبت جس سے بال پیدا ہوتا ہے۔ قبل اس کے کہ اس میں سختی آئے مثانہ اس کو دفع کر دینے کی قوت رکھتا ہے۔ بخلاف ان مواد کے جن سے پتھری بنتی ہے کہ وہ باوجود زیادہ غلیظ ہونے کے بکثرت ہوتے ہیں۔ لہٰذا مثانہ ان کو دفع کرنے سے قاصر رہتا ہے اور عروق میں رطوبتیں باقی ہی نہیں رہتی ہیں اور نہ عروق کے زیادتی ضعف کی وجہ سے رطوبتیں مجتمع ہوتی ہیں اور اگر بالفرض کچھ رطوبتیں جمع بھی ہو جائیں تو چونکہ عروق کی ساخت عصبی ہے جس میں حرارت بہت کم ہوتی ہے۔ اس لئے وہاں رطوبتیں منعقد ہو کر بال نہیں بن سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ رطوبتیں منعقد ہو کر بال کی صورت صرف گردے میں اختیار کرتی ہیں۔

ابن ابی صادق کا قول لیکن ابن ابی صادق کا قول ہے کہ رسوب شعری طولانی ہوتے ہیں
اور اگر وہ طولانی نہیں ہوتا اس لئے ان رسوب کے تیار ہونے کی
مناسب جگہ عروق ہیں ۔
اور استاد نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک کچھ بعید از عقل نہیں
ہے کہ سفید رسوب شعری زیادہ تر عروق مثانہ کے ہوتے ہیں ۔
مگر میرے نزدیک یہ کلام بھی قابل نظر ہے
بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ رسوب شعری کبھی کبھی طول میں
چند بالشت کے ہوتے ہیں ۔ یہ جالینوس کا قول ہے جو اس نے اپنی شرح
فصول میں تحریر کیا ہے ۔ پورا کلام اس کا یہ ہے کہ (میں نے اپنی آنکھوں
سے اس رسوب شعری کو اتنا بڑا بڑا دیکھا ہے جس کو سننے والا سن کر
سچ نہ سمجھے گا ، کیونکہ بعض تقریباً بالنصف ہاتھ کا تھا اور اس پیشاب
کرنے والے کا واقعہ یہ تھا کہ وہ اس پیشاب کے ایک سال قبل
برابر باقلا کھاتا تھا یعنی کثیر مقدار میں پکا ہوا بھی اور خام بھی ، ہرا بھی
خشک بھی ۔ پھر ایک دوسرے شخص کو بھی میں نے دیکھا اس کے قارورہ
میں بھی رسوب شعری تھا اور اس نے ایسی غلیظ غذائیں کھائی تھیں
جو خلط لزج پیدا کرتی ہیں ۔

رسوب خمیری یعنی خمیر کے بھیگے ہوئے ٹکڑوں کے مشابہ ہوتا ہے جو غیر طبعی رسوب کی گیارہویں[۱۱] قسم ہے

یہ رسوب غلیظ ہوتا ہے اور اس کا رنگ بھیگے ہوئے خمیر کے رنگ
سے مشابہ ہوتا ہے ۔ یہ ضعف معدہ اور ضعف امعا پر دلالت کرتا ہے
اور کبھی دودھ اور پنیر کا استعمال اس کا سبب ہوتا ہے ۔ مطلب
یہ ہے کہ اس رسوب کا سبب یا داخلی ہوگا یا خارجی ۔ سبب داخلی
تو ضعف معدہ و امعا یا ان دونوں کا سوہضم ہے اس لئے کہ جب
امعاء اور معدہ میں ضعف ہو جاتا ہے یا بغیر ضعف کے زیادتی مقدار
غذا ، یا روائت غذا اور اس پر کثرت سے حرکت واقع ہونے کی
وجہ سے ان دونوں میں سوہضم پیدا ہو جاتا ہے تو کیلوس بخوبی
ہضم نہیں ہوتا ۔ لہذا اس خام کیلوس کو خلط کی صورت میں
تبدیل کر دینے کی جگر میں طاقت نہیں رہتی ہے اس وجہ سے
وہ اپنی کیلوسی صورت پر باقی رہ کر خارج ہو جاتا ہے ۔
اور سبب خارجی دودھ اور پنیر کا استعمال ہے جس کی
وجہ بالکل ظاہر ہے اس لئے کہ ان دونوں چیزوں کا سفید رنگ
اور غلیظ جسم اس بات کا مقتضی ہے کہ ان کا رسوب بھیگے ہوئے
خمیر کی طرح ہو مگر یہ بھی اسی وقت ہوگا جب ہضم معدی
ضعیف ہوگا ۔

رسوب رملی جو بارہویں[۱۲] قسم ہے اس رسوب کا سبب مادی وہ مادۂ غلیظ ہے جو متحجر ہونے کے
قابل ہوتا ہے اور سبب فاعلی حرارت قارورہ ہے یہ رسوب کبھی

واقعی ریگ ہوتے ہیں۔ اور کبھی ریگ سے مشابہ، مگر دونوں کو رملی کہا جاتا ہے۔ یہ ہمیشہ اس بات کی علامت ہے کہ جس عضو سے خارج ہوتے ہیں وہاں یا تو پتھری تیار ہے یا تیار ہو رہی ہے۔ کیونکہ بغیر ان صورتوں کے قارورہ کے ساتھ نہ تو ریگ نکل سکتی ہے اور نہ کوئی ایسی چیز جو ریگ سے مشابہ ہو۔

سُرخ رنگ کا رسوب رملی گردے کا ہوا کرتا ہے اور غیر سرخ خواہ سفید ہو یا نیلا مثانہ کا ہوا کرتا ہے۔

رسوب مادی جو تیرھویں[13] قسم ہے اس رسوب کا رنگ سفیدی اور قدرے نیلگونی کے درمیان ہوتا ہے اور اس کے اجزا گول اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ عموماً یہ رسوب اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ بلغم، یا مدہ موجود ہے اور زیادہ رکے رہنے کی وجہ سے ان کا رنگ متغیر اور اجزا چھوٹے چھوٹے ہو گئے ہیں۔ اور کبھی کبھی مادہ میں بوقت طبخ احتراق ہو جاتا ہے تو اس وقت بھی اس کے اجزا اور رنگ میں تغیر ہو جاتا ہے۔

رسوب علقی جو آخری[14] قسم ہے۔ یہ رسوب دراصل خون ہوتا ہے جو عارضی جمود یا سوداویت کی وجہ سے بستہ ہو جاتا ہے۔ عارضی انجماد سے بستہ ہونے والا زیادہ تر تو اعضائے بول کا ہوتا ہے اور کمتر اس سے بالائی عضو یعنی جگر کا ہوتا ہے چنانچہ اگر مائیت بہت زیادہ ممزوج ہو تو وہ جگر ہی کا ہوگا اور اس بات کی علامت

ہوگا کہ جگر ضعیف ہے۔ مائیت اور خون کے درمیان تمیز نہیں کر سکتا لیکن اگر کم ممزوج ہو تو اس بات کی علامت ہوگا کہ مجاری بول میں جراحت ہے یا ان میں تفرق اتصال پیدا ہو گیا مثلاً کوئی رگ شگافتہ ہو گئی ہے جس سے بہت سا خون خارج ہو رہا ہے۔ اور ان دونوں صورتوں میں تفرقہ اس طرح کیا جائے گا کہ رسوب مائیت سے ممتاز ہو تو وہ بالعموم مثانہ اور قضیب کا ہوگا ورنہ اس سے بالائی عضو کا ہوگا۔ پورا تفرقہ امراض جزیہ کے بحث بول الدم میں بیان کیا جائے گا۔

اور جو رسوب علقی سوداویت کی وجہ سے بستہ ہو گیا ہے۔ اس کی مثال مطحولین میں ملے گی۔ چنانچہ قارورہ میں سرخ رسوب علقی ہوں تو سمجھنا چاہئے کہ مریض مطحول ہے اور اس کی طحال میں ذبول پیدا ہو رہا ہے اس لئے کہ مادہ بذریعہ بول خارج ہو رہا ہے

واضح رہے کہ امراض مثانہ میں خون زیادہ نہیں خارج ہوتا جس کی چند وجہیں ہیں۔

(۱) عروق مثانہ، جرم مثانہ میں مخلوط اور پنہاں ہوتی ہیں۔

(۲) اس کی عروق پتلی ہونے کی وجہ سے تنگ ہیں۔

(۳) تعداد میں بھی کم ہیں کیونکہ وہاں زیادہ عروق کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

دوسرے اعتبار سے دلائل رسوب

جب رسوب غیر طبعی کی قسمیں بیان ہو چکیں، اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ وہ اپنے جوہر سے کس طرح دلالت کرتے ہیں۔ تو اب ہمیں یہ بیان کرنا باقی رہ گیا کہ وہ باعتبار کمیت، کیفیت، وضع، مکان زمانہ ہیئت و آمیزش کس طرح دلالت کرتا ہے۔

کمیت چنانچہ باعتبار کمیت یا رسوب کی قلت و کثرت سے دلالت ہوگی یا مقدار میں ان کے چھوٹے بڑے ہونے سے، اس لئے کہ کمیت سے تعداد اور مقدار دونوں مراد ہوتی ہے۔

کثرت رسوب سبب فاعلی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قوت قوی ہے اور فضلات غذا کے دفعیہ کے لئے تیار ہے اور رسوب غیر طبعی کی قلت سبب فاعلی کی قلت وضعف کی علامت ہے اور اوسط درجہ میں ان رسوب کا ہونا اوسط درجہ کی قوت کی علامت ہے۔

مناسب تو یہ تھا کہ سبب فاعلی کے ساتھ سبب مادی کا بھی تذکرہ کیا جاتا۔ مگر بظاہر اس کو اس لئے چھوڑ دیا کہ رسوب کی کثرت سبب فاعلی سے اسی وقت ہو سکتی ہے جب مادہ بھی کثیر ہو۔ رسوب غیر طبعی کی مقدار میں چھوٹے بڑے ہونے سے جو دلالت ہوتی

ہے وہ رسوب خراطی میں ذکر کی جا چکی کہ اگر مثانہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ کا رسوب ہوگا تو وہ غلیظ اور کثیر المقدار ہوگا۔ اور مخصوص مثانہ کا رقیق ہوگا۔

باعتبار کیفیت واضح رہے کہ کیفیت کے اندر رنگ، مزہ، بو، شکل اور قوام، یہ سب اعتبارات داخل ہیں اور اس آخری اعتبار یعنی قوام کو وضع بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ باعتبار رنگ حسب ذیل دلالت ہے۔

سیاہ رسوب غیر طبعی راسب ہو یا طافی، یا معلق نہایت ردی علامت ہے۔ ان میں بھی رسوب راسب سب سے زیادہ بدتر اور اس بات کی علامت ہے کہ رطوبت فنا ہو رہی ہے اور ارضیت و یبوست کا غلبہ ہے۔

اور رسوب معلق کی دلالت اوسط درجہ کی ہے۔

لیکن یہ تینوں کی تینوں قسمیں ہر ایک رسوب اسود کی رداءت کی علامت نہیں ہیں بلکہ صرف اسود احتراقی اور اسود جمودی کی قسمیں یہ حکم رکھتی ہیں۔ لیکن اسود بحرانی تو اس کی تینوں قسمیں یعنی راسب و معلق و طافی کوئی بھی ردی نہیں ہے۔

سیاہ رسوب میں اسلم رسوب وہ ہے جو خود سیاہ ہو مگر مائیت سیاہ نہ ہو اس لئے کہ یہ بحرانی ہوگا۔ کیونکہ ایسا قارورہ بحران ہی میں ہوتا ہے۔ اور احتراقی و جمودی میں رسوب اور مائیت دونوں

میں سیاہی ہوتی ہے۔
سُرخ رسوب مادہ دمویّہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ جب
خون کا غلبہ ہوگا تو رسوب کے رنگ پر بھی خون ہی کا رنگ غالب
آئے گا، نیز یہ رسوب تخمہ کی بھی علامت ہے اس لئے کہ بصورت
تخمہ پیشاب کے ساتھ خارج ہونے والے اجزائے دمویہ کو طبیعت
سفید بنانے سے عاجز ہوجاتی ہے اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ
یہاں تخمہ سے مراد ہضم ثانی کا تخمہ ہے اور یہی صحیح بھی ہے اس لئے کہ
اس وقت کیلوس کا خون کی طرف استحالہ شروع ہوجاتا ہے۔ لہذا
کیلوس کا جو حصّہ قارورہ میں خارج ہوگا اس میں سرخی ہوگی۔
زرد رسوب شدت حرارت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ
زردی کثرت صفرا کی وجہ سے ہوگی، نیز مرض کے خبیث ہونے کی بھی
علامت ہے کیونکہ صفرا منتعفن کی حرارت قویّہ بدن میں ذوبان اور
مواد میں احتراق پیدا کر دیتی ہے۔
سفید رسوب کی ایک قسم محمود ہے۔ یہ وہ ہے جس کی سفیدی
نضج تام کی وجہ سے ہو اور ایک قسم مذموم ہے، یہ وہ ہے جس کی
سفیدی نضج کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ یہ مخاطی، مدی اور غروی (سریشم ہی
کی طرح) ہوتا ہے۔ اور بعض نسخوں میں بجائے غروی کے رغوی ہے۔
یعنی کف اور جھاگ سے مشابہ۔ مگر پہلا نسخہ صحیح ہے۔
سبز رسوب بھی سیاہ رسوب کے طریقہ پر ہوتا ہے۔ اسی لئے بہتر نہیں ہوتا

چنانچہ کراثی، یا زنگاری رسوب، احتراق شدید پر دلالت کرتے ہیں اور
نیلے اور آسمانی رسوب شدید جمود پر دلالت کرتے ہیں۔ یہاں تک
رنگ کی دلالت تھی۔

بُو لیکن باعتبار بو رسوب کی بھی وہی دلالتیں ہیں جو قارورہ
میں مذکور ہو چکیں مثلاً زیادہ بدبودار رسوب عفونت
یا مدہ کی وجہ سے ہوں گے اور بغیر بو والے رسوب سقوط قوت
کی علامت ہوں گے۔ الخ

ذائقہ شیخ صاحب نے رسوب کی دلالت باعتبار ذائقہ نہیں
تحریر فرمائی باوجودیکہ شیریں رسوب غلبۂ دم اور تلخ رسوب
غلبۂ صفرا کی علامت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اعتبار ذائقہ کو سرے سے
ساقط کر دیا ہے۔

شکل اسی طرح شکل کی بھی دلالت تحریر نہیں کی اس لئے کہ
اس کی طرف سابقاً اشارہ کر چکے ہیں کہ رسوب کا
گول ہونا نضج کی علامت ہے اور گول نہ ہونا قصور نضج کی نشانی ہے۔

وضع رسوب کی باعتبار وضع دلالت ان کے چکنے اور
متفرق ہونے سے ہوتی ہے۔ چنانچہ چکنائی اور
اجزا کی برابری رسوب محمود میں بہتر ہے اور رسوب مذموم میں بدتر
ہے۔ پہلے کی وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ یہ اس امر کی علامت ہے
کہ طبیعت قوی ہے اور اس کو اس قدر غلبہ حاصل ہے کہ رسوب کے

کسی جزو میں فعل نضج کو اس نے نہیں چھوڑا ہے۔ اور دوسرے کی یہ وجہ ہے کہ جتنے امور رسوب محمود میں فعل طبیعت کے قوی ہونے کا نتیجہ ہیں۔ وہی امور رسوب مذموم میں سبب غیر طبعی کے قوی ہونے سے ہوتے ہیں۔ ورنہ پھر مذموم کیوں ہوتا۔ اور سبب غیر طبعی کا قوی ہونا یقیناً غیر محمود ہے۔

اور رسوب کا متفرق و پراگندہ ہونا ریاح و ضعف ہضم کی علامت ہے۔ اس لئے کہ ریاح اجزا کو متفرق کر دیتی ہے اور قصور ہضم ہی کی وجہ سے قارورہ میں پائی جاتی ہے۔

اور رسوب کی قارورہ میں باعتبار مکان

دلیل مکان

دلالت یہ ہے کہ رسوب یا قارورہ میں اوپر چڑھا ہوگا یا وسط میں ہوگا یا نیچے ہوگا۔ پہلا طافی ہے جس کو غمام (ابر) بھی کہتے ہیں۔ اور دوسرا جو وسط میں رہتا ہے اس کو معلق کہتے ہیں۔ یہ پہلی قسم سے زیادہ نضج شدہ ہوتا ہے اس لئے کہ طافی ہونے کا سبب اکثر وہ ریاح ہوتی ہے جو ثقل سے مخلوط ہو کر اسے نیچے اترنے سے روک دیتی ہے۔ یہ صورت اسی وقت ہوتی ہے کہ جب طبیعت اس قدر کمزور ہو کہ تحلیل ریاح سے بھی عاجز رہے۔ لیکن جب رسوب طافی نہ ہوں بلکہ معلق ہوں تو یہ ان ریاح کے ضعف و قلت کی علامت ہے لہذا ان رسوب میں زیادہ نضج ہوگا۔

اور رسوب معلق میں وہ رسوب جن کے زوائد بہ نیچے کی طرف مائل ہوں زیادہ بہتر ہیں۔ اس لئے کہ یہ بمقابلہ دوسروں کے مزید نضج پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ راسب ہونے کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اور تیسری قسم جس کو راسب کہتے ہیں وہ سب سے نضج میں بہتر ہے۔ اس لئے کہ تمام اعضا میں ارضیت غالب ہوتی ہے جس کی وجہ سے اعضا سخت حرکت پر قوی اور انفعالات سے دور رہتے ہیں۔ لہذا قارورہ کے ساتھ وضع ہونیوالے فضلات بھی اگر نضج شدہ ہوں گے تو ان پر ارضیت غالب ہوگی۔

اور اجزائے ارضیہ کا طبعی میلان نیچے کی طرف ہے اس لئے کمال نضج سے قریب رسوب راسب ہی ہوں گے۔

یہ سب باتیں تنفل محمود کی ہیں، لیکن رسوب مذموم وغیر محمود کی یہ حالت ہے کہ اس میں جس قدر خفت ہوگی بہتر ہوگا مثلاً حمیات حادہ میں رسوب اسود، کیونکہ ان حمیات میں رسوب اسود احتراقی ہونے کی وجہ سے مذموم ہوتا ہے لیکن باوجود اس کے اسود طافی بمقابلہ اسود معلق کے بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کا طافی ہونا اس امر کی علامت ہے کہ اجزاء بہت لطیف ہیں۔ اور اسود معلق بہ نسبت اسود راسب کے بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں اجزاء کی لطافت باقی رہتی ہے۔ مگر اسود راسب سب سے

بُرا ہے اس لئے کہ اس میں اجزائے ارضیہ باقی رہ جاتے ہیں اور وہ اجزائے لطیفہ جو ثقل کے طافی یا معلق ہونے کے سبب تھے فنا ہو جاتے ہیں۔ لہذا ثقل نیچے بیٹھ جاتا ہے۔ یہی حالت اس وقت بھی ہوتی ہے جب خلط بلغمی، یا سوداوی ہو، کیونکہ یہاں بھی رسوب کا لشکل ابر و غمام ہونا راسب ہونے سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ اس امر کی علامت ہوتا ہے کہ خلط میں لطافت پیدا ہو گئی ہے اور اس میں ابتک اجزائے لطیفہ موجود ہیں۔ بخلاف ازیں راسب، طافی و معلق دونوں سے بُرا ہے۔ ہاں اگر طافی ہونے کا سبب ریاح کثیرہ ہوں البتہ راسب معلق سے اور معلق طافی سے بہتر ہوگا۔

سامری نے کہا ہے کہ مجھ کو اس کلام پر اعتراض ہے اس لئے کہ ریاح سے رسوب کا طافی ہونا رسوب محمود میں ہوتا ہے۔ اور یہاں پر بحث رسوب مذموم کی ہے۔ مگر اس کلام کی کمزوری خود ظاہر ہے۔

لیکن اگر طافی ہونے کا سبب ریاح کثیرہ نہ ہو تو رسوب مذموم طافی رسوب معلق سے اسلم ہوگا۔ اور راسب سب سے بدتر ہوگا۔ جس کا سبب بیان ہو چکا۔

طافی ہونے کا سبب یا بلند کرنے والی حرارت ہوتی ہے کہ وہ اجسام کو بلند کر دیتی ہے گو وہ اجسام ارضی کیوں نہ ہوں

جیسا کہ اس حرارت میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ جو لکڑی کو دھواں بنا کر اڑا دیتی ہے۔ یا اس کا سبب وہ ریاح ہوتی ہے جو اجزائے ارضیہ میں مخلوط ہو کر ان کو بلندی کی طرف اڑا دیتی ہے۔ کیونکہ اس کا میلان خود بلندی کی طرف ہوتا ہے۔ اور کبھی طافی ہونے کا سبب اس شئے کا عریض ہوتا ہوتا ہے جیسا کہ جستہ کی بہت پھیلی ہوئی چادر پانی میں تیرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ مگر اس آخری سبب کو شیخ نے ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ عریض ہونا حقیقتاً نیچے جانے سے روک دیتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ بلند ہونے کا سبب ہو۔ حالانکہ کلام انہیں چیزوں میں تھا جو سبب بلندی ہوتی ہیں۔

ممتاز رسوب غلیظ قارورہ میں طافی ہوا کرتے ہیں خصوصاً اگر وہ ہلکے بھی ہوں کیونکہ اس وقت یہ رسوب غلیظ مائیت کو شگافتہ کرنے سے عاجز رہ جاتے ہیں۔ مگر رقیق قارورہ میں راسب ہو جاتے ہیں خصوصاً اگر بھاری ہوں۔ کیونکہ اس وقت یہ رقیق مائیت کو شگافتہ کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔

اگر ابتدائے مرض میں قارورہ میں رسوب طافی و معلق دکھائی دیں اور پھر برابر اسی طرح معلق وطافی باقی رہیں تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ اس مرض کا بحران بذریعہ خراج ہوگا کیونکہ ابتدائے مرض میں ایسے رسوب کا پایا جانا کثرت مادہ کی دلیل ہے۔

اس لئے کہ اگر مادہ کثیر نہ ہوتا تو ابتداء میں رسوب مطلقاً نہ ہوتے
اور بحران کا برابر معلق وطافی رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ مادہ
نضج پانے اور راسب ہونے سے نافرمانی کر رہا ہے اور جب
مادہ نافرمان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت اس کو پورے
طور سے دفع کرنے پر قادر نہیں ہے۔ ہاں طبیعت بالکل عاجز
بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر عاجز ہوتی تو ثفل و رسوب بالکل
ظاہر نہ ہوتا۔ لہذا لامحالہ اس مادہ کو طبیعت ناقص طور سے بعض
اعضاء خسیسہ کی طرف دفع کر دے گی اور اس سے خراج پیدا ہو
جائے گا۔ کیونکہ اعضاء کے پاس مادہ دفع ہو کر آجانے کے بعد
اسی وقت خارج ہو سکتا ہے جب اس میں نضج ہو جائے
اور قیح کی صورت اختیار کر لے۔

مگر واضح رہے کہ یہ صورت ہمیشہ بحران خراجی کی دلیل نہیں
ہے۔ کیونکہ نحیف و لاغر اشخاص کے امراض کبھی کبھی رسوب محمود
طافی و معلق ہی کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے
سابقاً اس طرح بیان کی جا چکی ہے کہ ان اشخاص کے امراض
اکثر بغیر اس کے کہ قارورہ میں کسی قسم کا رسوب ظاہر ہو شفا یاب
ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ان کے قارورہ
میں رسوب تو ہوتا ہے مگر راسب نہیں ہوتا بلکہ قدرے طافی
یا معلق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے بدنوں کا متخلخل ہونا

اس کا مقتضی ہے کہ ان کے مواد میں بھی بہت تخلخل پایا جائے اور
مواد بھی کم مقدار میں ہوں اور جب مواد کم ہوں گے تو وہ مائیت
کو شگافتہ کر کے تہ نشیں ہونے سے مجبور ہوں گے کیونکہ مائیت
کے شگافتہ کرنے میں کثرت مقدار ہی سے زیادہ اعانت
ملتی ہے۔

رسوب طافی و معلق دسمی، اگر مکڑی کے جالے کی طرح ہو، یا
بعض حصے بعض دوسرے سے متفرق اور جدا ہو، یا زلانی کی طرح
تہ بہ تہ ہو تو یہ ردی علامت ہے۔ کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے
کہ اعضا میں ذوبان ہے اور ان میں حرارت غریبہ مستحکم ہو گئی ہے۔
زلانی زلالیہ کی جمع ہے۔ جالینوس کہتا ہے کہ زلالیہ وہ روٹی
ہے جو توے پر پکائی جائے۔ گویا سوراخ دار روٹی ہوتی ہے
اور ملک مصر میں اس روٹی کو کہتے ہیں جو روغن میں تلی جائے اور
جس میں انگلی سے سوراخ کر دیا جائے۔ اور ملک عراق و اکثر بلاد
عجم میں اس خیرینی کو کہتے ہیں جس میں بہت سے سوراخ ہوتے ہیں۔
اور کتاب کے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ زلانی زلیہ کی جمع ہے
جو ایک قسم کی خانہ دار چٹائی ہوتی ہے۔ مگر بظاہر یہ غلط ہے کیونکہ
چٹائی کسی طرح مکڑے کے جالے سے مشابہ نہیں ہوتی۔ اور علامہ قرشی
اور مسیحی نے بھی فرمایا ہے کہ زلانی زلیہ کی جمع ہے۔ ان دونوں نے بھی
غلطی کی ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قارورہ میں رسوب طافی غیر جید ظاہر ہوتا
ہے۔ اور بظاہر خوفناک ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ برا نہیں ہوتا اس لئے
کہ یہ ابتدائے نضج میں ہوتا ہے
اور فعل طبیعت ابتدائے نضج میں ضعیف ہوتی ہے اور
پھر جب اس کے فعل میں قوت آجاتی ہے تو یہ رسوب جید ہو کر
معلق ہوجاتا ہے۔ پھر اگر طبیعت کے فعل میں قوت برابر باقی رہے
تو راسب ہوجاتا ہے لہذا وہ رسوب طافی کوئی بری علامت نہ ہوگی
ہاں اگر اس رسوب طافی کے بعد ردی رسوبات خارج ہوں مثلاً
رسوب اسود، تب البتہ اس کا ابتداء میں خوفناک معلوم ہونا
یقیناً باعث خطر ہے۔

اور رسوب کی باعتبار زمانہ دلالت یہ ہے
باعتبار زمانہ کہ اگر پیشاب کرنے کے بعد فوراً رسوب
ظاہر ہو جائے تو یہ نضج کی اچھی علامت ہے۔ کیونکہ یہ اس کی
علامت ہے کہ مادہ میں نضج ہوچکا ہے۔ یونہی جب
ظرف قارورہ کے ہلانے سے رسوب تیزی کے ساتھ متحرک
ہو جائیں تب بھی اچھی علامت ہے۔ لیکن اگر توقف ہو یا
راسب ہی نہ ہو تو یہ عدم نضج کی دلیل ہے جس قدر زیادہ
توقف ہوگا اسی قدر زیادہ عدم نضج کی علامت ہوگا اور جس قدر
توقف کم ہوگا عدم نضج کی کم علامت ہوگا۔

اور رسوب کی باعتبار آمیزش دلالت
باعتبار آمیزش یعنی اس بارہ میں کہ ملنے والی چیزوں
میں اچھی طرح مخلوط ہے یا متمیز ہے تو اس کا ذکر بول دموی اور دسمی
میں گذر چکا ہے کہ اگر قارورہ سے خارج ہونے والا خون و دسومت
آلات بول مثلاً گردہ یا مثانہ کا ہوگا۔ تو مائیت سے متمیز ہوگا۔
اور اگر اس سے بالائی اعضاء کا ہوگا تو بہت مخلوط ہوگا۔

دلائل کثرت و قلت بول

مقدار بول کی قلت وکثرت کبھی معتاد کی نسبت سے ہوتی
ہے اور کبھی مائیت مشروبہ (پیئے جانے والے پانی) کے مقابلہ میں
اور ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے۔
اگر قارورہ معتاد سے کم ہو تو ضعف قوت کی علامت ہے
مثلاً گردوں کی قوت جاذبہ و دافعہ۔ یا جگر و مثانہ کی قوت دافعہ
اور اگر مائیت مشروبہ کے مقابلہ میں مقدار کم ہو تو اس امر کی
علامت ہے کہ تحلل زیادہ ہوا ہے مثلاً تعب یا کثرت حرارت مزاج
کی وجہ سے پسینہ زیادہ خارج ہوا ہے یا اس کی علامت ہے کہ
دست آ رہے ہیں یا مریض مرض استسقاء کے لئے مستعد ہو رہا
ہے اس لئے کہ جب مائیۃ بمقدار مشروب خارج نہیں
ہوگی اور پسینہ وغیرہ سے ظاہر بدن کی طرف بھی دفع نہیں ہوگی

تولامحالہ وہ کسی دوسری جہت (عضو) کی طرف متوجہ ہو کر بذریعہ اسہال خارج ہو جائے گی۔ اور اگر اس طرح بھی نہ خارج ہوگی تو لبا اوقات بعض آلات بول میں تفرق اتصال پیدا کر کے تجویف بطن کی طرف چلی جائے گی۔ اگر مائیت کا کچھ حصہ تجویف بطن میں جائے گا اور کچھ حصہ باقی رہے گا تو قارورہ میں قلت ہو جائے گی۔ لیکن اگر پوری مائیت تجویف بطن کی طرف چلی جائے گی تو پیشاب بالکل محتبس ہو جائے گا۔ اور ان دونوں صورتوں میں دفعتاً استسقاء پیدا ہو جائے گا۔

کبھی پانی کم پینے، بدن سے متحلل ہونے اور مجاری بول میں سدہ پڑ جانے کی وجہ سے بھی پیشاب کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں مادہ دماغ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سرسام میں ہوا کرتا ہے۔ یہاں تک قلت بول کی علامتیں تھیں۔

لیکن اگر پیشاب کی مقدار زیادہ ہو تو یہ ذوبان کی علامت ہے جیسا کہ حمیات محرقہ میں ہوتا ہے۔ یا اس بات کی علامت ہے کہ پگھلے ہوئے فضلات کا استفراغ ہو رہا ہے۔ یعنی ان فضلات کو طبیعت بحران میں بطریق ادرار دفع کر رہی ہے۔ جیسا کہ عرق النساء اور اوجاع مفاصل وغیرہ میں ہوتی ہے۔

ان دونوں ذوبانی و استفراغی کا صحیح فرق قوت کے

حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر قوت ضعیف ہو تو ذوبانی ہوگا ورنہ استفراغی ہوگا۔

کبھی کبھی پیشاب کی کثرت تر میوہ جات کھانے، مدرات کے استعمال، مسامات بدن کی کثافت۔ جس حرکت کی عادت ہو اس کو چھوڑ دینے، براز کے محتبس ہونے اور گردوں کی قوت ماسکہ کے ضعف و زیادتی حرارت سے بھی ہوتی ہے۔

قلت و کثرت کے متفرق احکام

اگر ردی البول قارورہ جو دلیل شر ہوا کرتا ہے۔ دفعتاً بمقدار کثیر خارج ہو تو علامت سلامتی ہے۔ کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قوت اس کے دفع کرنے پر قادر ہے۔ لیکن اگر تھوڑا تھوڑا خارج ہو تو شر کی بہت بڑی علامت ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہو جاتا ہے کہ مواد میں کثرت اور قوت میں ضعف ہے مثلاً سیاہ و غلیظ قارورہ میرے خیال میں اگر شیخ صاحب ردی کو رنگ سے مقید نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ مثال میں اسود و غلیظ پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسود رنگ میں ردی اور غلیظ قوام میں ردی ہے اور ان میں کا ہر ایک بحرانی اور غیر بحرانی ہو سکتا ہے۔

مسیحی نے کہا ہے کہ اسود سے مقصود احتراقی وجمودی ہے بحرانی نہیں مراد ہے اور غلیظ سے ذوبانی مراد ہے بحرانی نہیں

مقصود ہے۔
اور استاد نے اس کے برعکس فرمایا ہے۔ اس خیال سے کہ ان دونوں کا دفعتاً بمقدار کثیر خارج ہونا اسی وقت علامت بہتری ہوگا جبکہ ان کو طبیعت بطریق بحران دفع کرے۔

مختلف احوال کا قارورہ جو کبھی زیادہ خارج ہوتا ہو تو کبھی کم اور کبھی حبس ہو جاتا ہو تو اس بات کی دلیل ہے کہ طبیعت جد و جہد میں مشغول ہے جس سے سخت تعب میں ہے اور یہ ردی علامت ہے۔ اس لئے کہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ طبیعت قوی نہیں ہے اور نہ اس کی حالت درست ہے۔ لہذا کبھی آمادہ ہو کر کثیر مقدار میں دفع کر دیتی ہے اور کبھی تھک کر کم مقدار میں دفع کرتی ہے اور کبھی بالکل مجبور ہو جاتی ہے اس لئے پیشاب بند ہو جاتا ہے۔

امراض[۳] حادہ میں کثیر المقدار قارورہ کے بعد اگر راحت نہ حاصل ہو تو یہ دق اور تشنج التہابی کی علامت ہے اس لئے کہ کثرت بول کا اگر کوئی خارجی سبب نہ ہو تو داخلی دو ہی سبب ہو سکتے ہیں۔

نمبر۱ ۔ ذوبان اعضاء نمبر۲ ۔ بطریق بحران فضلات کثیرہ کا دفعیہ۔

لہذا اگر پیشاب کی کثرت کا سبب امراض حادہ میں بحران ہوگا تو

یقیناً اس کے بعد راحت حاصل ہوگی اور جب بعد میں راحت نہیں حاصل ہوتی تو اس کا سبب ذوبان متعین ہوگا۔

اس صورت میں اگر قوت ضعیف ہوگی تو موت کو قریب سمجھنا چاہیئے۔ لیکن اگر قوت قوی ہے تو زندگی ممکن ہے مگر بے حد خشکی پیدا ہو جائے گی اور التہاب بھی ہو جائے گا جس سے یا تو دق ہو جائے گی یا تشنج یا کوئی دوسرا ان دونوں سے مشابہ مرض یابس پیدا ہو جائے گا۔

واضح رہے کہ قارورے کے یہ دونوں احکام جو مذکور ہوئے بعینہ یہی احکام پسینہ کے بھی ہیں۔

امراض[۴] حادہ میں غیر ارادی طور پر پیشاب کا قطرہ قطرہ آنا اس بات کی علامت ہے کہ دماغ میں کوئی آفت ہے جو اعصاب و عضلات تک پھیل گئی ہے۔ لہذا اگر بخار میں سکون ہو اور سلامتی کی دلیلیں موجود ہوں تو منذر رعاف ہوگا۔ ورنہ اختلاط عقل و فساد کی دلیل ہوگا۔

انکشاف حقیقت کے لئے دو باتوں کا بیان کر دینا ضروری ہے۔

نمبر۱ ۔ اسباب تقطیر کا ذکر کرنا۔
نمبر۲ ۔ بغیر ارادہ پیشاب خارج ہو جاتے کے اسباب کا بیان کرنا۔

اسباب تقطیر چار ہیں -
(الف) پیشاب کا حاد ہونا اس لئے کہ حدت کے سبب
سے مثانہ میں لذع پیدا کرتا ہے اور اسے دفع کرنے کے لئے مضطر
بنا دیتا ہے جس کی وجہ سے مثانہ بغیر اس کے کہ اس میں پیشاب
جمع ہو قطرہ قطرہ نکالتا رہتا ہے -
(ب) مثانہ کے عضلہ محیطہ کا مسترخی ہوجانا جس کی وجہ
سے وہ پیشاب کو جمع ہونے کے وقت تک روک نہیں سکتا
(ج) قرحہ مثانہ
(د) مثانہ کے متصلہ اعضاء مثلاً امعاء غلاظ کا متورم
ہونا جس کی وجہ سے وہ عضو مثانہ پر بوجھ ڈال کر پیشاب
کو جمع ہونے سے روک دیتا ہے -

بغیر ارادہ پیشاب ہونا

اور بغیر ارادہ پیشاب خارج ہونے کے دو اسباب ہیں
(الف) مثانہ کا اس قدر مسترخی ہوجانا جس سے
وہ پیشاب کو اس وقت تک بھی نہ روک سکتا ہو جتنی
دیر میں ارادہ ہوتا ہے -
(ب) کسی ایسے دباؤ دینے والے کا پیدا ہوجانا جو
مثانہ کو دبا کر اس میں پیشاب جمع ہونے سے روکتا ہو -
جب اس قدر آپ کو معلوم ہوچکا تو ہم اب کہتے ہیں کہ

مرض حاد میں مذکورہ قارورہ کا اگر کوئی خاص سبب آلات بول
میں موجود ہو تو یہ مرض کے حالات پر کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں
ہوگا - لیکن اگر یہ سبب نہ ہو تو یا دماغ میں کوئی خاص سبب
ہوگا - یا دماغ میں نہ ہوگا - پہلی صورت اختلاط ذہن کی ہے
چونکہ قوت ارادی خراب ہوجاتی ہے لہٰذا بغیر ارادہ پیشاب
خارج ہوتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دماغ میں
آفت موجود ہے - یہ نہیں کہ آئندہ پیدا ہوگی - اور دوسری
صورت یہ ہے کہ جب دماغ میں کوئی ضرر حاصل ہو اور اعصاب
وعضلات بھی اس ضرر میں دماغ کے شریک ہوجائیں تو اس
وقت عضلہ مثانہ کو بھی ضرر پہنچے گا - اس صورت میں
تقطیر بول کا سبب اسی عضلہ کا استرخاء ہوگا - مگر یہ صورت
کسی فالج والے مرض سے پیدا ہوسکتی ہے - امراض حادہ
میں نہیں ہوگی - اور جب دماغ کو مذکورہ بالا طریقہ پر ضرر ہوگا -
تو وہ مواد کو قبول کر کے متورم ہونے کے لئے طیار ہوجائے گا -
اس وقت یا سلامتی کی دلیلیں موجود ہوں گی مثلاً تپ کا ساکن
ہونا قوت کا قوی ہونا، یا سلامتی کی دلیلیں نہیں موجود ہوں گی - بصورت
اول یہ قارورہ اس بات کا منذر ہوگا کہ طبیعت مواد کو
بطور بحران دفع کر کے رعاف پیدا کر دے گی - کیونکہ طبیعت
میں قوت کافی موجود ہے اور کبھی ورم خلف الاذنین کا منذر

ہوگا۔ اس لئے کہ کبھی طبیعت مواد کو اس طرف بھی دفع کردیتی
ہے۔ مگر چونکہ یہ اسی وقت ہوتا ہے جب طبیعت میں فی الجملہ
ضعف ہو۔ اور مادہ میں نافرمانی اور یہ دونوں باتیں سلامتی کی
دلائل کے منافی ہیں۔ نیز اس کا وقوع بھی شاذونادر ہی ہوتا
ہے۔ اس لئے شیخ صاحب نے اس سے تعرض نہیں کیا۔
اور بصورت دوم اختلاط ذہن و فساد عقل پیدا ہوگا اس لئے
کہ مادہ دماغ کی طرف متوجہ ہے اور سلامتی کی دلیلیں مفقود
ہیں لہٰذا دماغ میں ورم پیدا ہوگا اور عقل میں اختلاط۔
اور مسیحی نے کہا ہے کہ "اگر تپ میں پیشاب قطرہ قطرہ آتا ہو
تو اس وقت تپ ہلکی ہوگی، یا قوی اور دماغ میں یا ضعف
ہوگا یا قوت، یہ چار قسمیں ہوئیں۔

(الف) تپ ضعیف اور دماغ قوی ہو اس سے
رعاف پیدا ہوگا۔

(ب) تپ قوی اور دماغ ضعیف اس سے اختلاط
عقل و فساد پیدا ہوگا۔

(ج) تپ اور دماغ دونوں ضعیف، اس سے
کچھ نہیں ہوگا۔

(د) تپ اور دماغ دونوں قوی اس سے ورم
خلف الاذنین پیدا ہوگا۔

شیخ صاحب نے پہلی دونوں قسموں کو ذکر کیا ہے اور آخری
دونوں قسموں کو چھوڑ دیا ہے۔" مگر میرے نزدیک پہلی قسم میں
رعاف ہی کا ہونا اور تیسری قسم میں کچھ نہ ہونا اور ورم خلف الاذنین
کا چوتھی قسم سے مخصوص ہونا قابل نظر و غور ہے۔

اگر صحیح و تندرست انسان کا قارورہ قلیل و رقیق ہو اور
ایسا ہی برابر باقی رہے۔ اس کے بعد کمر میں درد اور بوجھ کا احساس
ہو تو یہ اطراف گردہ میں ورم صلب کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ
پیشاب کی قلت و رقت دونوں اس بات کی علامتیں ہیں کہ
اس کا غلیظ حصہ اطراف گردہ میں محتبس ہو رہا ہے جس پر کمر کا
درد اور بوجھ شاہد ہوگا۔ کیونکہ گردے کمر ہی کے پاس ہیں اور
جب وہاں اس قسم کا احساس ہوگا تو یہ ورم صلب کا
منذر ہوگا۔ صلابت کی وجہ یہ ہوگی کہ محتبس مادہ غلیظ ہے۔

مرض قولنج میں پیشاب کی کثرت اکثر اس بات کی
بشارت ہوتی ہے کہ مرض رو بہ صحت ہے اس لئے کہ قولنج
میں کثرت بول کا سبب اگر شدت درد اور اس سے تحلیل
اخلاط ہے تو اس صورت میں شفا یاب ہونے کی بشارت ہوگی
بلکہ بشارت اس وقت ہوگی کہ جب طبیعت مادہ کو پیشاب
کی طرف دفع کر رہی ہو۔ علی الخصوص اگر قارورہ سفید اور با سانی
خارج ہوتا ہو تو صحت کی قوی دلیل ہوگا۔ سفیدی تو ——

اس وجہ سے دلیل ہوگی کہ وہ مادہ قولنج اکثر بلغمی ہوتا ہے اور بآسانی خارج ہونے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ طریق بحران خارج ہو رہا ہے۔

نضج شدہ صحیح اور بہتر قارورہ

نضج شدہ صحیح اور کامل قارورہ وہ ہے جس میں یہ چار اوصاف پائے جائیں۔

نمبر ۱ ۔ معتدل القوام ہو کیونکہ اس کے ماسوا دوسرے قوام کا قارورہ خارج از اعتدال و غیر محمود ہوگا۔

نمبر ۲ ۔ رنگ، ہلکا مائل بہ اترجی ہو۔ اس لئے کہ استقرار سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس سے کم رنگ کا مثلاً تبنی وغیرہ برودت مزاج کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس سے تیز رنگ کا حرارت مزاج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ شیخ صاحب اور بہت سے متاخرین اطباء کی رائے ہے۔ مگر قدماء کا یہ خیال ہے کہ عمدہ قارورہ وہ ہے جس کا رنگ احمر ناصع سے قریب ہو۔ اس لئے کہ تمام اخلاط میں خون غالب ہے اور خون کا طبعی رنگ احمر ناصع ہے۔ مگر یہ خیال ضعیف ہے۔ کیونکہ بدن کی طبعی حالت میں صفرا کے علاوہ کوئی دوسرا خلط پیشاب میں نہیں پایا جاتا ہے۔

اور مائیت جو جگر سے گردوں کی طرف جاتی ہے اس سے

خود گردے خون کو اپنے تغذیہ کے لئے صاف کر لیتے ہیں۔ بقیہ خالص مائیت مثانہ کی طرف چلی جاتی ہے۔ ہاں جو مائیت رگوں سے رجعت قہقری کر کے واپس آتی ہے اس کے ساتھ ساتھ صفرا بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ صفراء کا کام یہ تھا کہ خون کو تنگ مجاری سے قابل نفوذ بنا دے۔ لہذا رفع ضرورت کے بعد سبب مثانہ میں چلا آتا ہے۔

نمبر ۳ ۔ اگر اس قارورہ میں رسوب ہوں تو ان کا محمود ہونا اور ان میں قبل کی مذکورہ صفتوں، مثلاً سفیدی، خفت، چکناپن، ہمواری اور شکل گولائی کا پایا جانا۔

نمبر ۴ ۔ بو کا معتدل ہونا۔ نہ تو بدبودار ہو نہ بغیر بو کا۔

اس قسم کا قارورہ اگر کسی نہایت حاد مرض میں دفعتہً پایا جائے تو اس بات کی دلیل ہوگا کہ یہ مریض دوسرے ہی دن شفا پا جائے گا کیونکہ ایسا پیشاب اسی وقت ہوگا جب طبیعت مادہ پر بالکل غالب ہو اور اس صورت میں وہ اتنی طاقت ور ہوگی کہ مادہ مرض کو ایک ہی دن میں دفع کر دے۔ لہذا مرض دوسرے دن بالکل جدا ہو جائے گا۔

مرض کے نہایت حاد ہونے کی قید کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ علامت صرف اسی مرض حاد میں ہوگی۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب انتہائی حاد مرض میں دوسرے دن شفا ہو جائے گی تو اس سے

کم حدت والے مرض میں بدرجۂ اولیٰ شفا ہوگی۔ اور دفعتاً کا یہ مطلب ہے کہ تھوڑے زمانے میں ہو کیونکہ اطبا، تھوڑے زمانے کو بھی دفعۃً کہتے ہیں۔

مختلف سن وسال کا قارورہ

چونکہ تبدیلی سن وسال سے پیشاب بھی تبدیل ہو جاتا ہے اس لئے طبیب کو لازم ہے کہ وہ ہر ایک سن کے پیشاب سے بھی واقفیت رکھے۔

بول اطفال شیر خوار بچوں کا پیشاب ان کے مادہ غذائی اور رطوبت مزاج کی وجہ سے دودھ کی طرح غلیظ اور مائل بہ سفیدی ہوتا ہے۔

اور ان سے بڑے بچوں کا پیشاب بہ نسبت جوانوں کے زیادہ گاڑھا اور غلیظ ہوتا ہے اور جوش بھی زیادہ ہوتا ہے۔ غلظت کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کے مزاج میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے اور کثرت سے کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ اور جوش ہونے کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ ان کو اکثر بدہضمی ہو جاتی ہے جس سے بکثرت ریاح پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ غذا کھا کر حرکت بہت کرتے ہیں جس سے غذا ہل جاتی ہے اور اس میں ریاح کی پیدائش زیادہ ہوتی ہے۔

جوان اور جوانوں کا قارورہ ناریت کی طرف مائل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے مزاج میں حرارت پائی جاتی ہے اور صفرا کا غلبہ ہوتا ہے۔

کہول اور کہول کا پیشاب سفیدی اور رقت کی طرف مائل ہوتا ہے۔ سفیدی ضعف ہضم کی وجہ سے اور رقت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ ان کے خارج ہونے والے فضلات عموماً کم ہوتے ہیں۔

کبھی کبھی ان کا قارورہ غلیظ بھی ہو جاتا ہے یہ اس صورت میں جب فضلات زیادہ موجود ہوں اور کثرت سے خارج ہوتے ہوں۔

مشائخ اور مشائخ کا قارورہ بہت زیادہ رقیق وسفید ہوتا ہے اس لئے کہ ان کی قوتیں ہضم سے بہت قاصر رہتی ہیں اور کبھی شاذ ونادر ان کے قارورہ میں کبھی غلظت پیدا ہو جاتی ہے۔ شاذ ونادر اس لئے کہا کہ اکثر ضعف قوت کی وجہ سے زیادہ فضلات نہیں خارج ہوتے ہیں۔

اور جب مشائخ کا قارورہ بہت زیادہ غلیظ ہو تو سمجھنا چاہئے کہ ان میں پتھریاں پڑنے والی ہیں۔ اس لئے کہ قارورے کی غلظت یا اس وجہ سے ہوگی کہ پیشاب کے ساتھ فضلات بکثرت

خارج ہوتے ہوں گے یا اس وجہ سے کہ فضلات کی مقدار کثیر نہیں ہے۔ مگر وہ خود بہت زیادہ غلیظ ہیں۔ پہلی صورت شاذ و نادر ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے اس لئے دوسرا ہی سبب باقی رہ جائے گا۔ اور جب مادہ بہت زیادہ غلیظ ہوگا تو غلبۂ ارضیت کی وجہ سے متحجر ہونے کیلئے مستعد رہے گا۔ علی الخصوص اگر اس میں لزوجت بھی موجود ہو اسی لئے بچوں میں پتھریاں زیادہ پڑتی ہیں۔ لیکن مثانہ میں اور مشائخ کے گردوں میں پتھریاں پڑتی ہیں۔ اس لئے کہ مشائخ کے گردوں کے مسامات وسیع ہوتے ہیں۔ لہذا مائیت دفع ہو جاتی ہے۔ اور فضلہ گردوں میں باقی رہ جاتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ تحجر صرف قوی حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے مناسب تو یہ تھا کہ جوانوں میں پتھریاں زیادہ پیدا ہوتیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ غلیظ مواد کی پیدائش جوانوں کے بدن میں کمتر ہوتی ہے۔ کیونکہ کثرت حرارت سے ان کا ہاضمہ قوی ہوتا ہے اور اگر کچھ غلیظ مواد پیدا بھی ہو جاتے ہیں تو اس کو ان کی قوت دافعہ نکال پھینکتی ہے اور وہ متحجر ہونے کے لئے باقی ہی نہیں رہتے۔

مردوں اور عورتوں کا قارورہ

مختلف سن و سال کے پیشاب کا ذکر کرنے کے بعد جنس ذکور و اناث کے پیشابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے اختلاف مزاج کی وجہ سے ان کا قارورہ بھی مختلف ہوتا ہے۔

عورتوں کا قارورہ ہر حالت میں مردوں کے قارورے سے زیادہ غلیظ، زیادہ سفید اور رونق میں کم ہوتا ہے سبب یہ ہے کہ عورتوں میں فضلات کی کثرت اور ہاضمہ میں کمی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ان میں حرارت بھی کم ہوتی ہے اور دفع کرنے والے منافذ بھی وسیع ہوتے ہیں۔ نیز عورتوں کے آلات بول میں فضلات طمث وغیرہ بھی کھنچ کر چلے آتے ہیں۔

ہر حالت کی قید اس لئے کی گئی ہے کہ یہ بات زمانۂ طمث کے لئے مخصوص نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حاملہ عورتوں کا قارورہ اس قسم کا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حالت صحت و مرض میں بھی اسی قسم کا قارورہ ہوگا۔ اور نہ یہ مطلب ہے کہ کوئی بھی عورت فرض کی جائے بمقابلہ ہر ایک مرد کے اس کا قارورہ اسی قسم کا ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ

صحیح المزاج عورتوں کا قارورہ صحیح المزاج مردوں کے مقابلے میں زیادہ غلیظ، زیادہ سفید اور کم رونق دار ہوگا۔

دو فرق

ان دونوں کے قارورے میں دو فرق اور بھی ہیں۔ ایک یہ کہ مردوں کے قارورے میں جب حرکت دی جائے گی تو اس میں کدورت پیدا ہوگی اور یہ کدورت اوپر کی طرف ہوگی۔ ان میں حرکت سے کدورت اکثر ہوتی ہے۔ اور عورتوں کے قارورے میں حرکت دینے سے کدورت نہیں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس کے اجزار میں امتیاز کم ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مردوں کا قارورہ اکثر حرکت دینے سے مکدر ہو جاتا ہے۔ لیکن عورتوں کا مکدر نہیں ہوتا۔ یا کدورت بھی پیدا ہوتی ہے تو بہت کم۔ کیونکہ عورتوں میں برودت مزاج کی وجہ سے پیشاب کے متمیز ہونے والے اجزا میں امتیاز کم ہوتا ہے اور مردوں کے پیشاب میں حرارت کی وجہ سے متمیز ہونے والے اجزار کی کثرت ہوتی ہے۔

اور مردوں میں بالائی حصے کا مکدر ہونا اور عورتوں کے قارورے میں اگر کدورت کچھ ظاہر ہو تو اس کا نیچے کی طرف مائل ہونا اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کے پیشاب میں متمیز ہونے والے اجزاء ہلکے ہوتے ہیں۔ اور عورتوں کے پیشاب میں

ان کے برودت مزاج کی وجہ سے متمیز ہونے والے اجزار ثقیل ہوتے ہیں۔

اور دوسرا فرق یہ ہے کہ عورتوں کے پیشاب میں اکثر سرے پر گول جھاگ ہوتی ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جھاگ کا ہر ایک بلبلہ گول ہوگا کیونکہ بلبلہ تو گول ہوتا ہی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ پورے جھاگ کا مجموعہ گول شکل کا ہوگا اس لئے کہ اس قارورے کی ریاح اپنی غلظت کی وجہ سے متفرق نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ایک ہی جگہ مجتمع رہتی ہے۔ اور چونکہ ریاح جھاگ میں ایک جگہ ہوگی اس لیے اس میں گولائی پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کا کوئی ایک حصہ دوسرے حصہ سے ریاح کے رہنے میں زیادہ استحقاق نہیں رکھتا۔ بخلاف اس کے مردوں کے پیشاب میں ریاح لطیف ہوتی ہے جس کی وجہ سے جھاگ میں رقت اور تفرق انفصال ہو جاتا ہے لہٰذا وہ گول نہیں باقی رہتی۔

جماع کے بعد

اور مردوں کے اس قارورے میں جو جماع کے بعد کیا گیا ہو کچھ دھاگے سے نظر آتے ہیں جو آپس میں بنے ہوئے ہوتے ہیں جس کی وجہ پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ جماع کے بعد کچھ اجزاء منویہ اپنی لزوجت کی وجہ سے مجاری بول میں چپک کر باقی رہ جاتے ہیں۔

اور جب اس راستہ سے پیشاب گذرتا ہے تو اپنی حدت سے اس میں جلا پیدا کر کے اپنے ساتھ خارج کر دیتا ہے۔

حاملہ کا قارورہ، علامات حمل

اور حاملہ عورتوں کا پیشاب صاف ہوتا ہے۔ اس کے سرے پر دھوئیں کی طرح ابر چھایا ہوا رہتا ہے۔ صفائی کی وجہ یہ ہے کہ جو اجزاء پیشاب میں غلظت و کدورت پیدا کرتے ہیں وہ تغذیہ جنین کی جہت سے محتبس رہتے ہیں اور سرے پر ابر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو فضلات مجاری میں نفوذ کرتے ہیں وہ لطیف ہوتے ہیں اور مائیت سے مخلوط ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ مجاری کی دیواریں ملی ہوئی رہتی ہیں۔ جنین کی مزاحمت سے مجاری میں تنگی رہتی ہے اور فضلات غلیظہ تغذیہ جنین کی وجہ سے محتبس رہتے ہیں۔

بسا اوقات حاملہ عورتوں کا پیشاب چنے کے پانی کلہ پایہ کی یخنی کی طرح زرد ہوتا ہے جس میں قدرے نیلگونی ہوتی ہے اور اس کے سرے پر ابر رہتا ہے جس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ رنگ پیدا کرنے والے مواد محتبس ہوتے ہیں۔ اور بصورت احتباس ان میں حرارت اپنا فعل کر کے یہی رنگ پیدا کر دیتی ہے۔

بہرحال حاملہ کا قارورہ جیسا بھی ہو اُس کے درمیان کوئی چیز دھنی ہوئی روئی کی طرح سفید متخلخل نظر آئے گی۔

اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کے قارورے میں کوئی چیز دانے کی طرح چڑھتی اور اترتی ہے یعنی حرکت دینے سے تیزی کے ساتھ وہ چیز اوپر چڑھ جاتی ہے اور پھر چھوڑ دینے کے بعد وہ چیز نیچے اتر آتی ہے۔ جیسا کہ ثقل محمود بوقت حرکت اوپر جاتا اور نیچے آتا ہے۔

کلام استاد

استاد فرماتے ہیں کہ یہ علامت حاملہ عورتوں کے پیشاب میں بہت شاذونادر دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے شیخ صاحب کو مناسب تھا کہ اس کو ذکر نہ کرتے۔ اس لئے کہ وہ ان علامتوں کو ذکر رہے تھے جو ہمیشہ یا اکثر پائی جاتی ہیں۔ نہ کہ وہ علامتیں جو شاذونادر پائی جاتی ہیں پھر لطف یہ ہے کہ اس علامت کو اکثری بھی بنا دیا ہے۔ مگر میرے خیال میں استاد کا یہ کلام فضول و بیکار ہے۔

علامات مدت حمل

حاملہ عورتوں کے پیشاب میں اگر تیز نیلاہٹ پائی جاتی ہو تو وہ حمل کا ابتدائی زمانہ ہوگا۔ اور اگر اس کے عوض سرخی پائی جاتی ہو تو وہ حمل کا آخری زمانہ ہوگا۔

پہلے کی تو یہ وجہ ہے کہ ابتدائے حمل میں حرارت کا فعل

اجزار راسبہ میں ضعیف ہوتا ہے۔ اس لئے کہ پیشاب میں تصرف کرنے والی قوتیں ضعیف ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ قوتیں طبیعت کی متابعت میں تکمیل جنین کی طرف متوجہ رہتی ہیں۔

اور دوسرے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت طبیعت تکمیل جنین سے فارغ ہوجاتی ہے اور یہی آخری زمانہ حمل ہے اب اس وقت طبیعت مائیت اور رسوب کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور خون بہ کثرت مائیت سے مخلوط ہوجاتا ہے لہٰذا اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ حمل کا آخری زمانہ ہے۔ علی الخصوص اگر قارورے میں حرکت دینے سے کدورت پیدا ہوجائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خون کے نضج شدہ اجزا ر پیشاب کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ابر اگر قارورے کے بالائی سرے پر ہو تو جنین لڑکا ہوگا اور اگر ابر کسی گوشہ میں ہو تو لڑکی ہوگی یہ قابل اعتماد نہیں ہے۔

زچہ کا قارورہ اور زچہ کا پیشاب عموماً سیاہی کی طرح کالا ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مدت تک محتبس رہنے اور حرارت کے فعل سے خون نفاس

سیاہ ہوجاتا ہے۔ اور یہ قارورے میں مل جاتا ہے۔

حیوان و انسان کے قارورہ کا اختلاف

چونکہ زمانہ گذشتہ میں لوگ جانوروں اور چوپایوں کے پیشاب اور اشیاء سیالہ سے دھوکا دے کر طبیبوں کا امتحان لیا کرتے تھے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت پڑی کہ ان چیزوں کی بھی شناخت کی جائے اور ان سے واقفیت حاصل کر کے بیوقوفوں کے طعن و تشنیع اور مذمت سے اپنی حفاظت کی جائے۔ اس لئے یہاں شیخ صاحب ان علامات کو بیان کرتے ہیں جن سے انسان اور جانور کے پیشاب میں امتیاز کیا جا سکے۔ لہٰذا وہ فرماتے ہیں۔

بسا اوقات طبیب کو اس سے نفع حاصل ہوتا ہے یعنی لوگوں کی زبان اس کی مذمت سے رک جاتی ہیں اور وہ ایک ماہر طبیب مشہور ہوجاتا ہے جبکہ وہ جانوروں کے قارورے کو پہچان کر صحیح رائے قائم کر دے۔ گو یہ واقفیت کچھ آسان نہیں ہے اس لئے کہ اشتباہات بہت زیادہ ہیں۔

گدھے کا پیشاب اطباء کہتے ہیں کہ گدھے کا پیشاب شیشہ میں پگھلے ہوئے گھی کی طرح ہوتا ہے۔ باوجودیکہ جب شیشہ کے باہر رہتا ہے تو

مکدر و غلیظ معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں فضلات کی کثرت ہوتی ہے۔ نیز وہ غلیظ اور جوش مارنے والا بھی ہوتا ہے۔

خچر کا پیشاب اور خچر کا پیشاب غلظت اور کدورت میں گدھے کے پیشاب سے مشابہ ہوتا ہے۔ مگر صفائی میں بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ گدھے سے زیادہ حار و لطیف المزاج ہے اور اس کے پیشاب میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوپر والا نصف حصہ صاف ہے اور نچلا نصف حصہ مکدر ہے جس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اجزا غلیظ نیچے کی جانب مائل ہوتے ہیں۔

بھیڑ بکری اور بھیڑ بکری کا پیشاب سفید زردی مائل قریب قریب انسانی پیشاب کی طرح ہوتا ہے اس لئے کہ ان کا مزاج معتدل اور انسان کے مزاج سے قریب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ان جانوروں کا گوشت انسانی غذا کے لئے بہترین چیز ہے۔ مگر چونکہ یہ حیوانات ضعیف الحرارت ہوتے ہیں اس لئے پیشاب میں قوام نہیں ہوتا اور پیشاب کا ثفل روغن کی طرح مجتمع رہتا ہے یا روغن کے ثفل کی طرح تہ نشین رہتا ہے جس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اجزائے غذیہ کو جدا کرنے والی حرارت کم ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اجزا رجلا نہیں ہوتے ہیں۔

اور حرارت کے اثر سے روغن یا ثفل روغن کی طرح ہو جاتے ہیں ان جانوروں کی غذا جس قدر جید ہوگی ان کا پیشاب اسی قدر صاف ہوگا۔

ہرن اور ہرن کا پیشاب بھیڑ بکری اور انسانوں کے پیشاب سے مشابہ ہوتا ہے چونکہ اس کا مزاج بھی ان سے قریب قریب ہوتا ہے۔ مگر قوام نہیں ہوتا اور نہ ثفل ہی ہوتا ہے اس لئے کہ یہ غذا کم کرتے ہیں اور مزاج میں یابس ہوتے ہیں۔ ہاں بھیڑ بکری کے پیشاب سے اس کے پیشاب میں صفائی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ کثرت حرکت کی وجہ سے حرارت مشتعل ہوتی ہے۔ اور اس سے صفائی بڑھ جاتی ہے۔

گھوڑا اور گھوڑے کا پیشاب انسان کے پیشاب سے ملتا جلتا رہتا ہے۔ کیونکہ دونوں کا مزاج بھی قریب قریب ہوتا ہے۔

یہاں تک وہ باتیں تھیں جن کو شیخ صاحب نے ذکر کیا ہے۔ دوسرے لوگوں نے کچھ اور بھی باتیں بیان کی ہیں جن کے ذکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مسموم اور بستان الاطباء میں ابن مطران نے ذکر کیا ہے کہ مسموم انسان کے قارورے میں ایسے باریک

اجزا، دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ نہایت چھوٹے چھوٹے کیڑے ہیں۔ اور جب یہ پیشاب کسی کپڑے میں صاف کیا جاتا ہے تو ان کیڑوں کا کچھ نشان و پتہ نہیں ملتا اور جب دوبارہ وہ پیشاب شیشہ میں رکھا جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد دیکھا جاتا ہے تو پھر وہ کیڑے نظر آتے ہیں۔

اشیائے سیالہ مشابہ بول اور ان کا تفرقہ

یہاں ان علامات کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے پیشاب اور اشیا رسیالہ مغشوشہ میں تمیز ہو سکے۔ سکنجبین اور جملہ سیال چیزیں ماء العسل، گھانس کا خیسا ندہ (لال زعفران وغیرہ جس قدر قریب ہوں گی اسی قدر زیادہ مماثل ہوں گی اور پیشاب کا حال اس کے برعکس ہے۔ گزشتہ اوراق میں مفصل لکھا جا چکا ہے۔ اس لئے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور کبھی سکنجبین و ماء العسل اور انسان کے پیشاب میں اس طرح تفرقہ کیا جاتا ہے کہ اگر وہ شیشہ جس میں سکنجبین یا ماء العسل ہے اٹھا کر دیکھا جائے تو اس کے زیریں حصے میں ایسا معلوم ہوگا کہ گویا شہد کا ٹکڑا ہے۔ اور اس کے وسط میں ابر نظر آئے گا جو اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرے گا۔ بخلاف اس کے انسان کے قارورے میں پایا جانے والا ابر متحرک و منتقل ہوتا رہتا ہے۔

اور دوسرا فرق یہ ہے کہ ماء العسل کا زبد (جھاگ) زرد ہوتا ہے۔ اور گھانس کے پانی کا ثفل کسی کنارہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ نہ وسط میں ہوتا ہے نہ زیریں حصہ میں اور اس میں حرکت بھی نہیں ہوتی۔

ان احکام کے اسباب و وجوہ گو بہ تکلف بیان کئے جا سکتے ہیں مگر بہتر استقرار ہے۔ یہاں تک قارورے کی بحث میں جو کچھ بیان کیا گیا کافی ہے۔ اب کتب جزئیہ میں دوسری تفصیل بیان کی جائے گی۔ لہٰذا طالبین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

———×———

دلائلِ براز

براز سے بھی حالات بدن پر استدلال کیا جاتا ہے جس کی دلالت ذاتی و عرضی دونوں طریقوں سے ہوتی ہے ۔ ذاتی طور سے تو وہ آلات غذا یعنی معدہ ۔ امعاء ۔ جگر اور ماساریقا کے حالات پر دلالت کرتا ہے ۔ کیونکہ یہی اعضاء اس کو دوسرے اجزاء سے جدا کرتے ہیں اور اس میں قوام و رنگ پیدا کرتے ہیں ۔

اور عرضی دلالت بدن کے پورے حالات پر ہوتی ہے ۔ کیونکہ تمام بدن کے فضلات براز تک دفع ہوتے ہیں ۔

شیخ صاحب نے براز کے سات امور تحریر فرمائے ہیں جن سے حالات بدن پر استدلال کیا جاتا ہے (۱) مقدار (۲) قوام (۳) رنگ (۴) ہیئت (۵) وقت (۶) آواز (۷) اور رنگوں کا اختلاف ۔

اور کبھی بو اور تعداد سے بھی استدلال کیا جاتا ہے ۔

مقدار ۔ براز کی مقدار سے استدلال کرنے میں اس بات پر

نظر کرنا چاہئے کہ وہ غذا سے مقدار میں زیادہ ہے یا برابر یا کم ہے ۔ اگر اس کی مقدار غذا کی مقدار کے برابر ہے تو خیر ورنہ بصورت زیادتی و کمی اس کا کوئی سبب ضرور ہوگا ۔ کثرت کا سبب اخلاط کثیرہ ہیں ۔ اس لئے کہ جب بدن میں رطوبتیں زیادہ ہوں گی تو بصورت براز بکثرت خارج ہوں گی ۔

قلت کے چند اسباب ہیں ۔ (۱) اخلاط کا کم ہونا ۔ تو استاد فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے ۔ اس لئے کہ اخلاط کی کمی کو براز کی کمی میں کچھ دخل نہیں ہے ۔ مگر میرے نزدیک استاد کا ارشاد ناقابل قبول ہے ۔ اس لئے کہ جب رطوبات بدن کم ہوں گی اور خشکی ہوگی تو اعضاء آنتوں سے کیلوس کو خوب اچھی طرح جذب کریں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کیلوس کی تمام رطوبتیں خشک ہو جائیں گی اور ثقل کم رہ جائے گا ۔

(۲) کثیر حصہ براز کا اعور اور قولون یا الفائفی میں محتبس رہنا اس لئے کہ جب کچھ حصہ محتبس رہے گا تو خارج ہونے والا حصہ جس قدر ہونا چاہئے ۔ اس سے کم ہو جائے گا ۔ مگر استاد فرماتے ہیں کہ یہ بھی درست نہیں ۔ اس لئے کہ قلت براز کے لئے اس کا کوئی حصہ محتبس ہونا کافی ہے ۔ عام اس سے کہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ ۔ لیکن میرے نزدیک یہ ارشاد بھی بے بنیاد ہے ۔ اس لئے کہ محتبس ہونے والا حصہ تھوڑا ہوگا ۔ تو اس کی وجہ سے

براز میں قلت مقدار کا ظہور نہیں ہوگا۔ کثیر حصہ سے یہ مطلب
ہے کہ معتدبہ حصہ ہو۔
اسی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ بصورت مقدمہ قولنج ہے
کیونکہ جب براز کا محتبس حصہ معتدبہ ہوگا تب ہی آنتوں میں سدہ
پیدا ہوگا جس سے درد قولنج عارض ہوگا۔
۳۔ قوت دافعہ کا ضعیف ہونا۔

قوام براز براز کے قوام سے اس طرح استدلال
ہوتا ہے کہ اگر معتدل القوام ہو تو اس کا
حکم ظاہر ہے ورنہ یا زیادہ رطب ہوگا یا زیادہ خشک۔

احکام براز رطب براز رطب کے ساتھ یا لزوجت
ہوگی یا جھاگ ہوگی۔ یا دونوں
میں سے کچھ نہیں ہوگا۔ جس میں جھاگ اور لزوجت کچھ نہ ہو
وہ یا تو اس امر کی دلیل ہوگا کہ سدّے موجود ہیں۔ جن کی
وجہ سے غلیظ حصہ نفوذ نہیں کرسکتا ہے۔ یا سوءہضم کی
علامت ہوگا۔ اس لئے کہ سوءہضم کے وقت جگر کے
جذب کرنے کے قابل غذا کا بہت کم حصہ رہتا ہے اور
باقی حصہ میں نضج بھی نہیں ہوتا جس سے قوام صالح
ہوسکے۔
یہ براز اکثر تو ان ہی دو باتوں کی علامت ہوتا ہے مگر

کبھی جداول ماساریقا کے ضعف کی بھی علامت ہوتا ہے کہ
یہ رگیں ضعف کی وجہ سے رطوبت کو نہیں چوستی ہیں۔
کبھی اس براز کا سبب سر سے معدہ کی طرف انصباب
نزلہ ہوتا ہے۔ جس سے کیلوس قبل ہضم ہونے کے نیچے کی طرف
چلا جاتا ہے اور رطوبت نزلاوی سے کیلوس اتنا پتلا ہو جاتا
ہے کہ وہ تغذیہ کے قابل نہیں رہتا۔ اسی لئے جگر اس کو
نہیں جذب کرتا ہے۔
گاہے اس براز کا سبب کسی ایسی چیز کا کھانا ہوتا ہے
جو براز میں رطوبت پیدا کر دے۔ یہ پانچوں اسباب تو
وہ ہیں جن کو شیخ صاحب نے ذکر کیا ہے۔ مگر ان کے
علاوہ پانچ دوسرے اسباب بھی ذکر کئے گئے ہیں۔
نمبر ۱۔ جگر کی جاذبہ کا ضعیف ہو جانا جس کی وجہ
سے وہ لطیف کیلوس جذب نہ کرسکتا ہو۔
نمبر ۲۔ آنتوں کی قوت ماسکہ کا کمزور ہو جانا۔
جس سے کیلوس ان میں اس وقت تک باقی نہ رہتا ہو
جو وقت جگر کے جذب کرنے میں صرف ہوتا ہے۔
نمبر ۳۔ کسی ایسی چیز کا کھانا جو معدہ آنتوں میں ازخاء
پیدا کر دے جیسے مرغن شوربہ۔
نمبر ۴۔ بدن کا بکثرت ممتلی ہونا اور اس کے مجاری

کا تنگ ہونا۔ آنتوں میں صفرار کا بکثرت انصباب۔

نمبر ۵۔ لیکن اگر براز رطب کے ساتھ لزوجت بھی ہو تو یہ کبھی ذوبان پر دلالت کرتا ہے اس حالت میں بدبودار بھی ہوتا ہے۔ استاد نے فرمایا ہے کہ یہ براز اعضاء اصلیہ کے ذوبان سے ہوگا۔ شحم و سمین اور گوشت کے ذوبان سے نہیں ہوگا۔ ورنہ اس کے ساتھ لزوجت نہ ہوتی کیونکہ پگھلے ہوئے گوشت وغیرہ میں قوام ہی نہیں ہوتا جس سے لزوجت پیدا ہو۔ مگر میرے نزدیک یہ کلام درست نہیں ہے۔

اور کبھی ردی اور لزج اخلاط کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ اس حالت میں بدبو زیادہ نہیں ہوتی اور کبھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لزج غذائیں بہ کثرت کھائی گئی ہیں۔ اور مزاج میں حرارت قویہ موجود ہے۔ اور یہ غذائیں اچھی طرح ہضم بھی نہیں ہوئی ہیں۔ بکثرت اور حرارت قویہ کی قید۔ اس لئے لگی گئی ہے کہ اگر غذائیں قلیل ہونگی تو براز رطب نہ ہوگا اور اگر حرارت قوی نہ ہوگی تو اس سے پیدا ہونے والی چیز لبستہ ہو کر لزج نہیں ہوگی۔

اگر براز رطب اور جھاگ دار ہو تو غلیان و جوش پر

دلالت کرے گا جس کا سبب شدت حرارت ہوگی یا ریاح کے مخلوط ہونے پر دلالت کرے گا۔ پہلے کی وجہ تو یہ ہے کہ حرارت غریبہ بوقت اشتداد غلیان پیدا کر کے جھاگ پیدا کر دیتی ہے جیسا کہ تمام پھلوں کے عصارات میں ہوا کرتا ہے اور دوسرے کی وجہ ظاہر ہے۔

براز یابس خشک براز یا رطوبت کے ساتھ ہوگا یا بغیر رطوبت۔ اگر بغیر رطوبت کے ہو تو تعب کی علامت ہے۔ اس لئے کہ تعب سے پسینہ بہت زیادہ آتا ہے۔ اور بدن مجبور ہو کر براز کی رطوبت جذب کر لیتا ہے تاکہ خلا رہ نہ جائے۔ یا اس بات کی علامت ہے کہ مواد بکثرت تحلیل ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حمام میں زیادہ دیر تک ٹھہرنے سے ہوتا ہے۔ یا اس بات کی علامت ہے کہ پیشاب بکثرت خارج ہوا ہے۔ اس لئے کہ جب رطوبت براہ بول متوجہ ہوگی تو براز خشک ہو جائے گا۔ یا اس بات کی علامت ہوگا کہ حرارت ناریہ یعنی حرارت غریبہ یا تو تمام بدن میں پھیلی ہوئی ہے۔ یا جگر یا گردوں میں موجود ہے۔ جس نے رطوبات کو فنا کر دیا ہے۔ یا اس بات کی علامت ہوگا کہ خشک غذا کھائی گئی ہے اس لئے کہ ایسی غذا معدہ میں پہنچ کر وہاں کی رطوبت کو چوس لیتی ہے۔ لہذا اس کا ثفل متحجر ہو جاتا ہے۔ یا اس بات کی علامت

ہے کہ براز عرصہ تک آنتوں میں رکا رہا ہے اس لئے کہ اس وقت آنتوں کے قریبی اعضا کی حرارت اس کی رطوبت کو فنا کر دیتی ہے۔ براز کے آنتوں میں عرصے تک رُکے رہنے کا سبب کتاب جزئی میں آئے گا۔

اور اگر خشک براز کے ساتھ رطوبت بھی مخلوط ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ براز ایسی رطوبات میں محتبس ہو کر خشک ہوا ہے جو اپنی غلظت و لزوجت سے اس کو باہر نکلنے سے روکے ہوئے تھیں اور صفراء جو لذع پیدا کر کے جلد خارج کر دیتا ہے موجود نہ تھا۔

علامہ قرشی فرماتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے اس لئے کہ جب براز رطوبتوں میں محتبس ہوگا تو خشک نہیں ہوگا۔ اور نہ وہ رطوبتیں اس کو اخراج سے روک سکیں گی۔ بلکہ وہ رطوبتیں براز سے مخلوط ہو کر اس کو پھسلا دیں گی اور جلد خارج کر دیں گی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ جب رطوبتیں غلیظ و لزج ہوں گی اور لذع پیدا کرنے والا اور تنبیہ پیدا کرنے والا صفراء بھی نہ ہوگا تو خواہ مخواہ یہ رطوبتیں آنتوں میں چپک جائیں گی اور اس وقت ان کا براز کو خارج ہونے سے روک دینا کچھ دشوار نہ ہوگا۔

اور اگر خشک براز جس کے ساتھ رطوبت ہوتی ہے

اس کا سبب نہ تو مدت تک محتبس رہنا اور نہ آنتوں میں رطوبت کا پایا جانا ہو تو اس وقت یہ سبب ہوگا کہ لذع پیدا کرنے والے صدیدی فضلات جگر سے متصلہ آنتوں کی طرف گر رہے ہیں۔ اور شدت لذع کی وجہ سے اتنی مہلت بھی نہیں ملتی کہ خشک براز ان فضلات کے ساتھ مخلوط ہو کر رطب اور نرم ہو جائے بلکہ بہت سرعت کے ساتھ خشک خارج ہو جاتا ہے۔ خشکی کے اسباب وہی ہوں گے جو سابقاً مذکور ہوئے اور بسرعت خارج ہونے کا سبب یہ ہوگا کہ لذع پیدا کرنے والے فضلہ کا انصباب ہو رہا ہے۔

اقسام لون کبھی براز کے رنگ سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ استقراء سے اس کے چھ رنگ پائے جاتے ہیں۔ ۱۔ زرد۔ ۲۔ سفید۔ ۳۔ سیاہ ۴۔ سبز۔ ۵۔ نیلگوں۔ ۶۔ سرخ مگر یہ آخری رنگ بہت کم پایا جاتا ہے۔ اس لئے شیخ صاحب نے ذکر نہیں کیا کیونکہ سرخی ہمیشہ خون ملنے سے ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی دلالت ظاہری ہے۔

طبعی رنگ اور براز طبعی کا رنگ اصفر ناری ہوتا ہے جس کی ناریت خفیف ہو۔

اگر یہ کہا جائے کہ براز کا طبعی رنگ پیشاب کے طبعی رنگ سے

کم زرد ہونا چاہیے کیونکہ پیشاب کی اصل حقیقت مائیت
ہے جس میں کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ لہذا اس کے رنگنے
کے لئے تھوڑا سا صفرا کافی ہے۔ تو اس کا جواب
یہ ہوگا کہ صفرا کا انصباب آنتوں کی طرف اس سے
کہیں زیادہ ہوتا ہے جتنا کہ آلات بول کی طرف اس کا
انصباب ہوتا ہے اس لئے کہ مادہ براز کو اس عرصہ تک
آنتوں میں ٹھہرے رہنے کی ضرورت ہوتی ہے جب تک کہ
اس میں سے جاذاول ماساریقا اپنے اپنے حصے کے اجزاء
غذائیہ کو جذب نہ کرلیں۔ اور براز کے عرصہ تک ٹھہرے رہنے
سے عفونت و فساد پیدا ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لئے
ضرورتاً آنتوں کی اندرونی سطح میں کچھ لزج رطوبتیں رکھی گئی ہیں
جو آنتوں کو براز کے ضرر سے محفوظ رکھتی ہیں۔ ان رطوبتوں کو
اغراس کہتے ہیں۔ مگر یہ رطوبتیں براز سے چپک کر اس کو خارج
ہونے سے روکتی ہیں۔ اس لئے اگر آنتوں کی طرف صفرا
کثیر مقدار میں ٹپک کر لذع نہ پیدا کرے اور چپکنے والی چیز
کو نہ دھوئے تو پھر یہ رطوبتیں مادہ براز کو صفرا لذاعہ سے
ہرگز نہ ملنے دیں۔ یہی وجہ ہے کہ براز میں بول سے زیادہ رنگ
ہوا کرتا ہے۔
لیکن اگر براز کا رنگ خفیف نادیت سے متجاوز ہو کر تیز

ہو جائے تو یہ مرہ صفرا کی علامت ہے۔ اور اگر اس سے
اس کا رنگ گھٹ جائے۔ تو رطوبتوں کی موجودگی اور عدم نضج کی
علامت ہے۔ اس لئے کہ ہلکے رنگ کا سبب یا کوئی خارجی ہوگا
مثلاً کثرت سے دودھ کا کھانا۔ یا داخلی ہوگا مثلاً صفرا کا کم
انصباب۔ قلت انصباب کی وجہ یا یہ ہوگی کہ صفرا بدن ہی
میں کم ہے یا یہ کہ کوئی سدہ واقع ہوگیا ہے جس نے صفرا کے
انصباب کو روک دیا ہے۔ لیکن کوئی بھی صورت ہو یہ براز
کامل النضج نہیں ہوگا۔
اور سفید رنگ کا براز دو وجہوں میں سے
سفید براز کسی ایک وجہ سے ہوگا۔ یا تو اس سبب
سے کہ رنگ پیدا کرنے والا صفرا معدوم ہے اس لئے براز
میں کیلوسی سفیدی باقی ہے۔ یا اس وجہ سے کہ کوئی ایسی چیز
موجود ہے جو صفرا کا مقابلہ کر کے براز کو سفید بنا دیتی ہے۔
پہلی صورت اس وقت ہوتی ہے جب مجری مرارہ
بند ہو جاتا ہے اور یہ یرقان کی علامت ہے۔ لیکن اگر
سدہ صفرا کی اس نالی میں ہو جو جگر سے مرارہ کی طرف
گئی ہے۔ اسی وقت یہ بات ہوتی ہے اس وقت نہیں
ہوگی جب سدہ اس نالی میں واقع ہو جو مرارہ سے آنتوں کی
طرف گئی ہے۔ کیونکہ اس وقت صفرا معدے کی طرف

چلا جائے گا اور قے سے خارج ہو جائے گا۔ اور دوسری صورت
یہ ہے کہ آنتوں کی طرف کسی دبیلہ میں شگاف پیدا ہو جائے
اس میں اور پہلے میں فرق اس طرح ہوگا کہ یہاں براز میں سفیدی
کے ساتھ قیح ہوگی اور مدہ کی بو آئے گی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صحیح و
تندرست آرام و آسائش میں رہنے والے تارک الریاضت
شخص کو براز صدیدی و مدی آنے لگتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے
کہ اس کا تنقیہ ہو جاتا ہے اور اچھی طرح سے استفراغ ہو جاتا
ہے۔ اور ترک ریاضت کی وجہ سے جو ترہل اس کے
بدن میں پیدا ہو گیا ہو وہ اس استفراغ سے دفع ہو جاتا ہے
جیسا کہ ہم نے قارورہ کی بحث میں بھی ذکر کیا ہے۔

تنبیہ واضح رہے کہ براز کا بہت زیادہ ناری
رنگ امراض کے اوقات منتہی میں بسا اوقات
نضج پر دلالت کرتا ہے اور بسا اوقات حالت کے ردی
ہونے کی علامت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے رنگ میں
بہت زیادہ ناریت کا آجانا یا تو کثرت صفرا سے ہوگا یا صفرا
کی زردی کے تیز ہو جانے کی وجہ سے ہوگا اور یہ رنگت کی
تیزی احتراق کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ لہذا امراض کے زمانہ
منتہی میں اگر شدت ناریت کا سبب پہلا ہو تو وہ عموماً محمود
اور نضج کی دلیل ہے۔ کیونکہ اکثر یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ

طبیعت مادہ مرض کو دفع کیا کرتی ہے۔ لیکن اگر شدت ناریت
کا سبب دوسرا ہو تو وہ ردی ہوگا۔ کیونکہ یہ زیادتی حرارت
سے ہوگا۔

سیاہ براز سیاہ براز نہیں باتوں کی علامت ہے جن کی
سیاہ قارورہ علامت ہے۔ لہذا شدید
احتراق، یا کسی مرض سوداوی کے نضج کی دلیل ہوگا اس لئے
کہ سودا جب نضج پا جائے گا تو طبیعت اس کو بطریق بحران
دفع کر دے گی۔
یا اس امر کی دلیل ہوگا کہ کوئی رنگ پیدا کرنے والی
چیز کھائی گئی ہے۔ مثلاً سماق جو براز کو سیاہ کر دیتی ہے۔
یا اس بات کی علامت ہوگا کہ کوئی چیز سودا کا استفراغ
کرنے والی [illegible] استعمال کی گئی ہے۔
پہلی صورت یعنی احتراق ردی ہے۔ جودی کو اس وجہ
سے ذکر نہیں کیا کہ یہ صورت بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن اگر
واقع ہو تو وہ بھی ردی ہے۔
اور وہ سیاہ براز جس کا سبب صرف سودا ہو یعنی اس
میں کوئی دوسری چیز مخلوط نہ ہوئی ہو بلکہ صرف سودا کے احتراق
سے سیاہی پیدا ہوئی ہو اس کی شناخت صرف
رنگ سے نہیں ہو سکتی کیونکہ رنگ میں تو سبھی مشترک ہیں

بلکہ اس کی شناخت ترشی اور پھیکے پن سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر سودا رقیق ہوگا تو اس کا محترق حصہ نہایت ترش ہوگا۔ اور اگر غلیظ ہوگا تو اس کے محترق حصہ میں ترشی کم ہوگی۔ اور کچھ پھیکا پن بھی ہوگا۔

نیز اس کی شناخت اس طرح سے بھی ہوگی کہ جب وہ زمین پر گرے گا تو سرکہ کی طرح اس سے زمین میں غلیان و جوش پیدا ہو جائے گا۔

اس قسم کا احتراقی خواہ براز کی صورت سے خارج ہو خواہ قے کی صورت سے ہر حال میں ردی ہوتا ہے اس لئے کہ جب خالص سودا سے نہیں ہوتا ہے اس وقت بھی ردی ہوتا ہے۔ لہٰذا جب خالص سودا سے ہوگا تو بدرجۂ اولیٰ ردی ہوگا۔ اس کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ یہ چمکدار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں کوئی چیز کدورت پیدا کرنے والی مخلوط نہیں ہوتی۔ علی الخصوص رقیق میں چمک زیادہ ہوتی ہے۔

بہر حال خالص خلط سوداوی کا خارج ہونا اکثر قاتل ہوا کرتا ہے۔ یعنی براز سے خارج ہو یا قے سے ہلاکت کی دلیل ہوتا ہے۔

اکثر اس لئے کہا گیا کہ اگر زمانۂ ابتدار میں خارج ہوگا تو یقیناً قاتل ہوگا۔ کیونکہ جب ابتداہی میں مرض

اس قدر طاقتور ہے کہ وہ سودا میں احتراق پیدا کر رہا ہے تو بلاشبہ زمانہ تزید میں اس پر قوت کا اقتدار باقی نہیں رہے گا۔ اور پھر زمانۂ منتہی میں موت کے علاوہ کیا رہ جائیگا لیکن اگر زمانہ منتہی میں خارج ہوگا تو اس وقت قوت اگر ضعیف ہوگی تب تو ہلاک کر ڈالے گا۔ اس لئے کہ کمزور قوت اس قدر طاقتور مرض کا مقابلہ کرنے سے مجبور رہے گی ہاں اگر قوت قوی ہوگی تب البتہ ممکن ہے کہ اس کے دفع کرنے پر قدرت رکھے لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

علامہ قرشی فرماتے ہیں کہ خلط سوداوی کے صرف خارج ہونے سے ہلاکت نہیں ہوتی۔ بلکہ باعث ہلاکت وہ سبب ہے جو اس خلط کا پیدا کرنے والا ہے لیکن محض اس کا خارج ہونا تو یہ بدن کے لئے نافع ہے۔

مگر میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ شیخ صاحب نے محض خلط سوداوی کے خارج ہونے کو قاتل نہیں بتایا ہے بلکہ اس کو دلیل ہلاکت بتایا ہے۔ اسی وجہ سے انکی تفصیل میں دوسرا جملہ یہ کہہ دیا ہے کہ یہ دلیل ہلاکت ہے اور دلیل کبھی براہ راست ہوتی ہے اور کبھی بواسطہ۔

لیکن کیموس اسود یعنی خلط سودائے طبعیہ کا خارج ہونا اکثر نفع بخش ہوتا ہے کیونکہ اکثر اس کا خروج بحران یا

دوا کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ سودائے طبعیہ
اس قدر کثیر المقدار نہیں ہوتا جو براز کو سیاہ بنا دے
ہاں جب مذکورہ بالا دونوں صورتوں سے دفع ہوگا
تب البتہ سیاہی پیدا کر دے گا۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ سودائے اصلیہ کا خارج ہونا
اس امر کی علامت ہے کہ بدن میں انتہا درجہ کا احتراق
ہو گیا ہے اور رطوبتیں فنا ہو گئی ہیں۔
میرے خیال میں مذکورہ بالا وجہ اس بات کی ہے
کہ کیموس اسود کا خروج کبھی کبھی نفع بخش نہیں
ہوتا ہے۔ اس لئے کہ سودا کی صفت "اصلیہ" بیان
کی گئی ہے۔ مگر یہ کہنا کہ یہ بدن میں انتہائی احتراق کی
علامت ہے۔ توجیہ بالا کے مخالف ہو جاتا ہے۔ ہاں
اگر اس کو کمتر کی وجہ بتائی جاتے اور شدت
احتراق بدن سے یہ مراد ہو کہ بدن ایسا ہو گیا ہے
جس کی تمام رطوبتیں محترق اور فنا ہو گئی ہیں اور
سودا کے علاوہ "جو الرطوبۃ محضۃ" ہے اور کوئی دوسری
چیز باقی نہیں رہ گئی ہے تو شاید درست ہو سکے۔
استاد نے یہ فرمایا ہے کہ اس بات کی توجیہ
ہے کہ خالص سودا قاتل ہے۔

اور سودائے اصلیہ سے مقصود سودائے محترقہ ہے
اس لئے شیخ صاحب کا کلام بالکل صحیح و درست ہے۔
گو بیچ بیں اس قدر جملہ "کہ کیموس اسود یعنی خلط سوداۓ
طبعیہ کا خروج اکثر نفع بخش ہوتا ہے" جملہ معترضہ
ہے مگر طریقہ تحریر کے جاننے والے جانتے ہیں کہ درمیان
میں کسی جملہ معترضہ کا لانا ہمیشہ قبیح نہیں ہے بلکہ
کبھی بہتر ہوتا ہے۔
میرے نزدیک استاد کی یہ توجیہ بہتر ہے
لیکن سودائے محترقہ کو سودائے اصلیہ کہنا اصطلاح
اطبار کے مخالف ہے۔

سبز اور نیلگوں براز

سبز براز انطفائے حرارت عزیزیہ کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ
اگر سبزی زنجاری و کراثی ہوگی تو اس کا سبب احتراق
ہوگا۔ اور اگر آسمانی اور نیلی ہوگی تو اس کا سبب کثرت
برودت ہوگی۔ اور ان دونوں صورتوں کا لازمی نتیجہ حرارت
عزیزیہ کا بجھنا ہے۔ احتراق سے روح تحلیل ہوتی ہے۔
اس لئے حرارت عزیزیہ بجھتی ہے اور کثرت برودت اسی
وقت ہوتی ہے جب حار عزیزی کی قوت اس کے مقابلہ
سے دب کر باطل ہو جاتی ہے۔

اگر یہ خیال پیدا ہو کہ کیا وجہ ہے کہ سبز براز حرارت
عزیزیہ کے بجھنے کی علامت ہے۔ مگر سبز پیشاب اس کی
علامت نہیں ہے تو اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے
کہ براز اسی وقت سبز ہوگا جب اس میں سبز رنگ پیدا
کرنے والا سبب بہت قوی ہوگا مگر پیشاب معمولی رنگ
پیدا کرنے والے سبب سے بھی رنگین ہو جاتا
ہے۔

ہیئت براز کبھی براز کی ہیئت سے بھی استدلال
کیا جاتا ہے۔ ہیئت سے مراد
براز کی وہ وضع و قطع ہے جو باہم اجزاء کے اتصال
و انفصال سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ اجزاء اگر ایک دوسرے
سے مجتمع اور چپکے ہوئے ہوں تو یہ ہیئت "ضمور" ہے۔
اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ ہیئت "انتفاخ" ہے۔ ضمور کی
ہیئت مقتضائے طبعی ہے اس لئے کہ براز میں اجزائے
ارضیہ غالب رہتے ہیں جو آپس میں مجتمع رہتے ہیں اور
چپکنے کے خواہش مند ہیں۔ لیکن براز کا پھولا ہوا ہونا
بیشک کسی غیر طبعی سبب سے ہوگا۔ جو بعض اجزاء کو
بعض دوسرے اجزاء سے دور رکھنے کا مقتضی ہوگا۔ لہذا
یہ سبب کوئی ایسا ہی جسم ہوگا جو خود خفیف (ہلکا) ہو

اور بلندی کی طرف حرکت کرنا چاہتا ہو۔ وہ بخارات بارد
شدہ اس کے موجب نہیں ہو سکتے جن میں برودت کی
وجہ سے بلندی کی طرف حرکت کرنے کی قوت باطل
ہو گئی ہو۔ اس لئے کہ بخارات جب اس حد تک
ٹھنڈے ہو جاتے ہیں تو وہ پانی کی صورت میں
تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس کا سبب صرف ریاح
ہو سکتی ہے جو براز سے مخلوط ہو کر اس میں انتفاخ پیدا
کر دیتی ہے۔

چونکہ ما ہیئت ضمور طبعی ہے اسی وجہ سے شیخ
صاحب نے اس کی دلالت سے خاموشی اختیار کر لی
اور براز منتفخ کے متعلق یہ فرمایا:۔
"کہ وہ براز جو فضلہ گاؤ کی طرح منتفخ (پھولا ہوا)
ہو وہ ریاح کی علامت ہے"۔

وقت اور کبھی وقت براز سے بھی استدلال
کیا جاتا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ
استعمال غذا کے بعد جلد براز خارج ہوتا ہے۔ یا بہت
تاخیر ہوتی ہے یا اتنے زمانہ کا توقف ہوتا ہے کہ جس
زمانہ میں غذا معدے میں کیلوس بنے اور آنتوں
میں اس قدر ٹھہرے کہ جس عرصہ میں عروق کیلوس کو

جذب کرلیں جو زمانہ طبعی ہے۔

لہٰذا براز اگر جلد وقت معتاد سے پیشتر بغیر کسی محرک، مثلاً فتیلہ وشیاف وغیرہ کے خارج ہو جائے تو یہ دلیل ردی ہے اس لیے کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ صفرا بکثرت ہے اور قوت ماسکہ خود یا آنتوں کے ماؤف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اور اگر بغیر استعمال حابسات بہت دیر میں براز خارج ہو تو یہ ضعف ہاضمہ کی دلیل ہے کیونکہ جب قوت ہاضمہ ضعیف ہوگی تو زمانۂ ہضم بھی طویل ہوگا۔ نیز اس بات کی بھی دلیل ہے کہ امعاء میں یا تو ذاتی طور پر برودت موجود ہے۔

لہٰذا عروق کیلوسیہ کے جذب کرنے کا زمانہ طویل ہوتا ہے یا اس وجہ سے کہ قوت دافعہ اپنا فعل بخوبی انجام نہیں دے سکتی۔

آواز آواز براز سے بھی استدلال کیا جاتا ہے چنانچہ اگر بوقت خروج براز آواز بھی موجود ہو تو اس امر کی دلیل ہے کہ رطوبت مائی کے ساتھ ریاح بھی مخلوط ہے۔ ایسے براز میں انتفاخ بھی ضرور ہوگا۔

مختلف اللون

اور غیر معروف رنگوں سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ غیر معروف اور مختلف رنگ کا براز ردی ہوتا ہے اس لیے کہ وہ حالت طبعی کے مخالف اور طول مرض کا منذر ہوتا ہے۔

جالینوس نے کہا ہے کہ مختلف رنگوں کا براز اس امر کی دلیل ہے کہ بدن میں بہت سے امراض موجود ہیں۔ جن کے نضج کے لیے ایک طویل مدت درکار ہے۔

اور مسیحی نے کہا ہے کہ جس براز میں بہت سے رنگ ہوں وہ مختلف امراض کی دلیل ہے اسی وجہ سے طول مرض کا منذر ہوتا ہے۔

اور شیخ صاحب نے اس قسم کے براز کے احکام کو کتاب جزئی میں بیان کرنے کے لیے حوالہ کر دیا ہے۔

بو براز کی بو سے اس طرح استدلال کیا جاتا ہے کہ بغیر بو کا براز اس بات کی علامت ہے کہ برودت کا غلبہ ہے اور بو پیدا کرنے والی حرارت بجھی ہوئی ہے اور بہت بدبودار براز شدت عفونت کی علامت ہے اور متوسط بو والا نضج معتدل کی دلیل ہے۔

اور نہ اس میں جھاگ ہو۔ ورنہ وہ غلبۂ ریاح یا حرارتِ غریبہ
کی علامت ہوگا۔

نمبر ۹: بوقتِ عادت خارج ہوا ہو اس لئے کہ
یہ صحتِ آلاتِ غذا اور درستگی اعضاءِ غذا کی علامت ہے۔

نمبر ۱۰: مقدار میں ماکول کے مطابق ہو۔ اس لئے
کہ جو اجزاءِ غذائیہ اعضاء میں تغذیہ کے لئے چلے جاتے ہیں ان کا
تدارک طبخ سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پکنے اور طبخ پانے
سے چیزوں کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔

تنبیہ: واضح رہے کہ پہلے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ اجزاء کا متشابہ
ہونا نضج کی وجہ سے چکناپن اور استواء پیدا ہوتا
ہے براز طبعی کے اوصاف میں سے ہے۔ لیکن ہمیشہ ہر ایک
براز میں استواء اور چکناپن علامت محمود نہیں ہے۔ اسی لئے
اس کی تفصیل شیخ صاحب اس طرح کرتے ہیں کہ اگر یہ
دونوں باتیں اس نضج کامل کی وجہ سے حاصل ہوئی ہوں جو
ہر ایک جز میں یکساں طور پر ہو تو یہ براز طبعی کے صفات میں
سے ہوں گی اور علامت محمود قرار دی جائیں گی لیکن اگر
احتراق اور ذوبان کی وجہ سے اجزاء میں تشابہ پیدا ہوا ہو تو
اس وقت یہ علامت محمود نہیں ہے بلکہ بدترین
علامت ہے۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ براز معتدل اگر فی الجملہ رقت کی طرف
مائل ہو تو وہ اس وقت تک محمود رہے گا جب تک کہ اس کے
ساتھ قراقر اور ریاح نہ ہو اور نہ تھوڑا تھوڑا خارج ہوتا ہو ورنہ
اس صورت میں ممکن ہے کہ اس کا خروج کسی ایسی مخلوط ہونیوالی
تکلیف دہ صدید (پیپ) کی وجہ سے ہو جو براز کو جمع نہیں
ہونے دیتی ہو۔

یہاں تک براز کی آخری بحث تھی کبھی کبھی پسینہ، بلغم،
خون طمث، بھی بطور علامت معائنہ کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ
یہ چیزیں بھی حالات بدن پر دلالت کرتی ہیں۔ مگر ان چیزوں کی
بحث کتاب جزئی میں مخصوص کر دی گئی ہے۔ اسی لئے آپ
کتاب جزئی میں بول و براز وغیرہ کا تفصیلی بیان پائیں گے۔
اس لئے کہ تفصیلی بیان کے لئے کتاب کا وہی حصہ
زیادہ موزوں و مخصوص ہے۔

ع

انجمن خُدّامُ الطِّب

"انجمن خدام الطب" گورنمنٹ طبی کالج پٹنہ کے طلبا کی انجمن ہے جو کالج کے پرنسپل کی سرپرستی اور پروفیسر کی نگرانی میں کام کرتی ہے۔

اس انجمن کا نظم طلبا، خود کرتے ہیں۔ ہر سال آزادانہ رائے شماری کے ذریعہ انجمن کے عہدہ داران و اراکین کا انتخاب ہوتا ہے اور اس کی مالیات کی بنیاد ہر ایک طالب علم کے سالانہ متعین چندے پر ہے۔ تمام طلبا اس انجمن کے باضابطہ ممبر ہیں۔

طلبا میں علمی ذوق پیدا کرنا، فنی معلومات میں اضافہ کرنا اور تحریر و تقریر کا ذوق پیدا کرانے کے علاوہ درسی کتابوں کی فراہمی اور نادر و نایاب درسیات کی طباعت کا نظم انجمن کے خاص مقاصد ہیں۔ چنانچہ رسالہ "بول و براز" کی موجودہ طباعت اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

انجمن کے ماتحت ایک کتب خانہ ہے۔ جس میں درسی کتابوں کے علاوہ غیر درسی کتابیں بھی ہیں۔ جس سے طلبا مستفید ہوتے ہیں۔ فقط۔

Dr Shabistan Fatma Taiyabi

Help us in the digitization of contents of Unani Medicine. Please read, write, like, share, download, and upload the content of Unani Medicine on the internet. Your little effort will bring the Unani contents to a fingertip.

Mahiyatul Amraz

- https://unanipatho.blogspot.com
- https://shabistanfatma.wixsite.com/shabistanfatma
- https://ayushnext.ayush.gov.in/posts-by-tag?tag=unani
- https://www.slideshare.net/DrShabistanFatmaTaiy?utm_campaign=profiletracking&utm_medium=sssite&utm_source=ssslideview
- https://www.aup.org.in/about.php

GOVERNMENT TIBBI COLLEGE PATNA